عقودِ جمان

فی

دروسِ رمضان

(چالیس رمضانی دروس)

فضائل وآداب، مسائل واحکام، وعظ ونصیحت اور دورِ حاضر میں پیش آنے والے مسائل

تالیف: پروفیسر ڈاکٹر شیخ/سعد الخثلان حفظہ اللہ

استاذ کلیہ شریعہ امام محمد بن سعود الاسلامی یونیورسٹی

(حرمین شریفین میں مدرس)

منارات الهدى

مؤسسة تعنى بالمناشط العلمية لفضيلة الشيخ أ.د. سعد الخثلان

مدار القبس للنشر والتوزيع

عقودِ جمان فی دروسِ رمضان

پروفیسر ڈاکٹر شیخ/سعد الخثلان حفظہ اللہ

منارات الهدى

مؤسسة تعنى بالمناشط العلمية لفضيلة الشيخ أ.د. سعد الخثلان

جملہ حقوق محفوظ ہیں

پہلا ایڈیشن

1447 - 2026

ہم کتاب کے بارے میں آپ کی آراء اور تجاویز بار کوڈ کے ذریعے وصول کرتے ہیں۔

منارات الهدى
مؤسسة تعنى بالمناشط العلمية لفضيلة الشيخ أ.د. سعد الخثلان

مدار القبس للنشر والتوزيع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''اللہ تعالیٰ کے نام سے جو وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے۔''

چالیس رمضانی دروس

درس	عنوان	صفحہ نمبر
	مقدمہ	8
1	رمضان کا استقبال	10
2	ماہ رمضان کی خصوصیات	14
3	روزے کے فضائل	19
4	روزے کی حقیقت	24
5	روزہ توڑنے والی چیزیں	28
6	دورِ حاضر میں روزہ توڑنے والی چیزیں	32
7	روزے سے متعلق آیات کی تفسیر	36
8	رمضان المبارک میں اکثر پوچھے جانے والے سوالات	44
9	نماز تراویح کا بیان	51
10	ماہ رمضان قرآن کا مہینہ ہے	55
11	رمضان میں عذر کی بنا پر روزہ چھوڑنے والے لوگ	59
12	رمضان کا مہینہ سخاوت اور احسان کا مہینہ ہے	64
13	﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ "تم ہرگز نیکی نہیں پاؤ گے یہاں تک کہ اپنی پسندیدہ چیز میں سے تم خرچ کرو"	69
14	وہ مال جس میں زکاۃ واجب ہے	74
15	زکاۃ کے حق داروں کی قسمیں	77
16	زکاۃ کے وہ مسائل جن کے بارے میں اکثر پوچھا جاتا ہے	82

17	غزوۂ بدر	86
18	روزے دار کی افطار کے وقت دعا رد نہیں ہوتی	92
19	فتح مکہ	96
20	رمضان کے آخری عشرہ کی فضیلت	101
21	اعتکاف اور اس کے احکام	105
22	لیلۃ القدر	110
23	دعا کی فضیلت اور آداب	116
24	جامع دعائیں	122
25	رات کا آخری تہائی حصہ	128
26	اللہ تعالیٰ کی محبت پانے کے اسباب	135
27	صبر اور اس کی اقسام	141
28	زکاۃ الفطر (صدقہ فطر) کے احکام	146
29	توبہ کی فضیلت	150
30	رمضان کا اختتام اور الوداع	155
31	توحید کی اہمیت اور عقیدہ کی پاکیزگی	161
32	احسان کے ثمرات	166
33	تقویٰ کے ثمرات	172
34	استقامت پر ثبات کے اسباب	178
35	مسلمان عورت رمضان میں	183
36	نماز کی اہمیت اور دین میں اس کا عظیم مرتبہ	187
37	قصۂ خلق انسان	193
38	قیامت کے دن اعمال کا وزن	199

39	جنت کا بیان	205
40	جہنم کا بیان	214

مقدمہ

سب تعریفیں اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے اور درود وسلام ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر اور قیامت کے دن تک جس نے آپ ﷺ کے طریقے کی پیروی کی۔ اما بعد:

یقیناً رمضان کا مہینہ اور ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن ان مواقع میں سے ہیں جن میں نیک اعمال کا اجر کئی گنا زیادہ ہو جاتا ہے اور ان مواقع میں سے ہیں جن میں نیک اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجارت ہوتی ہے۔ اہل علم پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو ان مواقع میں کثرت سے نیک اعمال کرنے کی اور ان دنوں کے فضائل اور مسائل بیان کر کے ترغیب دلائیں، چنانچہ اسی غرض سے میں نے یہ کتاب تالیف کی ہے تاکہ طالبِ علم اور اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دینے والوں کے لیے لوگوں کو بتانے میں آسانی ہو۔

میں نے اس کتاب کے چالیس درس ماہ رمضان کے فضائل، خصائص، احکام اور دورِ حاضر میں پیش آنے والے مسائل اور خاص نصیحتوں کے بارے میں رکھے ہیں اور ذوالحجہ کے دس دنوں کے بارے میں تیرہ درس ہیں جو یکم ذوالحجہ سے لے کر تیرہ ذوالحجہ تک پڑھے جائیں گے اور اس کتاب کا اختتام یوم عاشورہ (دس محرم) کے روزے کی فضیلت پر کیا ہے۔

اس کتاب کی درج ذیل خوبیاں ہیں:

1. دورِ حاضر میں روزے کی حالت میں پیش آنے والے نئے مسائل کا بیان ہوا ہے۔
2. فقہی مسائل، وعظ ونصیحت اور دعوت وارشاد کو جمع کر دیا گیا ہے۔
3. اس کتاب میں عبارت آسان ہے جو ہر قسم کے طبقے کے لوگوں کے لیے یکساں مفید ہے۔ اس کے ساتھ

کتاب کے علمی مواد پر خاص توجہ دی گئی ہے اور لمبی بحث سے اجتناب کیا گیا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ اس کتاب کو خالص اپنی رضا کے لئے قبول فرمائے، اسے لوگوں کے لیے نفع بخش بنائے اور سب کو اس بات پر عمل کی توفیق دے جو اسے محبوب اور جس سے وہ راضی ہوتا ہے۔

مؤلف

پروفیسر ڈاکٹر سعد بن ترکی الخثلان حفظہ اللہ

استاذ کلیہ شریعہ امام محمد بن سعود الاسلامی یونیورسٹی

(حرمین شریفین میں مدرس)

الریاض 1444/2/28ھ

2022/9/24ء

درس 1

رمضان کا استقبال

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے رمضان کو ہمارے پاس بھیجا اور درود وسلام تمام انسانوں میں سے افضل اور اعلیٰ ہمارے نبی محمد ﷺ پر جو تمام روزہ رکھنے والوں اور تمام قیام کرنے والوں سے افضل ہیں اور آپ کی آل اور اصحاب پر جو پاکدامن اور نیکیاں کرنے والے تھے۔ اما بعد:

یقیناً ہم مسلمانوں کے پاس بہت ہی معزز ومکرم مہمان تشریف لایا ہے اور یہ ان مواقع میں سے ہے جن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک اعمال کے ذریعے تجارت کی جاتی ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ﴾

''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت کے واضح اور حق و باطل سے جدا کرنے والے دلائل ہیں۔'' (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 185)

اس مہینے میں نیکیوں کا بدلہ دوگنا ہو جاتا ہے، درجات کو بلند کر دیا جاتا ہے، خطاؤں اور غلطیوں کو مٹا دیا جاتا ہے، کوتاہیوں اور نافرمانیوں کو معاف کر دیا جاتا ہے اور لوگوں کو جہنم کی آگ سے آزاد کر دیا جاتا ہے۔

جس بندے کی زندگی میں یہ معزز مہینہ آئے تو یہ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے۔ کتنے لوگ وفات پا گئے اور اس نعمت سے محروم ہو گئے۔ وہ موت کی وجہ سے عمل کی دنیا سے آخرت کے گھر کی طرف جو اعمال کے بدلے کی جگہ ہے اور جہاں حساب ہے، منتقل ہو گئے۔ کتنے ہی لوگوں نے پچھلے رمضان میں ہمارے ساتھ روزے رکھے لیکن اس سال رمضان کو نہیں پا سکے۔ اب وہ قبروں میں اپنے اعمال کے بدلے کے منتظر ہیں۔

مسلمان بھائیو! کل کی بات ہے ہم نے پچھلے سال رمضان کا استقبال کیا۔ رمضان آیا اور چلا گیا۔ اور

رمضان کے شب و روز گزر گئے اور آج ہم اس سال کے رمضان کا استقبال کر رہے ہیں۔ سبحان اللہ! راتیں اور دن کتنی جلدی گزر جاتے ہیں! اسی طرح عمر گزرتے دیر نہیں لگتی۔ دن آتا ہے، رات جاتی ہے، اسی طرح عمر یوں تمام ہوجاتی ہے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا وقت آجاتا ہے، فرمان الٰہی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝﴾

”اے انسان! تو اپنے پروردگار کی طرف (پہنچنے میں) خوب کوشش کرتا ہے سو اس سے جا ملے گا۔“ (سورة الانشقاق: 84، آیت: 6)

یقیناً رمضان کا مہینہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے، رجوع کرنے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرنے اور جو عمر باقی ہے اس کو غنیمت جاننے اور تقویٰ حاصل کرنے کا بہترین موقع ہے، لہٰذا مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے وقت کو اس مہینہ میں منظم کرے اور اپنے وقت کو اہمیت دے کر ایک ٹائم ٹیبل بنالے۔ اور اس مہینے کا کوئی دن اس طرح نہ گزارے کہ اس نے اس میں کوئی تقویٰ حاصل نہ کیا ہو۔ ایسے اعمال کرے کہ جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے تو انہیں دیکھ کر اسے خوشی ہو اور یہ سمجھ لے کہ ممکن ہے یہ رمضان اس کا آخری رمضان ہو جس کے وہ روزے وہ مسلمانوں کے ساتھ رکھ رہا ہے۔

پھر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس مہینہ میں اپنے دنیاوی کام کم کرلے کیونکہ دنیا کے کام ختم ہونے والے نہیں تاکہ وہ عبادت کے لیے زیادہ سے زیادہ وقت نکال سکے اور جب نبی کریم ﷺ کے زمانے میں رمضان آتا تو نبی کریم ﷺ کا جود وسخا پہلے سے زیادہ ہوجاتا، حدیث میں ہے:

«كَانَ رَسولُ اللهِ ﷺ أَجْوَدَ الناسِ، وكان أَجْوَدَ ما يكونُ فِي رَمَضَانَ»

”آپ ﷺ سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے اور رمضان میں آپ کی سخاوت اور زیادہ ہوجاتی تھی۔“ (صحيح البخاري، حديث: 6 اور صحيح مسلم، حديث: 2308 ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے)

مسلمان بھائی! تمھیں چاہیے کہ اس معزز مہینے کے آتے ہی عبادت اور اعمال صالحہ کو پہلے سے زیادہ کرلو اور رمضان میں تمہاری حالت رمضان سے پہلے کی حالت سے بہتر ہو۔

یقیناً رمضان کا مہینہ مسلمان کے لیے تربیت گاہ ہے۔ وہ اس مہینے میں اپنے آپ کو بہترین عادات سے آراستہ کرتا ہے اور گناہوں اور بری عادات اور برے اخلاق سے بچاتا ہے، رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ»

''جو شخص جھوٹی بات اور اس پر عمل کرنا (روزے رکھ کر بھی) نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔'' (صحيح البخاري، حديث: 1804 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے)

''جھوٹی بات'' سے مراد ہے: قولی (زبان سے ہونے والے) گناہ اور ''اس پر عمل کرنے'' سے مراد ہے: فعلی (عملی) گناہ۔ اور حدیث کا معنی یہ ہوگا: اگر کوئی قولی گناہوں اور عملی گناہوں کو نہیں چھوڑے گا، روزے کے آداب کا خیال نہیں رکھے گا، کثرت سے گناہ کرے گا اور روزے کا احترام نہیں کرے گا تو وہ اس حد کو پہنچ جائے گا جس کا ذکر نبی ﷺ نے اس حدیث میں کیا اور وہ یہ ہے کہ وہ شخص ایسے روزے پر اجر و ثواب سے محروم ہو جائے گا، اگر چہ روزے کی فرضیت تو ادا ہو جائے گی لیکن اسے ثواب نہیں ملے گا۔ اس کا سبب اُس کا روزے کا احترام نہ کرنا اور روزے کی حالت میں گناہ و معاصی کا نہ چھوڑنا ہوگا، اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ روزے کے آداب کا خاص خیال رکھے اور ہر وقت گناہوں سے دور رہے۔ اور روزے کی حالت میں اس کی زیادہ تاکید ہے، پس روزہ اس معنی میں مسلمان کی تربیت کرتا ہے کہ وہ روزے کی درسگاہ میں گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی تربیت حاصل کرے۔

رمضان کا مہینہ بہترین موقع ہے کہ ایک مسلمان اپنے نفس کی اصلاح کرے، اپنا محاسبہ کرے، گزری ہوئی عمر کے متعلق سوچے اور باقی عمر کو ضائع ہونے سے بچائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝﴾

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے کیا (سامان) بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔'' (سورة الحشر: 59، آیت: 18)

پیارے مسلمان بھائی! رمضان کے شروع ہی میں مضبوط ارادے کے ساتھ عزم کرو کہ اس میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں اکٹھی کرنی ہیں۔ جب انسان پختہ ارادے کے ساتھ نیکیوں پر کمر کس لیتا ہے تو اس طرح کا

ارادہ انسان کے لیے نیکیاں کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے اور یہ رشد و ہدایت کی پختگی ہے جس کی دعا نبی ﷺ کیا کرتے تھے۔[1] مثال کے طور پر: اگر شروع رمضان میں یہ پختہ ارادہ کر لے کہ وہ رمضان کی ساری راتوں میں امام کے ساتھ مکمل نماز تراویح پڑھے گا اور رمضان میں ایک یا کئی مرتبہ قرآن مکمل کرے گا اور اسی طرح دوسرے نیک اعمال بھی تو اس ارادے کی پختگی سے دیکھے گا کہ جیسے ہی رمضان گزرے گا تو اس کے پاس نیک اعمال کا ایک ذخیرہ جمع ہوگا اور جب اس کی اپنے رب سے ملاقات ہوگی تو ان اعمال کو دیکھ کر بہت خوش ہوگا۔

رمضان کے آنے پر ایک مسلمان کو مبارک دینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مبارک دینا عادات میں سے ہے، اور عادات میں اصل حلت اور اباحت ہے (اگر دین کے منافی نہ ہوں)، پھر یہ کہ مسلمان کو خوشی کے موقع پر مبارک دی جاتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی نعمت پر خوش ہوتا ہے کہ اسے رمضان المبارک کا مہینہ نصیب ہوا ہے۔

اے اللہ! ہمیں رمضان کے روزے رکھنے اور اس طرز پر قیام کرنے کی توفیق دے جو تجھے پسند ہے اور ہمیں اُن اعمال اور اقوال کی توفیق دے جو تجھے محبوب ہیں۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

---

[1] شیخ حفظہ اللہ کا اشارہ اس حدیث کی طرف ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا ذکر ہے۔حدیث پیشِ خدمت ہے: سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا: جب لوگ سونا اور چاندی جمع کر لیں تو تم ان کلمات کو جمع کر لو: «اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْأَمْرِ، وَالْعَزِيمَةَ عَلَى الرُّشْدِ، وَأَسْأَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ حُسْنَ عِبَادَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ قَلْبًا سَلِيمًا، وَأَسْأَلُكَ لِسَانًا صَادِقًا، وَأَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ، وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ» ''اے اللہ! میں معاملہ میں تجھ سے ثابت قدمی کا اور راست روی (رشد و ہدایت) میں پختگی کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے تیری نعمتوں کے شکر اور تیری حسن عبادت کی توفیق مانگتا ہوں اور تجھ سے تمام برائیوں سے پاک وصاف دل اور سچ کہنے والی زبان کا طلب گار ہوں اور تجھ سے ان چیزوں کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں جنہیں تو جانتا ہے اور ان چیزوں کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں جنہیں تو جانتا ہے اور میں تجھ سے ان گناہوں کی مغفرت طلب کرتا ہوں جو تیرے علم میں ہیں۔'' (مسند أحمد، حدیث: 17114 اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں، حدیث: 1800 روایت کیا ہے۔ از مترجم)

درس 2

ماہ رمضان کی خصوصیات

سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے ماہ رمضان کو روزے کی فضیلت سے خاص کیا اور رمضان کو وہ مہینہ بنایا جس میں جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور درود وسلام اللہ کے بندے اور رسول محمد ﷺ پر جنھوں نے سب سے بہتر نماز پڑھی، روزہ رکھا، تہجد پڑھی اور قیام کیا اور آپ کی آل واصحاب پر۔ امابعد:

یقیناً ماہ رمضان کی بہت بڑی خصوصیات ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کو باقی مہینوں پر فضیلت بخشی ہے۔ وہ خصوصیات درج ذیل ہیں:

① اس مہینے میں قرآن نازل ہوا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ﴾

”رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت کے واضح اور حق و باطل سے جدا کرنے والے دلائل ہیں۔“ (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 185)

رمضان میں نازل ہونے کا معنی یہ ہے: رمضان میں قرآن کے نزول کی ابتدا ہوئی اور یہ قدر والی رات تھی۔

② اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

③ اس میں جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔

④ اس میں شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الجَنَّةِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ

الشَّيَاطِينُ»

”جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔“ (صحيح البخاري، حديث: 3277، و صحيح مسلم، حديث: 1079)

اور ایک روایت میں ہے:

«إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتْ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَيُنَادِي مُنَادٍ يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ»

”جب ماہ رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیطان اور سرکش جن جکڑ دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، پس ان میں سے کوئی بھی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں پس ان میں سے کوئی بھی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔ پکارنے والا پکارتا ہے: خیر کے طلب گار! آگے بڑھ اور شر کے طلب گار! رُک جا۔“ (جامع الترمذي، حديث: 682، و سنن النسائي، حديث: 2107، و سنن ابن ماجه، حديث: 1642 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔ اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے، حدیث: 3435 اور حاکم نے بھی، حدیث: 1532)

اس حدیث میں رمضان کی بعض خصوصیات کا ذکر ہے جو یہ ہیں:

مومنوں کے کثرت اعمال کی وجہ سے جنت کے دروازوں کا کھلنا، مومنوں کو اس ماہ میں کثرت اعمال کی ترغیب دینا، ان پر اللہ کی رحمت اور ان کے گناہ کم ہونے کی وجہ سے جہنم کے دروازوں کا بند ہونا اور شیطانوں کا جکڑ دیا جانا کہ وہ جس طرح باقی مہینوں میں آزاد ہوتے ہیں، اس میں نہیں ہوتے۔

⑤ اس میں لیلۃ القدر ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، حدیث میں ہے:

«وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

”اور جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر کا قیام کیا، اس کے پچھلے گناہ

معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' (صحيح البخاري، حديث: 1901، و صحيح مسلم، حديث: 760 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے)

⑥ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو روزے کی فرضیت کے ساتھ خاص کیا ہے جو نیک اعمال میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ، الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ، قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: إِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ»

''ابن آدم کا ہر عمل بڑھایا جاتا ہے: نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک (بڑھا دی جاتی ہے)، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سوائے روزے کے، (کیونکہ) وہ (خالصتاً) میرے لیے ہےاور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔'' (صحیح مسلم، حدیث: 1151 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے)

⑦ جس نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کہ ساتھ رکھے، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

''جس نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھے، اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔'' (صحيح البخاري، حديث: 38، و صحيح مسلم، حديث: 760 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے)

ایمان سے مراد یہ ہے: اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اور روزے پر ملنے والے ثواب کی تصدیق کرتے ہوئے۔

احتساب کا معنی یہ ہے: اجر وثواب کی نیت سے روزہ رکھنا، دکھلاوے اور ریا کاری کے لیے نہیں۔

⑧ رمضان میں عمرے کا ثواب حج کے ثواب کے برابر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ تَقْضِي حَجَّةً» أَو قَالَ: «حَجَّةً مَعِي»

''رمضان میں عمرہ حج کرنے کے برابر ہے۔'' یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے ساتھ حج کرنے کے برابر

ہے۔" (صحيح البخاري، حديث: 1863، و صحيح مسلم، حديث: 1256 ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے)

⑨ جس نے رمضان میں کسی روزے دار کا روزہ افطار کروایا، اسے روزے دار جیسا ثواب ملے گا۔ سیدنا زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا»

"جس نے کسی روزے دار کا روزہ افطار کروایا، اُس کو روزے دار جیسا ثواب ملے گا اور روزے دار کے اجر سے کچھ بھی کم نہیں ہوگا۔" (جامع الترمذي، حديث: 807، و سنن ابن ماجه، حديث: 1746 اور ترمذی نے کہا: حدیث حسن صحیح ہے۔)

اور روزہ افطار کروانے والے کو کھانا کھلانے کا ثواب بھی حاصل ہوگا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا:

«أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟»

"کون سا اسلام بہتر ہے؟"

فرمایا:

«تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ»

"تم کھانا کھلاؤ اور ہر جاننے اور نہ جاننے والے کو سلام کرنا۔" (صحيح البخاري، حديث: 12، و صحيح مسلم، حديث: 39 عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت سے)

پیارے بھائیو! ہمارے پاس بابرکت مہینہ آیا ہے اور بڑا عظیم موقع ہے جس میں اللہ تعالیٰ اجر کو بڑھا دیتا ہے، بہت زیادہ عطا کرتا ہے اور ہر رغبت والے کے لیے نیکیوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ یہ خیرات اور برکات کا مہینہ ہے۔ یہ کرم نوازی اور عطا کا مہینے ہے۔

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ﴾

"رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت کے واضح اور حق و باطل سے جدا کرنے والے دلائل ہیں۔" (سورة البقرة: 2، آیت: 185)

پس اللہ تعالیٰ کو نیکیاں کما کر دکھاؤ اور اس میں دین پر عمل کرنے اور تقویٰ حاصل کرنے کی پوری کوشش کرو جو بہترین زادِ راہ ہے۔

اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں سے بنانا جو ایمان اور ثواب کی نیت کے ساتھ رمضان کے روزے رکھتے اور اس کا قیام کرتے ہیں۔ اور ہمیں نیکیاں حاصل کرنے کی توفیق دینا اور محرمات سے بچائے رکھنا اور ہماری کوتاہیوں کو معاف کر کے ہمارے درجات کو بلند فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 3

روزے کے فضائل

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جو بہترین تدبیر کرنے والا، احسان کرنے والا، بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ درود و سلام ہمارے نبی محمد ﷺ پر جو سب رسولوں سے افضل ہیں اور آپ کی آل اور اصحاب پر اور اس پر جو احسان کے ساتھ ان کا اتباع کرے۔ اما بعد:

روزے کے فضائل کے بارے میں بہت ساری احادیث وروایات بیان ہوئی ہیں، ان میں درج ذیل زیادہ نمایاں ہیں:

① اللہ تعالیٰ نے روزے تمام امتوں پر فرض کیے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝﴾

”اے مومنو! تم پر روزے فرض کیے گے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم پرہیز گار بنو۔“ (سورة البقرة: 2، آیت: 183)

اگر روزہ عظیم عبادت نہ ہوتی، اور مخلوق کو عبادت کے لیے اس کی حاجت نہ ہوتی اور اس پر بہت زیادہ اجر وثواب نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ تمام امتوں پر اسے فرض نہ کرتا۔

② روزے کے فضائل میں سے یہ بھی ہے: اللہ تعالیٰ اس کی جزا اور ثواب کا بدلہ خاص اپنے پاس سے دے گا۔ بخاری اور مسلم میں روایت ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ»

’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے روزے کے، وہ صرف میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔‘‘ (صحيح البخاري، حديث: 1805 اور صحيح مسلم، حديث: 1151)

دوسری روایت میں ہے:

«كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ، الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمائَةِ ضِعْفٍ، قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: إِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي»

’’ابنِ آدم کا ہر عمل بڑھایا جاتا ہے، نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک (بڑھا دی جاتی ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سوائے روزے کے (کیونکہ) وہ (خالصتاً) میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا، وہ میرے لیے اپنی خواہشات اور کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔‘‘ (صحيح مسلم، حديث: 1151)

اس حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ وہ روزے دار کو اپنے پاس سے خاص بدلہ دے گا اور جیسے کہا جاتا ہے کہ عطا اور بدلہ، دینے والے کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو سب سے زیادہ عطا کرنے والا ہے۔ یہ روزے کے اجرِ عظیم پر دلیل ہے۔ روزے کی جو عزت وشرف اور مقام ہے، اللہ تعالیٰ کو اس سے جو محبت ہے اور اس میں جو اللہ کے لیے خلوص ہے، اسی وجہ سے روزے کو باقی اعمال میں سے خاص کیا گیا کیونکہ روزہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان راز ہوتا ہے اور دوسرا کوئی اس پر مطلع نہیں ہوتا۔ روزہ دار خلوت میں لوگوں کی آنکھوں سے دور ہوتا ہےاور حرام کردہ چیزوں پر قدرت رکھنے کے باوجود روزے کی حالت میں ان کا ارتکاب نہیں کرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کا رب خلوت میں بھی اس پر مطلع ہے اور اس نے اس پر یہ چیزیں حرام کی ہیں، لہٰذا وہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے ان کو چھوڑ دیتا ہے۔ یوں روزہ باقی تمام اعمال سے زیادہ اخلاص کے قریب ہے۔

پھر روزہ میں بھوک اور پیاس کی شدت پر صبر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر ہے کہ اس پر قائم رہنا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانی سے صبر (نفس کو گناہوں سے روک کر رکھنا) ہے۔ یوں روزے میں صبر کی تینوں قسمیں جمع ہوجاتی ہیں، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

’’بلاشبہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے شمار ملے گا۔‘‘ (سورة الزمر: 39، آیت: 10)

اگر کوئی استاذ اپنے لائق شاگردوں میں انعامات تقسیم کرے اور ایک شاگرد کو کہے: اے فلاں! تمہارے لیے میرے پاس خاص انعام ہے تو یہ خاص انعام اس کے ساتھیوں سے بہت اعلیٰ ہوگا، اسی طرح روزے کا بدلہ اللہ تعالیٰ خاص اپنے پاس سے دے گا۔

③ روزے کے فضائل میں سے یہ بھی ہے: روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے، بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ»

’’اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! قیامت کے دن روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہوگی۔‘‘ (صحيح البخاري، حديث: 1894 اور صحيح مسلم، حديث: 1151)

خلوف وہ ناپسندیدہ بو ہوتی ہے جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ بو روزے جیسی عظیم عبادت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اسی لیے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری سے زیادہ محبوب ہے۔

④ روزے کے فضائل میں سے یہ بھی ہے: اس سے گناہوں اور برائیوں کو مٹا دیا جاتا ہے، جیسا کہ بخاری و مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

’’جس نے رمضان کے روزے ایمان اور خالص نیت کے ساتھ رکھے، اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔‘‘ (صحيح البخاري، حديث: 38 اور صحيح مسلم، حديث: 760)

اس حدیث میں گناہوں کی معافی کا جو بیان ہے، اس سے مراد چھوٹے گناہ ہیں، آپ ﷺ کے اس فرمان کے مطابق:

«الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمْعَةُ إِلَى الْجُمْعَةِ، وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ، مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ»

''پانچ نمازیں، ایک جمعہ (دوسرے) جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک، درمیانی عرصے میں ہونے والے گناہوں کو مٹانے کا سبب ہیں اگر (انسان) کبیرہ گناہوں سے اجتناب کر رہا ہو۔'' (صحیح مسلم، حدیث:233)

⑤ روزے کی ایک فضیلت یہ بھی ہے جو حدیث سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہما کی حدیث میں بیان ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ أَيْنَ الصَّائِمُونَ فَيَقُومُونَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَإِذَا دَخَلُوا أُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ»

''جنت کا ایک دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں، قیامت کے دن اس دروازہ سے صرف روزے دار ہی (جنت میں) داخل ہوں گے، ان کے سوا اور کوئی اس میں داخل نہیں ہوگا، پکارا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ وہ کھڑے ہو جائیں گے ان کے سوا اس سے اور کوئی نہیں جائے گا۔ اور جب یہ لوگ اندر چلے جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا، پھر اس سے کوئی نہ جا سکے گا۔'' (صحيح البخاري، حدیث:1894، صحیح مسلم، حدیث:1152)

⑥ روزے کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ روزہ ڈھال (بچانے والا) ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق: «الصِّيَامُ جُنَّةٌ» ''روزہ ڈھال ہے۔'' (صحيح البخاري، حدیث:1894، صحیح مسلم، حدیث:1151)

یعنی: روزہ دار کو لغو اور بے حیائی کے کاموں سے بچا لیتا ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«فَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ»

’’اگر کوئی تم میں سے روزے سے ہوتو وہ فحش گوئی نہ کرے اور شور نہ مچائے، اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا لڑنا چاہے تو وہ صرف یہ جواب دے کہ میں ایک روزہ دار آدمی ہوں۔‘‘ (صحيح البخاري، حديث: 1904، صحيح مسلم، حديث: 1151 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔ اور یہ لفظ مسلم کی روایت کا ہے۔)

اس میں انسان کے لیے ہدایت ہے کہ وہ روزے جیسی احترام والی عبادت کی وجہ سے برائی اور گالی کا بدلہ نہ لے، لہٰذا اگر کوئی تمہارے حق میں غلطی کرے اور تم روزے دار ہو تو اسے کہو: میں ایک روزے دار آدمی ہوں۔

اسی طرح ’’روزہ ڈھال ہے‘‘ یعنی: جہنم کی آگ سے ڈھال اور اس سے بچنے کا سبب ہے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«قَالَ رَبُّنا عَزَّ وجَلَّ: الصيامُ جُنَّةٌ يَستَجِنُّ بها العَبدُ مِن النَّارِ»

’’ہمارا رب عز وجل فرماتا ہے: روزہ ڈھال ہے جس کے ذریعے سے روزے دار آگ سے بچتا ہے۔‘‘ (مسند أحمد، حديث: 14669 اور اس کی سند کو منذری نے الترغيب و الترهيب میں: 2/83، اور ہیثمی نے مجمع الزوائد میں: 3/180 صحیح کہا ہے۔)

⑦ روزے کے فضائل میں سے یہ بھی ہے: روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں:

ایک خوشی روزہ افطار کرنے کے وقت کہ روزہ مکمل ہوا اور یہ عظیم عبادت مکمل ہوئی، لہٰذا جب روزے دار روزہ افطار کرنے کے لیے دستر خوان پر خوشی اور مسرت سے آتا ہے تو اسے یہی خوشی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر احسان کیا اور اس نے آج کا روزہ پورا کر لیا۔

پھر اس کے لیے دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی جب وہ روزے کا اجر وثواب پائے گا جو اس کے لیے ذخیرہ کیا گیا ہے جس دن اس کو اس کی شدید ضرورت ہوگی۔

اے اللہ! ہمیں رمضان کے روزے اور قیام کی توفیق دے، اس طرز پر جو تجھے راضی کر دے اور ہمیں ان اعمال اور اقوال کی توفیق دے جو تجھے پسند ہیں۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل و اصحاب پر۔

درس 4

روزے کی حقیقت

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو ہر چیز کا مالک اور ہر عیب سے پاک اور سلامتی والا ہے، جو عظمت اور ہمیشہ باقی رہنے میں یکتا ہے۔ درود وسلام ہوں ہمارے نبی محمد ﷺ پر جو سب سے افضل و اعلیٰ ہیں اور اور آپ کی آل اور صحابۂ کرام پر۔ امابعد:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے روزے کی فرضیت کی حکمت کو ہم پر واضح کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝﴾

''تاکہ تم پرہیزگار بنو۔'' (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 183)

روزے فرض کرنے کی حکمت اللہ تعالیٰ کا تقویٰ حاصل کرنا ہے۔ یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب گناہوں سے بچا جائے، نیک اعمال کیے جائیں اور بندے کا حال جس طرح بغیر روزے میں ہوتا ہے روزے کی حالت میں اس طرح نہ ہو۔

روزے کا یہ فائدہ ہم بہت سارے مومنوں میں پاتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہوتی ہے کہ رمضان داخل ہوتے ہی ان کی حالت رمضان سے پہلے کی حالت سے بہت ہی بہتر ہو جاتی ہے۔ وہ مسجدوں میں جانے لگتے ہیں اور عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

اے مسلمان بھائی! تو بھی اپنے روزے کا جائزہ لے۔ کیا تجھے اپنے روزے میں یہ فائدہ نظر آتا ہے اور وہ ہے اللہ عزوجل کا تقوی (پرہیزگاری)؟ اگر تو رمضان میں اپنے نفس کو زیادہ نیکیاں کرنے کی طرف مائل دیکھے تو سمجھ لے کہ تیرا روزہ اپنا مقصود پا رہا ہے۔ مگر جس کی حالت رمضان میں رمضان سے پہلے کی حالت جیسی رہی یا اس سے بھی بری ہوگئی تو ایسے شخص کو اپنے اندر جھانکنا اور اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کیونکہ روزے کا جو مقصود و مطلوب تھا: ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ ''تاکہ تم پرہیزگار بنو'' حاصل نہیں کر سکا۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ»

''جو روزے کی حالت میں جھوٹی بات کہنے اور اس پر عمل کرنے سے باز نہیں آتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا اور پیاسا رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔'' (صحيح البخاري، حديث: 1903، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

یہ عظیم حدیث روزے کی حقیقت کو کھول کر بیان کرتی ہے کہ روزہ صرف کھانے پینے اور دیگر روزہ توڑنے والی چیزوں سے اپنے آپ کو روکنے کا ہی نام نہیں ہے بلکہ قولی اور فعلی گناہوں سے بھی رکنا روزے کا مقصود ہے، اگرچہ یہ ہر وقت مطلوب ہے لیکن روزے کی حالت میں اور زیادہ ضروری ہو جاتا ہے۔

نبی ﷺ نے قولی گناہ کو ''جھوٹی بات سے'' تعبیر فرمایا ہے اور فعلی گناہ کو ''اور اس پر عمل کرنے سے'' تعبیر فرمایا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ روزے کی حالت میں ہر گناہ روزے کو مجروح کر دیتا اور اس کے اجر کو کم کر دیتا ہے۔ جب یہ گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو روزہ دار اس مرحلے میں داخل ہو جاتا ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے:

«فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ»

''اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا اور پیاسا رہنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔''

اس لیے روزے دار کو اپنے روزے کی حفاظت کرنی چاہیے کہ وہ اپنے اعضاء کو حرام چیزوں سے محفوظ رکھے، لہٰذا اپنی زبان کو حرام بات سے روکے، اپنی نظر کی حرام چیزوں سے حفاظت کرے، اپنے کانوں کو حرام سننے سے محفوظ رکھے اور جسم کے تمام اعضاء کو گناہوں سے بچائے۔

بہت سارے سلف صالحین جب روزہ رکھتے تو مساجد میں بیٹھے رہتے اور فرماتے: ہم اپنے روزے کی حفاظت کے لیے بیٹھے ہیں تاکہ کسی کی غیبت نہ کریں۔

اس حدیث میں جو الفاظ آئے ہیں:

«فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ»

''اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا اور پیاسا رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔''

تو یہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ایسے روزے دار کو کوئی اجر وثواب نہیں ملتا، اگرچہ ایسے روزے سے فرض ادا ہو جائے گا کیونکہ اس نے روزہ توڑنے والی چیزوں سے اپنے آپ کو روکے رکھا تو اس سے فرض تو ادا ہو گیا لیکن اجر وثواب اسے نہیں ملے گا۔

اس کی مثال اس نمازی کی طرح ہے جو تکبیر سے لے کر سلام تک نماز میں خیالات و وسوسوں میں رہے، ایسی نماز سے فرض تو ادا ہو جائے گا کیونکہ نمازی نے نماز کے ارکان وشرطیں اور واجبات پورے کیے ہیں لیکن اسے نماز کا اتنا ہی اجر ملے گا جو اس نے سمجھ کر پڑھی۔

ہر مسلمان مرد اور عورت کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب وہ کسی قولی وفعلی برائی کرنے کا ارادہ کرے تو یاد کرے کہ وہ روزے سے ہے۔

وہ اس برائی سے اپنے آپ کو روک لے، چاہے بطور دفاع ہی کیوں نہ ہو، حالانکہ دفاع کرنا اصل میں جائز ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ﴾

''اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو جیسی زیادتی وہ تم پر کرے ویسی ہی تم اس پر کرو۔'' (سورة البقرة: 2، آیت: 194)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«الْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِئِ مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ»

''ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے والے دو شخص جو کچھ بھی کہتے ہیں اس کا وبال پہل کرنے والے پر ہے

جب تک مظلوم حد سے تجاوز نہ کرے۔" (صحیح مسلم، حدیث: 2587 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

اگر تمہیں کوئی گالی دے تو تمہیں اس کو اسی جیسی گالی دینے کا حق ہے، لیکن اگر تم روزے سے ہو تو روزے کی عبادت کا احترام کرتے ہوئے گالی کا جواب گالی سے نہ دو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ»

"اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا لڑنا چاہے تو اس کا جواب صرف یہ ہو کہ میں ایک روزہ دار آدمی ہوں۔" (صحيح البخاري، حديث: 1904، و صحيح مسلم، حديث: 1151 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

اے اللہ! ہمارے رمضان کے مہینے میں برکت ڈال دے۔ اور ہمیں صیام اور قیام کرنے کی اس طرح توفیق دے جیسے تجھے پسند ہے۔ اور ہمیں اپنے غضب اور نافرمانی سے محفوظ فرما اور ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو معاف فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 5

روزہ توڑنے والی چیزیں

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مخلوق کی کامل ترین آداب کی طرف رہنمائی فرمائی اور اپنے رحمت اور سخاوت کے خزانوں کا ہر دروازہ کھولا۔ درود وسلام ہمارے نبی محمد ﷺ اور آپ کی آل اور اصحاب پر اور اُن پر جو نیکی کے ساتھ قیامت کے دن تک ان کی پیروی کرنے والے ہیں۔ اما بعد:

یہ ان چیزوں کا مختصر بیان ہے جن سے روزہ دار کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے روزہ توڑنے والی چیزوں کے اصول اپنے اس فرمان میں بیان کردیے ہیں:

﴿فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ﴾

''اب (تم کو اختیار ہے کہ) ان سے مباشرت کرو، اور اللہ نے جو چیز (اولاد) تمھارے لیے لکھ رکھی ہے اس کو (اللہ سے) طلب کرو اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے، پھر روزہ (رکھ کر) رات تک پورا کرو۔'' (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 187)

مختصر طور پر جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، ان کی سات قسمیں ہوسکتی ہیں:

پہلی قسم: یہ سب سے بڑی قسم ہے اور اس کا سب سے بڑا گناہ ہے، یعنی روزے کی حالت میں ہمبستری کرنا۔

جس نے اس کام کا ارتکاب رمضان کے دن میں روزے کی حالت میں کیا، اس پر یہ سزا مرتب ہوگی:

1. اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔
2. باقی دن اسے اپنے آپ کو تمام کھانے پینے اور دیگر امور سے، جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، روکنا ہوگا۔
3. اُس روزہ کی قضا کرنی ہوگی۔

④ سچی توبہ کرنی ہوگی۔

⑤ اس کا بڑا کفارہ دینا ہوگا۔ وہ یہ کہ ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ اگر یہ ممکن نہ ہوتو دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے۔ اگر یہ نہ کر سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

غلام آزاد کرنا چونکہ آج دنیا سے ختم ہو چکا ہے، اس لیے اب دو مہینے کے روزے رکھنے ہیں۔ جو روزے رکھ سکتا ہو، اسے روزے ہی رکھنے ہوں گے۔ جو روزے نہ رکھ سکے وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

دوسری قسم: اپنے اختیار سے جان بوجھ کر منی نکالنا (خود لذتی کرنا)، یہ روزے کو توڑ دیتا ہے۔ ہاں اگر احتلام ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

البتہ شہوت کی شدت سے جو پتلا پانی نکل آتا ہے، جسے مذی کہتے ہیں، اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں راجح قول یہی ہے کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (دیکھیں: الأخبار العلمية من الاختيارات الفقهية، ص: 160)، شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ (دیکھیں: مجموع فتاوٰی ابن باز: 268/15) اور شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ (دیکھیں: مجموع فتاوٰی ابن عثیمین: 191/19) نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، کیونکہ ظاہری طور پر کوئی ایسی دلیل نہیں جو اس بات پر دلالت کرے کہ مذی کے نکلنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

اصل روزے کا صحیح ہونا ہی ہے (اور روزے کے ٹوٹنے کا حکم تب لگایا جائے گا جب کوئی واضح دلیل موجود ہو جو روزہ ٹوٹنے پر دلیل بن سکے)۔

تیسری قسم: کھانا پینا، خواہ وہ کسی قسم کا بھی ہو۔ جہاں تک بو اور خوشبو سونگھنے کا تعلق ہے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ بو اور خوشبو سونگھنے سے کوئی بھی چیز پیٹ میں نہیں جاتی۔

اسی طرح تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اس پر تمام اہل علم متفق ہیں۔

چوتھی قسم: وہ چیزیں جو کھانے پینے کے حکم میں ہیں۔ ان میں غذائی ٹیکے شامل ہیں۔ اور یہ وہ ٹیکے ہیں جو کھانے پینے کے حکم میں ہیں۔ ان سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، البتہ جو ٹیکے غذائی نہیں بلکہ بطور علاج لگوائے جاتے ہیں تو ان سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ یہ نہ تو کھانا پینا ہیں اور نہ کھانے پینے کے حکم ہی میں ہیں۔

اسی طرح خون لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ یہ کھانے پینے کے حکم میں ہے، مثلاً: کسی شخص کا خون زیادہ بہہ جائے تو اسے خون لگایا جائے، تو اِس سے اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ خون غذاء اور کھانے پینے کا نتیجہ ہے۔

لیکن اگر اسے اس کی ضرورت پڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ کسی شخص کا حادثہ ہو جائے اور اسے خون لگوانے کی ضرورت پڑ جائے تو اسے خون لگانے میں کوئی حرج نہیں لیکن وہ اس دن کے روزہ کی قضا کرے گا۔

جہاں تک روزے دار کے لیے برش اور ٹوتھ پیسٹ کا استعمال ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ پیسٹ پیٹ میں نہ جائے۔

پانچویں قسم: حجامہ کے ذریعے سے خون نکلوانا، نبی ﷺ کے اس فرمان کی روشنی میں:

«أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ»

''حجامہ کرنے والا اور حجامہ کروانے والا (دونوں) کا روزہ ٹوٹ گیا۔'' [1] (سنن أبي داود، حديث: 2367، و سنن ابن ماجه، حديث: 1680، اور احمد، نمبر: (22371) ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت سے، اور امام احمد نے اس کو صحیح کہا، اور فرمایا: اس باب میں یہ حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے۔ اور اسے ابن حبان اور حاکم نے بھی صحیح کہا۔ دیکھیں: التلخيص الحبير: 2/369)

لہٰذا راجح قول کے مطابق حجامہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی قول کو امام ابن تیمیہ (دیکھیں: الأخبار العلمية من الاختيارات الفقهية، ص: 160)، ابن القیم (دیکھیں: زاد المعاد: 4/56)، ابن باز (دیکھیں: مجموع فتاوى ابن باز: 15/258) اور ابن عثیمین رحمہم اللہ (دیکھیں: مجموع فتاوى ابن عثيمين: 18/192) نے اختیار کیا۔

ٹیسٹ کے لیے خون نکلوانے کو حجامہ پر قیاس کیا جائے گا۔ اگر خون زیادہ مقدار میں نکالا جائے جو حجامہ کے خون کے حکم میں ہو یا اس سے بھی زیادہ (تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا) اور اگر تھوڑی مقدار میں ہو جیسے شوگر ٹیسٹ کروانے کے لیے نکالا جاتا ہے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

چھٹی قسم: جان بوجھ کر قے کرنا، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

[1] شیخ حفظہ اللہ اپنی کتاب السلسبيل في شرح الدليل (4/79) میں تحریر کرتے ہیں: اور حجامہ کروانے والے کے بارے میں حکمت یہ ہے کہ (خون نکلنے کی وجہ سے) وہ کمزور ہو جاتا ہے جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے اور جو حجامہ کرنے والا ہے، تو ابو العباس ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "حجامہ کرنے والا وہ بوتل میں موجود ہوا کو چوس کر اپنی طرف کھینچتا ہے اور ہوا اس میں موجود خون کو کھینچتی ہے تو شاید کچھ خون ہوا کے ساتھ اٹھ کر اس کے حلق میں داخل ہو گیا ہو جس کا اس کو احساس بھی نہیں ہو۔'' (مجموع الفتاوٰی ابن تیمیہ: 25/257) اس بنا پر اگر حجامہ چوسنے کے بغیر کیا گیا ہو جیسا کہ اس وقت موجود مشینوں کے ذریعے سے کیا جاتا ہے تو حجامہ کرنے والے کا روزہ نہ ٹوٹے گا، اور اگر حجامہ اس طریقے سے کیا گیا ہو جو طریقہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھا کہ جس میں حجامہ کرنے والا حجامہ کروانے والے کا خون چوستا تھا تو اس سے حجامہ کرنے والے کا روزہ باطل ہو جائے گا۔ (دیکھیں: مجموع الفتاوٰی ابن تیمیہ: 25/258)

«مَنْ ذَرَعَهُ قَيْءٌ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ، وَإِنِ اسْتَقَاءَ فَلْيَقْضِ»

''جس کو خود سے قے آجائے اور وہ روزے سے ہو تو اس پر قضا نہیں ہے اور اگر جان بوجھ کر قے کرے تو قضا کرے۔'' (سنن أبي داود، حديث: 2380، جامع الترمذي، حديث: 720، سنن ابن ماجه، حديث: 1676، مسند أحمد، حديث: 10463۔ اور یہ لفظ ابوداؤد کی روایت کا ہے اور ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے اور نووی نے المجموع میں (316/6) اور ابن الملقن نے البدر المنير میں [659/5])

اس حدیث کو بعض اہل علم رحمہم اللہ موقوف (سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول) سمجھتے ہیں اور اسے مرفوع (نبی ﷺ کا قول) صحیح نہیں سمجھتے لیکن اکثر اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے کہ جو جان بوجھ کر قے کرے، اس پر قضا ہے اور جسے خود قے آجائے، اس پر قضا نہیں اور اس کا روزہ صحیح ہے۔

ساتویں قسم: حیض اور نفاس کا خون نکلنا۔ اس میں خون کا نکلنا معتبر ہے۔ جب عورت خون دیکھے تو اس کا روزہ باطل ہو جائے گا، اگرچہ سورج غروب ہونے سے ایک منٹ پہلے ہی ہو اور اگر اسے حیض کی دردیں محسوس ہوں لیکن سورج غروب ہونے کے بعد خون نکلا تو اس کا روزہ صحیح ہے۔

ان روزہ توڑنے والی چیزوں کا ارتکاب اگر انسان جان بوجھ کر اپنی مرضی سے کرے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن اگر بھول کر کرلے تو اس کا روزہ صحیح ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ نَسِيَ وَهُوَ صَائِمٌ، فَأَكَلَ أَوْ شَرِبَ، فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللهُ وَسَقَاهُ»

''جو شخص روزے کی حالت میں بھول گیا اور اس نے کھا لیا یا پی لیا تو وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ (گویا بھول کر جو کھایا یا پیا) وہ اسے اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے۔'' (صحيح مسلم، حديث: 1155 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

اے اللہ! جس طرح تجھے پسند ہے اور جس طرح تو راضی ہوتا ہے اسی طرح اس ماہ میں ہمیں روزے رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں ان لوگوں میں شامل کر دے جنہیں تو نے آگ سے آزاد کر دیا اور ہماری، ہمارے والدین کی اور تمام زندہ اور فوت شدہ مسلمانوں کی مغفرت فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل و اصحاب پر۔

درس 6

دورِ حاضر میں روزہ توڑنے والی چیزیں

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہر چیز کو ٹھیک طریقے سے پیدا کیا۔ وہ ہر مخلوق کی اصل اور مصدر کو جانتا ہے اور ام الکتاب (لوح محفوظ) میں جو اس نے فیصلہ کیا، اسے لکھ دیا۔ جسے وہ آگے بڑھائے، اسے پیچھے کرنے والا کوئی نہیں اور جسے وہ پیچھے کر دے، اسے کوئی آگے نہیں بڑھا سکتا۔ درود وسلام اللہ تعالیٰ کے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل اور صحاب پر بہت زیادہ سلام۔ اما بعد:

پچھلے درس میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے روزہ توڑنے والی چیزوں کے اصول اپنے اس فرمان میں بیان کر دیے ہیں:

﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ﴾

''اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے، پھر روزہ (رکھ کر) رات تک پورا کرو۔'' (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 187)

اس میں ضابطہ یہ ہے: ان ہی چیزوں سے روزہ ٹوٹے گا جو واضح اور صاف الفاظ میں منصوص ہیں یا منصوص کے معنی میں ہیں۔

اصل روزے کا صحیح ہونا ہی ہے (اور روزے کے ٹوٹنے کا حکم تب لگایا جائے گا جب کوئی واضح حکم موجود ہو جو روزہ ٹوٹنے پر دلیل بن سکے)۔

دورِ حاضر کی مشہور و معروف چیزیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، وہ یہ ہیں:

پہلی قسم: وہ چیزیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے:

① **گردوں کا واش (ڈائیلاسز) کروانا:** وہ چاہے ہیموڈائیلیسس کے ذریعے سے ہو (Hemodialysis) یا پیریٹونیل ڈائیلیسس (Peritoneal dialysis) کے ذریعے سے دونوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور یہی فتویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية و الافتاء نے شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کی سربراہی میں جاری کیا۔ (دیکھیں: فتاوی اللجنة الدائمة: 10/190-191) لہٰذا جو گردہ واش (ڈائیلاسز) کرواتا ہے، اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر وہ رمضان کے بعد روزے رکھنے کی استطاعت رکھتا ہو تو قضا کرے اور اگر استطاعت نہ رکھتا ہو تو ہر روزے کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔

② **سگریٹ نوشی:** سگریٹ پینا حرام ہے کیونکہ یہ صحت کے لیے مضر ہے اور ڈاکٹروں کا اتفاق ہے کہ یہ صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ جہاں تک روزہ پر اس کا اثر ہے تو سگریٹ نوشی سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (اسی طرح جو بھی چیز تمباکو نوشی کے زمرے میں آتی ہے جیسے نسوار رکھنا یا کسی بھی انداز سے تمباکو استعمال کرنا، اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے)۔

③ **خون دینا:** خون دینے کا حکم بھی حجامہ کروانے کی طرح ہے، لہٰذا خون دینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ جو کسی کو خون دینا چاہے، وہ رات کو دے مگر ضرورت پڑنے پر روزے کی حالت میں خون دے سکتا ہے، جیسے کسی مریض انسان کا خون بہ جائے یا اس طرح کا کوئی حادثہ ہو اور اسے خون کی ضرورت ہو تو روزے دار خون دے سکتا ہے مگر اس کو اس دن کا روزہ قضا کرنا ہوگا۔

④ **خون ٹیسٹ کروانا:** اگر ٹیسٹ کروانے کے لیے زیادہ خون نکلوانا پڑے جو حجامہ کے معنی میں داخل ہو تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر نکالا ہوا خون تھوڑی مقدار میں ہو جیسے شوگر ٹیسٹ کے لیے ہوتا ہے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

⑤ **ناک کے قطرے:** اگر ناک کے قطرے پیٹ میں چلے جائیں تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر یہ قطرے ناک کے اندر ہی رہیں، پیٹ میں نہ جائیں تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس کی دلیل سیدنا لقیط بن صبرہ کی حدیث ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

«وَبَالِغْ فِي الِاسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا»

''اور ناک میں خوب پانی چڑھایا کرو مگر یہ کہ تم روزہ سے ہو۔'' (سنن أبي داود، حديث: 2366،

جامع الترمذي، حديث: 788، سنن النسائي، حديث: 87، سنن ابن ماجه، حديث: 407 اور ترمذی نے اسے صحیح قرار دیتے ہوئے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور ابن خزیمہ، حدیث: 150، اور ابن القطان نے بیان الوهم والإيهام: 592/5 میں)

یعنی اگر تم روزے سے ہو اور تم نے ناک میں پانی ڈالتے ہوئے مبالغہ کیا تو کبھی کبھی کچھ پانی پیٹ میں داخل ہوسکتا ہے جس سے روزہ کی صحت پر اثر پڑے گا۔ یہی قول ابن باز رحمہ اللہ (دیکھیں: مجموع فتاوی ابن باز: 261/15) اور ابن عثیمین رحمہ اللہ (دیکھیں: مجموع فتاوی ابن عثيمين: 206/19) نے اختیار کیا ہے۔

جس کو ناک میں قطرے ڈالنے کی ضرورت ہو تو اگر ممکن ہو سکے تو وہ رات تک مؤخر کردے، یہی متعین ہے اور اگر رات تک مؤخر نہ کرسکتا ہو اور دن ہی کو استعمال کرنا ضروری ہو تو اگر ناک کے قطرے پیٹ میں چلے جائیں تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر پیٹ میں نے جائیں تو روزہ باقی رہے گا۔

دوسری قسم: وہ چیزیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

① **کان کے قطرے:** کان میں قطرے ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اگر چہ اس کا ذائقہ حلق میں محسوس بھی ہو کیونکہ کان میں جانے والی چیز پیٹ میں نہیں جاتی۔ اسی طرح ائیر واش (Aear Wach) ہے، نیز جو علاج بھی کان کے راستے سے ہو، اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اور بنیادی اصول یہ ہے کہ روزہ صحیح ہے (اور روزے کے ٹوٹنے کا حکم تب لگایا جائے گا جب کوئی واضح دلیل موجود ہو جو روزہ ٹوٹنے پر دلیل بن سکے)۔

② **آنکھ کے قطرے:** آنکھ میں قطرے ڈالنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا اگر چہ اس کا ذائقہ حلق میں محسوس بھی ہو کیونکہ آنکھ میں ڈالی جانے والی چیز پیٹ میں نہیں جاتی۔ اسی طرح سرمہ ہے، اس کا بھی پیٹ میں جانے کا کوئی راستہ نہیں، اس لیے اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

③ **زبان کے نیچے رکھی جانے والی گولیاں:** یہ وہ گولیاں ہیں جو اکثر دل کے مریض لوگ زبان کے نیچے رکھتے ہیں اور زبان کے نیچے جلد چوس لیتی ہے تو ان سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ نہ تو وہ کھانے پینے کی چیز ہیں اور نہ کھانے پینے کے حکم ہی میں آتی ہیں، اور بنیادی اصول یہ ہے کہ روزہ صحیح ہے۔

④ **مرہم پٹی:** مرہم پٹی کسی بھی نوعیت کی ہو، چونکہ یہ نہ تو کھانے پینے کی چیز ہے اور نہ کھانے پینے کے حکم ہی میں آتی ہے، اس لیے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

⑤ **روزے کی حالت میں آکسیجن لینا:** اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ آکسیجن سانس کی طرح ہوتی ہے اور

معدے میں نہیں جاتی اور یہی راجح قول ہے۔

⑥ دمے کا انہیلر (Asthma Inhaler): اس کے استعمال سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ یہ انہیلر پھیپھڑوں اور نالیوں میں جاتا ہے اور اس میں سے بہت ہی تھوڑی مقدار معدے میں جاتی ہے جو کہ معاف ہے۔

مگر دمے کا علاج جو کیپسول کی شکل میں ہوتا ہے اور اس میں پاؤڈر جیسی چیز ہوتی ہے جس کو مریض اپنے منہ میں رکھتا ہے اور وہ تھوک کے ساتھ مل جاتی ہے اور وہ اسے نگل جاتا ہے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ اس کا جسم ہوتا ہے جو کھانے پینے سے مشابہت رکھتا ہے۔

⑦ گیسٹر واسکوپ (Gastroscope) جو منہ کے ذریعے ڈالی جاتی ہے: اگر اسے بغیر کسی چیز کے ڈالا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ اگر انڈوسکوپ (Endoscope) کے ساتھ چیزیں ڈالی جائیں جیسے اس پر کوئی چکنائی والی چیز یا ٹیوب ڈالی جاتی ہے جس کے ذریعے سے صفائی کے لیے پانی داخل ہوتا ہے تو اس طرح روزہ باطل ہو جاتا ہے۔

سپیکولم (Speculum) جو عورت کی شرم گاہ (Vagina) کے ذریعے، یا دبر (پاخانہ) وغیرہ کے ذریعے استعمال ہوتے ہیں تو یہ سب روزے کو فاسد نہیں کرتے، خواہ وہ کسی چکنائی والی چیز سے ہوں یا اس کے بغیر۔

پوسٹوریس (Suppositories) جو دبر کے راستے یا عورت کی شرم گاہ (Vagina) وغیرہ میں ڈالی جاتی ہے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ یہ نہ کھانے کی چیز ہے نہ پینے کی اور نہ کھانے پینے کے حکم ہی میں ہیں۔

⑧ سُن کرنا: اگر جسم کے کسی ایک حصے کو سن کیا جائے تو یہ عمل روزے کو متاثر نہیں کرتا، اس سے روزہ صحیح ہے۔ جب پورے جسم کو سن کیا جائے اور پوارا دن بے ہوشی کی حالت میں رکھا جائے تو اس کا روزہ درست نہیں ہوگا اور اس پر اس دن کی قضاء کرنا لازم ہوگا لیکن اگر اس میں پورا دن شامل نہ ہو اور وہ دن کے کچھ حصے کے لیے جاگ جائے، چاہے اس کے آغاز میں یا درمیان میں یا آخر میں تو پھر روزہ درست ہوگا۔

⑨ دانت نکلوانا: دانت نکلوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ دانت نکلنے سے تھوڑا بہت خون نکلتا ہے۔ اگر انسان کے اختیار کے بغیر جسم سے خون نکل آئے، جیسے نکسیر وغیرہ تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اے اللہ! ہمیں نیک اعمال کی توفیق عطا فرما، ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری خطاؤں کو مٹا دے۔

اور اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 7

روزے سے متعلق آیات کی تفسیر

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے اور درود وسلام ہمارے نبی محمد ﷺ اور آپ کی آل اور اصحاب پر اور جس نے قیامت کے دن تک ان کے راستہ کو اپنی ہدایت کا راستہ بنایا اور ان کی سنت کی پیروی کی۔ اما بعد:

اس درس میں روزے سے متعلق آیات کی تفسیر کا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ نے روزوں سے متعلق آیات کا آغاز اپنے اس فرمان سے کیا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾

''اے مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔'' (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 183)

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو آواز دے کر خبردار کیا ہے کہ روزہ ان پر فرض کیا گیا اور لکھ دیا گیا ہے۔

روزہ کی فرضیت کئی مراحل سے گزری:

پہلا مرحلہ: عاشوراء (دس محرم) کے روزے کا واجب ہونا اور یہ ہجرت کے بعد ہوا، پھر اس کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں جس سے عاشوراء کا روزہ واجب ہونا منسوخ ہو گیا اور عاشوراء کا روزہ رکھنا مستحب ٹھہر گیا۔

دوسرا مرحلہ: رمضان کے روزوں کا فرض ہونا، روزہ اور کھانا کھلانے کے اختیار کے ساتھ کہ اگر وہ چاہے تو روزے رکھ لے، اور چاہے تو ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے لیکن روزہ رکھنا، کھانا کھلانے سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ﴾

''اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں) وہ روزے کے بدلے محتاج کو کھانا کھلا دیں اور جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو اس کے حق میں زیادہ اچھا ہے۔'' (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 184)

تیسرا مرحلہ: پھر روزہ فرض عین ہوا اور (دوسرا مرحلہ) کہ اگر چاہے تو روزے رکھ لے اور چاہے تو کھانا کھلائے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾

''تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو، وہ پورے مہینے کے روزے رکھے۔'' (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 185)

اس مرحلہ وار روزے کے فرض ہونے میں حکمت یہ ہے کہ جب روزہ طبیعتوں پر گراں تھا اور اس زمانے کے لوگ اس سے روشناس نہیں تھے تو روزے کو مرحلہ وار فرض کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾

''جیسے تم سے پہلے لوگوں پر لکھا گیا۔'' (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 183)

اس کا معنی یہ ہے کہ نوح عَلَیْہِ السَّلَام سے لے کر بعد میں آنے والی تمام انبیاء کی امتوں پر روزہ فرض رہا۔ یہ روزے کی فضیلت اور اس کی بلند شان پر دلیل ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام شریعتوں میں امتوں پر روزہ فرض رکھا۔

جب یہ معلوم ہوگا کہ روزہ پچھلی امتوں پر بھی فرض تھا تو اس کو قبول کرنا طبیعتوں پر آسان ہوگا کیونکہ انسان جب کسی معاملے میں اپنے ساتھ دوسرے کو بھی مشترک دیکھے تو اسے وہ ہلکا لگتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا جو یہ فرمان ہے: ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ ''تاکہ تم پرہیزگار بنو۔'' اس میں روزہ کا مقصد بیان ہوا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ﴾ ''گنتی کے چند دن ہیں۔'' اس سے مراد ماہ رمضان کے دن ہیں۔ اسے آسان کام بنانے کے لیے ''چند گنے چنے دنوں'' کا تذکرہ فرمایا، گویا کہ اللہ تعالیٰ کہہ رہا ہے: تم پر روزے فرض ہوئے ہیں لیکن یہ سارے سال کے روزے نہیں ہیں بلکہ یہ چند گنے چنے دن ہیں، پھر اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ مہینے کے دن جلدی گزر جائیں گے کیونکہ یہ گنے چنے دن ہیں، تیزی سے گزر جائیں گے،

لہٰذا مسلمان کو چاہیے کہ نیک اعمال کے ذریعہ ان دنوں کو غنیمت جاننے میں جلدی کرے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾

’’تم میں سے جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (رکھ کر) گنتی پوری کرلے۔‘‘

یعنی جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو اس کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہوگا۔ اور رمضان کے بعد ان دنوں کی قضا کرے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ﴾

’’اور روزہ رکھنے کی طاقت رکھنے والے فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں۔‘‘

جمہور علماء کے نزدیک ﴿يُطِيقُونَهُ﴾ ’’روزہ رکھنے کی طاقت رکھنے والے‘‘ کا معنی ہے: جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں، ان کو اختیار دیا گیا تھا کہ یا وہ روزہ رکھیں یا ہر اس دن کے بدلے جس کا وہ روزہ نہ رکھیں، ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔ یہ دوسرا مرحلہ تھا جو سب پر روزہ فرض عین ہونے سے پہلے تھا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ﴾

’’جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو اس کے حق میں زیادہ اچھا ہے۔‘‘

یعنی جو ایک دو یا اس سے زیادہ مسکینوں کو کھانا کھلانا چاہے تو یہ بہتر ہے اور اگر وہ روزہ رکھے تو یہ کھانا کھلانے سے افضل ہے، لہٰذا فرمایا:

﴿وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝﴾

’’اور اگر تم سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔‘‘ (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 184)

یعنی روزہ رکھنا بھی جائز ہے اور روزے کے بدلے کھانا کھلانا بھی جائز ہے لیکن روزہ رکھنا کھانا کھلانے سے افضل ہے۔ یہ شروع میں تھا، پھر یہ اختیار منسوخ ہوگیا اور روزہ رکھنا فرض عین ہوگیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾

''ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کرنے کے لیے رمضان کے مہینہ کو خاص کیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾

''تو تم میں سے جو کوئی اس مہینے میں موجود ہو، وہ پورے مہینے کے روزے رکھے۔''

شہود کا معنی ''حضور'' ہے اور مفہوم یہ ہوگا: جو شخص رمضان کے مہینے میں موجود ہو اور مسافر نہ ہو تو اس پر روزہ رکھنا فرض ہوگا۔

اس آیت نے پہلی آیت کے حکم کو منسوخ کر دیا۔ پہلی آیت میں روزہ رکھنے اور کھانا کھلانے کا اختیار تھا مگر اس آیت میں روزہ رکھنے کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر واجب اور فرض عین قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾

''جو بیمار ہو یا مسافر ہو، اسے دوسرے دنوں یہ گنتی پوری کرنی چاہیے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس رخصت کو اس لیے دہرایا تاکہ کوئی یہ وہم نہ کرے کہ رخصت منسوخ ہوگئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾

''اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ وہ اپنے بندوں پر آسانی کو پسند کرتا ہے اور تنگی کو پسند نہیں کرتا۔ اس نے اس امت کے تمام امور کو آسانی پر مبنی رکھا اور اس سے بہت ساری تنگیوں اور مشقتوں کو، جو پہلی امتوں پر تھیں، دور کر دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ خَيرَ دِينِكُمْ أَيسَرُه»

''بے شک تمہارا بہترین دین وہ ہے جو سب سے آسان ہے۔'' (مسند أحمد، حديث: 15936 اور حافظ ابن حجر نے الفتح: 94/1 میں کہا: اسے احمد نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ﴾

''وہ چاہتا ہے تم گنتی پوری کرلو۔''

یعنی رمضان کے مہینہ کی گنتی پوری کرو۔ یہ تیس یا انتیس دن ہوتے ہیں اور یہ شوال کے چاند نظر آنے پر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائی بیان کرو۔''

اس میں وہ تکبیرات شامل ہیں جو رمضان کے آخر میں عید کی رات کو ہوتی ہیں۔ یہ تکبیرات شوال کا چاند نظر آنے یا رمضان کے تیس روزے مکمل ہونے پر عید کی نماز تک ہوتی ہیں۔ یہ مطلق تکبیرات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اپنی کتاب میں تکبیر کا ذکر کرنا اس کی مزید تاکید کر دیتا ہے، اس لیے بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ عید الفطر کی رات کی تکبیرات، ذوالحجہ کے دس دن اور ایام تشریق کی تکبیرات سے زیادہ تأکید شدہ ہیں۔ تکبیر، ذکر کی تمام قسموں میں افضل ہے۔ کہا جاتا ہے: ''اللہ اکبر'' عربوں کے ہاں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لیے سب سے بلیغ ترین کلمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝﴾

''اور تاکہ تم شکر کرو۔'' (سورة البقرة: 2، آیت: 185)

یعنی تم اللہ تعالیٰ کی عام نعمتوں کا شکر کرو اور اس نعمت کا بھی جو اس نے تم پر مہینے کے روزے مکمل کرنے کا احسان کیا اور نیک اعمال کرنے میں آسانی کی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝﴾

”اور (اے پیغمبر)! جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو میں بہت ہی قریب ہوں، جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہیے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک رستہ پائیں۔“ (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 186)

یہ آیت دعا کے بارے میں ہے لیکن یہ روزے کی آیات کے درمیان آئی ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دعا رمضان کے مہینے میں قبولیت کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ رمضان کے مہینے میں کثرت سے دعا کرے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْـَٔانَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ﴾

”روزوں کی راتوں میں تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے، وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ بے شک تم (ان کے پاس جانے سے) اپنے حق میں خیانت کرتے تھے، تو اس نے تمہاری توبہ قبول فرما کر تم سے درگزر فرما لیا، اس لیے اب تمہیں ان سے ہمبستری کی اجازت ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو چیز تمہارے لیے لکھ رکھی ہے، اس کو طلب کرو۔“ (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 187)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ﴾

”روزوں کی راتوں میں تمہارے لیے حلال کیا گیا۔“

میں نسخ کی طرف اشارہ ہے، وہ یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں جس روزے دار پر سورج غروب ہوتا اور وہ سو جاتا تو اس کے لیے روزہ کھولنا جائز نہ رہتا مگر دوسرے دن سورج غروب ہونے کے بعد روزہ کھولنا پڑتا۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ﴾ کا مطلب ہے: اپنی بیویوں سے جماع کرنا۔

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾

''وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔''

یعنی وہ عورتیں تمہارے حرام میں پڑنے سے رکاوٹ بن جاتی ہیں اور تم ان کا ستر بن جاتے ہو۔ لباس سے تعبیر کرنا یہ نزدیکی اور ملاپ کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ تَخۡتَانُوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ وَعَفَا عَنۡكُمۡ﴾

''اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم (ان کے پاس جانے سے) اپنے حق میں خیانت کرتے تھے، اس نے تمہاری توبہ قبول فرما کر تم سے درگزر فرما لیا۔''

یہ اشارہ ہے کہ کچھ لوگوں سے شروع میں (رات کو) جماع ہو گیا تھا جب کہ یہ کرنا ان کے لیے منع تھا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَالۡـٰٔنَ بَاشِرُوۡهُنَّ وَابۡتَغُوۡا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمۡ﴾

''اب تمہیں ان سے مباشرت کی اجازت ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو چیز تمہارے لیے لکھ رکھی ہے، اس کو طلب کرو۔''

اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ یہ بچے کی طلب ہے کیونکہ انسان جماع کے ذریعے سے اولاد طلب کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَكُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَـكُمُ الۡخَـيۡطُ الۡاَبۡيَضُ مِنَ الۡخَـيۡطِ الۡاَسۡوَدِ مِنَ الۡفَجۡرِ﴾

''اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے الگ نظر آنے لگے۔''

سفید دھاگے سے مراد دن کی سفیدی ہے اور سیاہ دھاگے سے مراد رات کی سیاہی ہے، یعنی اس وقت تک کھاؤ پیو یہاں تک کے تمہارے لیے دن کی سفیدی رات کی سیاہی سے واضح نہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيۡلِ﴾

’’پھر روزہ (رکھ کر) رات تک پورا کرو۔‘‘

اور رات سورج کے غروب ہوتے ہی شروع ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ﴾

’’اور بیویوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو۔‘‘

یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اعتکاف بیٹھنے والے کے لیے جماع اور اس کی ابتدائی حرکات ممنوع ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا﴾

’’یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں، ان کے قریب نہ جانا۔‘‘

یہاں حدود اللہ سے مراد: اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۝﴾

’’اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار بنیں۔‘‘ (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 187)

یعنی یہ تقویٰ کا حصول یقینی بنانے کے لیے ہے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے متقی بندوں میں سے بنا اور ہمیں ان اقوال اور اعمال کی توفیق عطا فرما جو تجھے پسند ہیں اور جس سے تو راضی ہوتا ہے۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 8

رمضان المبارک میں اکثر پوچھے جانے والے سوالات

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندوں کو نیکیوں کے مواقع عطا کر کے احسان فرمایا تاکہ ان کی غلطیوں اور خطاؤں کو معاف فرمائے، ان سے برائیوں کو مٹا دے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے اور بہت زیادہ درود وسلام اور برکتیں نازل ہوں ساری کائنات میں افضل ترین ہستی جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر اور آپ کی آل اور اصحاب پر۔ امابعد:

یہ اہم ترین مسائل ہیں جن کے بارے میں ماہ رمضان میں اکثر پوچھا جاتا ہے:

① رات سے ہی نیت کرنا، نیز کیا ہر دن کے لیے رات کو نیت کرنا واجب ہے؟

فرض روزے کے لیے رات سے نیت کرنا واجب ہے۔ اس میں رمضان کے روزے آتے ہیں۔ اس کی دلیل سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ»

”جس شخص نے فجر سے پہلے روزے کی نیت نہ کی تو اس کا روزہ درست نہ ہوگا۔“ (مسند أحمد، حديث: 26457، سنن أبي داود، حديث: 2454، جامع الترمذی، حديث: 730، ابن خزيمه، حديث: 1933)

رات سے نیت کرنے میں حکمت یہ ہے: روزے کی نیت میں سارا دن شامل رہے گا کیونکہ روزہ، روزہ توڑنے والی اشیاء سے نیت کے ساتھ رکنے کا نام ہے، اسی لیے نفلی روزے میں یہ (رات سے نیت کرنا) شرط نہیں۔

اور نیت علم کے تابع ہوتی ہے۔ جسے یہ علم ہوا کہ کل رمضان ہے اور رمضان کے مہینے کے روزے رکھنا اس کی عادت ہو تو اس نے رات کو نیت کر لی اور جو سحری کے لیے اٹھا تو اس کی نیت ہوگئی۔ نیت کے معاملے میں زیادہ شدت نہ کی جائے کیونکہ اس سے وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔

کیا ہر دن رات سے روزے کے لیے نیت کرنا شرط ہے یا مہینے کے شروع میں نیت کر لینا کافی ہے؟
اس مسئلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ حنبلی مذھب میں ہر دن کے لیے نیت کرنی ضروری ہے لیکن راجح قول یہی ہے کہ ہر دن نیت کرنا شرط نہیں بلکہ مہینے کے شروع میں نیت کر لینا کافی ہے مگر جب عذر سے روزہ چھوٹ جائے تو نئے سرے سے نیت کرنی ضروری ہوگی، جیسے مرض یا سفر یا عورت کا حیض کی وجہ سے عورت کا روزہ چھوڑنا، اس میں تجدید نیت ضروری ہے۔ اگر روزہ نہیں چھوڑا تو شروع رمضان سے کی ہوئی نیت کافی ہوگی۔

② روزے کی حالت میں کھانا چکھنا:

حسب ضرورت کھانا چکھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن بغیر حاجت کے کھانا چکھنا مکروہ ہے۔ چکھنے والے کو چاہیے جو چکھا ہے اسے پھینک دے۔

③ بلغم نگلنا:

بلغم کو بعض لوگ نخامہ کا نام دیتے ہیں۔ بلغم اگر منہ میں نہ آئے تو روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹے گا لیکن اگر منہ میں آجائے پھر اس کو نگل لیا تو یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ نہ تو یہ کھانا پینا ہے اور نہ کھانے پینے کے حکم ہی میں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اسے تھوک دے تاکہ اس مسئلے میں علماء کا جو اختلاف ہے، اس سے نکل جائے۔

④ فجر کی اذان کے وقت کھانا پینا:

اذانِ فجر کے وقت کھانا پینا روزے کو نقصان نہیں دیتا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا سَمِعَ أَحَدُكُمُ النِّدَاءَ وَالْإِنَاءُ عَلَى يَدِهِ فَلَا يَضَعْهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ»

”جب تم میں سے کوئی اذان (فجر) سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اسے رکھے نہیں بلکہ اس سے اپنی ضرورت پوری کر لے۔“ (سنن أبي داود، حديث: 2350)

یہ حدیث اپنے مجموع طرق اور شواہد سے ثابت ہے۔ (شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کے چھ شواہد ذکر کیے ہیں۔ دیکھیں: سلسلہ احادیث صحیحہ: 3/381-384، حدیث: 1394)

پھر یہ کہ فجر اچانک ہی طلوع نہیں ہوتی بلکہ آہستہ آہستہ واضح ہوتی ہے، لہٰذا اگر دو آدمی فجر کو دیکھتے ہیں تو ان کے درمیان طلوع فجر کے ابتدائی وقت کی تعیین میں اختلاف ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾

''اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے الگ نظر آنے لگے۔'' (سورة البقرة: 2، آیت: 187)

اور اصل رات کے وقت کا باقی ہونا ہے، اس لیے جو کھا پی رہا ہو اور مؤذن فجر کی اذان دینے لگے تو کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا مکمل کر لے یہاں تک کہ مؤذن اذان سے فارغ ہو جائے۔

روزے دار کے لیے سحری کھانا سنت ہے۔ نبی ﷺ نے اس کا حکم دیا اور فرمایا:

«تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً»

''سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔'' (صحيح البخاري، حديث: 1923، صحيح مسلم، حديث: 1095)

آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ، أَكْلَةُ السَّحَرِ»

''ہمارے روزے اور اہل کتاب کے روزے کے درمیان سحری کھانے کا فرق ہے۔'' (صحيح مسلم، حديث: 1096)

سحری کو فجر کی اذان سے کچھ دیر پہلے تک مؤخر کرنا سنت ہے۔ سحری تھوڑا سا بھی کھانے یا پینے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ بہترین سحری کھجور کی سحری ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«نِعْمَ سَحُورُ الْمُؤْمِنِ التَّمْرُ»

''مومن کے لیے بہترین سحری کھجور ہے۔'' (سنن أبي داود، حديث: 2345 اور اسے ابن حبان نے صحیح کہا ہے، حديث: 1720)

مسلمان کو چاہیے سحری میں سنت پر عمل کو ملحوظ رکھے تاکہ اس پر اسے ثواب ملے۔

⑤ افطاری کا وقت:

روزہ کھولنے کے لیے سورج کا غروب ہونا معتبر ہے، نہ کہ اذان کا اعتبار، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ﴾

''پھر روزہ (رکھ کر) رات تک پورا کرو۔'' (سورة البقرة: 2، آيت: 187)

رات کی ابتدا سورج کے غروب ہونے سے ہوتی ہے۔ جب سورج غروب ہو جائے تو روزہ کھولنا جائز ہوگا اگرچہ مؤذن نے اذان نہ بھی دی ہو۔ سورج کا غروب ہونا چاہے گھڑی یا ریڈیو یا کسی بھی طریقے سے معلوم ہو جائے تو روزہ کھولنا جائز ہوگا۔

جب غروب آفتاب ثابت ہو جائے تو روزہ جلدی افطار کرنا سنت ہے۔ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

«لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ»

''لوگوں میں اس وقت تک خیر باقی رہے گی جب تک وہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔'' (صحيح البخاري، حديث: 1957، صحيح مسلم، حديث: 1098)

تازہ کھجور سے روزہ افطار کرنا سنت ہے۔ اگر یہ نہ ملے تو خشک کھجور سے اور خشک کھجور بھی نہ ملے تو پانی سے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُفْطِرُ عَلَى رُطَبَاتٍ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَعَلَى تَمَرَاتٍ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ»

''رسول اللہ ﷺ نماز سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے۔ اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجور تناول فرما لیتے۔ یہ بھی نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پی لیا کرتے تھے۔'' (سنن أبي داود، حديث: 2356، جامع الترمذي، حديث: 696 اور کہا: یہ حدیث حسن ہے۔ اور دارقطني السنن: 155/3 میں کہا: اس کی سند صحیح ہے۔)

لہٰذا اگر تازہ کھجور نہ ملے، نہ ہی خشک کھجور ملے اور نہ پانی ہی ملے تو جو بھی کھانے پینے کی حلال چیز ملے اس سے روزہ افطار کر لے۔ اگر کوئی بھی چیز نہ ملے تو دل سے روزہ کھولنے کی نیت کر لے۔ (مجالس شہر رمضان ابن عثیمین، ص: 77)

⑥ کلی کرتے ہوئے بغیر اختیار کے پانی کا اندر چلے جانا:

اگر کلی کرتے وقت یا ناک میں پانی چڑھاتے وقت بغیر اختیار کے پانی پیٹ میں چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ غلطی سے اندر گیا ہے، ارادے سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ﴾

''اور جو بات تم سے غلطی سے ہوگئی ہو، اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں لیکن جو قصداً دل کے ارادے سے کرو اس پر مواخذہ ہے۔'' (سورة الاحزاب:33، آیت:5)

⑦ روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا:

ٹوتھ پیسٹ کا استعمال کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن خیال رہے کہ ٹوتھ پیسٹ کے استعمال کے بعد جو باقی رہ جائے اسے منہ سے باہر پھینک دے اور اس کو پیٹ میں نہ جانے دے۔ دانتوں کی صفائی کے لیے رات کو ٹوتھ پیسٹ اور برش کا استعمال کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ کچھ ٹوتھ پیسٹ بڑی تیز اور بڑی اثر والی ہوتی ہیں، ہوسکتا ہے کہ تھوک کے ساتھ مل کر پیٹ میں چلی جائے۔

⑧ جنبی کا روزہ:

جو جنابت کی حالت میں روزہ رکھے، اس کا روزہ صحیح ہوگا کیونکہ روزے دار کے لیے رات کو کھانے پینے اور جماع کی اجازت ہے یہاں تک کہ فجر واضح ہو جائے۔ جب طلوع فجر تک جماع کرنے کی اجازت ہے تو یہ لازمی بات ہے کہ وہ طلوع فجر کے وقت جنبی ہوگا۔ ''(بعض مرتبہ) فجر ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اپنے اہل کے ساتھ جنبی ہوتے تھے، پھر آپ ﷺ غسل کرتے اور آپ ﷺ روزے سے ہوتے تھے۔'' (صحيح البخاري، حديث: 1925، صحيح مسلم، حديث: 1104 عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے۔)

اسی طرح حیض سے فارغ ہونے والی عورت اگر اذان سے پہلے پاک ہو جائے اور غسل اذان کے بعد کرے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا۔

⑨ عورت کا رمضان کے روزے کی وجہ سے حیض کو روکنے کے لیے گولیاں استعمال کرنا:

حیض روکنے کے لیے گولیوں کا استعمال جائز ہے، بشرطیکہ اسپیشل ڈاکٹر یہ مقرر کرے کہ ان گولیوں کے

استعمال سے اس کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ اور ان گولیوں کو رات کو استعمال کرے۔ اگر دن کو استعمال کرے گی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

⑩ زبان کو حرکت دیے بغیر قرآن کی قراءت کرنا:

جو ایسا کرے وہ قراءت کرنے والا نہیں ہوگا بلکہ غور وفکر کرنے والا ہوگا، اسی لیے اگر کوئی نماز میں اس طرح کرے تو اس کی نماز نہیں ہوگی، اس لیے زبان کو حرکت دے کر قراءت کرنا ضروری ہے۔

⑪ ترنم اور خوش الحانی سے دعا مانگنا:

سنت یہ ہے کہ دعا خشوع خضوع سے، بغیر ترتیل وترنم یا خوش الحانی سے مانگی جائے۔ یہی افضل اور دعا کی قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔

لہٰذا دعا مانگنے والا اکیلا ہو یا امام، وہ ترنم، خوش الحانی اور ترتیل کے بغیر دعا مانگے۔

⑫ تراویح کے دوران مسجد میں دوسری جماعت کروانا:

تراویح کے دوران فرض پڑھنے کے لیے دوسری جماعت کھڑی کرنا غلط ہے کیونکہ یہ جماعت کے مقصد کے منافی ہے۔ جو دیر سے آئے تو وہ امام کے ساتھ شامل ہو جائے۔ اگر امام تراویح پڑھا رہا ہو تو یہ فرض کی نیت کر لے اور امام کے سلام پھیرنے پر کھڑا ہو کر دو رکعتیں پڑھ لے۔ یہ فرض پڑھنے والے کا نفل پڑھنے والے کی اقتدا کرنا ہوگا جو راجح قول کے مطابق جائز ہے۔

⑬ امام کے نماز سے پھرنے سے کیا مراد ہے؟

صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ قَامَ مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ»

”جس نے امام کے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ وہ پھر جائے تو اس کے لیے پوری رات کا قیام لکھا جائے گا۔“ (جامع الترمذي، حديث: 806، سنن النسائي، حديث: 1605، سنن ابن ماجه، حديث: 1327. سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔ اور ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

’’پھر جائے‘‘ کا مطلب ہے کہ امام آخری رکعت کا سلام پھیر دے۔ اس حدیث کا مقصد لوگوں کو ابھارنا تھا کہ امام کے ساتھ پوری نماز پڑھیں اور پوری نماز پڑھے بغیر نہ جائیں، اس لیے بہتر ہے جو امام کے ساتھ نماز تراویح پڑھے تو مکمل پڑھے اور اس وقت تک نہ جائے جب تک امام آخری رکعت کا سلام نہ پھیر دے تا کہ اس کے لیے پوری رات کا قیام لکھا جائے۔

⑭ ہوٹلوں میں نماز کے لیے مخصوص جگہوں اور کمروں میں جہاں سے مسجدحرام نظر آتی ہے، (امام کی اقتداء میں) نماز پڑھنے کا حکم:

ان میں امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے جب تک ہوٹل میں نماز پڑھنے والوں کو حرم کے کسی صحن یا مطاف کے صحن میں یا دوسری کسی جگہ کچھ مقتدی لوگ نماز پڑھتے ہوئے نظر آرہے ہوں، اس شرط کے ساتھ کہ اگر نمازی مرد ہے تو وہ اکیلا نہ ہو۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«لا صلاةَ لفردٍ خلفَ الصفِّ»

’’اکیلے نمازی مرد کی صف کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔‘‘ (ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں، حدیث: 1569 اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حدیث: 2202 سیدنا علی بن شیبان رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

لیکن اگر عورت اکیلی ہو تو وہ ان کمروں میں، جن سے حرم نظر آتا ہے، نماز پڑھ سکتی ہے کیونکہ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور یتیم کے پیچھے اکیلے نماز پڑھی تھی اور وہ دونوں نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحيح البخاري، حديث: 727 سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

یا اللہ! جو دن رمضان کے مہینے سے باقی ہیں ہمارے لیے ان میں برکت ڈال دے اور ہمیں ان میں ان اعمال اور اقوال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور جو تیری رضا کا سبب ہیں۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 9

نماز تراویح کا بیان

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جو رات اور دن کو پھیرنے والا ہے، عقل وبصیرت والوں کے لیے نصیحت اور عبرت کے طور پر اور درود وسلام تمام نبیوں کے سردار اور سب سے افضل شخصیت محمد ﷺ اور آپ کی آل اور اصحاب پر جو معزز ومطہر اور نیک لوگ تھے۔ اما بعد:

یقیناً نماز تراویح سنت موکدہ ہے۔ اس کو رسول اللہ ﷺ نے شروع کیا۔ آپ نے لوگوں کو نماز تراویح پڑھائی، پھر اس خوف سے چھوڑ دی کہ کہیں اس امت پر فرض نہ ہو جائے، امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

«أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ ذَاتَ لَيْلَةٍ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ، فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ، فَصَلَّى رِجَالٌ بِصَلَاتِهِ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا، فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلَّوْا مَعَهُ فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا، فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ، فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ، حَتَّى خَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ، فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ، لَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا»

”ایک رات رسول اللہ ﷺ آدھی رات کو گھر سے نکلے، پھر مسجد میں نماز پڑھی اور چند صحابہ بھی آپ کی اقتدا میں نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے، صبح کو ان صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) نے دوسرے لوگوں سے اس کا ذکر کیا، چنانچہ (دوسرے دن) اس سے بھی زیادہ جمع ہو گئے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ دوسری صبح

کو اس کا چرچا اور زیادہ ہوا، تیسری رات بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے اور جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے پیچھے نماز شروع کر دی۔ چوتھی رات آئی تو مسجد میں نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے سے پاؤں رکھنے کی بھی جگہ نہیں تھی، (لیکن آج رات نبی کریم ﷺ نے یہ نماز نہ پڑھائی)، جب آپ ﷺ نے فجر پڑھ لی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، کلمہ شہادت پڑھا، پھر فرمایا: اما بعد! تمہاری حاضری مجھ پر مخفی نہیں تھی لیکن میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے، پھر تم اسے ادا نہ کر سکو۔" (صحيح البخاري، حديث: 882، صحيح مسلم، حديث: 761)

چنانچہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو یہی کیفیت قائم رہی (تراویح کی جماعت نہیں ہوتی تھی)، پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دنوں میں یہی عمل جاری رہا۔ پھر رمضان کی ایک رات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی آئے تو انہوں نے دیکھا کہ لوگ الگ الگ نماز پڑھ رہے ہیں، کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا ہے اور کوئی چند لوگوں کو لے کر جماعت کرا رہا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری رائے میں اگر ان لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دیا جائے تو یہ بہت بہتر ہوگا، پھر انہوں نے پختہ ارادہ کر کے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے جمع فرما دیا۔ (صحيح البخاري، حديث: 1906)

اس وقت سے لے کر آج تک مسلمانوں نے اس پر عمل کیا کہ وہ نماز تراویح مسجدوں میں جماعت کے ساتھ پڑھ رہے ہیں۔

نبی ﷺ نے رات کے قیام کو جماعت کے ساتھ کرنے کی ترغیب دلائی اور فرمایا:

«مَنْ قَامَ مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ»

"جس نے امام کے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ وہ پھر جائے (آخری رکعت کا سلام پھیر دے) تو ایسے شخص کے لیے ساری رات کا قیام لکھ دیا جاتا ہے۔" (جامع الترمذي، حديث: 806 اور کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

اے میرے مسلمان بھائی!

اگر تو نے امام کے ساتھ نماز تراویح پڑھی اور درمیان میں چھوڑ کر نہیں گیا یہاں تک کہ امام نے آخری رکعت کا سلام پھیر دیا تو تیرے لیے ساری رات قیام کرنے کا ثواب لکھا جائے گا۔ اور اگر تو نے پورا مہینہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اور ثواب کی نیت سے اس کی پابندی کر لی تو نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

''جس نے ایمان اور ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کیا، اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔''

(صحيح البخاري، حديث: 38، صحيح مسلم، حديث: 760)

نماز تراویح کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ سلف صالحین بہت ہی لمبی نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ وہ لمبے قیام کی وجہ سے لاٹھیوں پر سہارا لیتے تھے، پھر جب وہ چار رکعتیں پڑھ لیتے تو استراحت (آرام) کرتے، اس وجہ سے اس کا نام نماز تراویح پڑ گیا۔

نماز تراویح اطمینان سے پڑھنی چاہیے، اتنی مختصر اور جلدی نہیں پڑھنی چاہیے کہ اطمینان وسکون نہ رہے۔ بہت سارے اماموں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ نماز تراویح اتنی مختصر اور جلدی پڑھاتے ہیں کہ اس سے اطمینان والا رکن متاثر ہوتا ہے اور جو نماز اطمینان کے بغیر پڑھے، اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس سے پڑھنے والے کو سوائے تھکاوٹ کے کچھ نہیں ملتا۔ جب ایک شخص نے نماز اچھے طریقہ سے نہ پڑھی تو اسے نبی ﷺ نے فرمایا:

«ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ»

''واپس جاؤ اور پھر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔'' (صحيح البخاري، حديث: 724، صحيح مسلم، حديث: 397) یعنی: یہ نماز درست نہیں ہے۔

اہل علم نے فرمایا: امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کو ماہ رمضان میں پورا قرآن نماز تراویح میں سنائے۔ اگر یہ آسان نہ ہو تو پھر مقتدیوں کو مشقت میں نہ ڈالے لیکن اس پر واجب ہے کہ نماز اطمینان سے پڑھائے۔

نمازِ تراویح میں قران پکڑ کر اس سے قراءت کرنا جائز ہے، لیکن فرض نماز میں مکروہ ہے۔

تراویح کے آخر میں دعائے قنوت پڑھنا مشروع ہے، پس امام جب نمازِ تراویح پڑھائے تو اس کو وتر پر ختم کرے اور آخری رکعت میں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد قنوت پڑھے۔

اسے چاہیے کہ وہ سنت کی پیروی کرتے ہوئے درج ذیل باتوں کا خیال رکھے:

① دعائے قنوت کو لمبا نہ کرے کیونکہ لمبا قنوت اکثر لوگوں کے لیے باعث مشقت ہوتا ہے اور یہ نبی ﷺ کے طریقے کے بھی خلاف ہے۔

② ہر رات مسلسل دعائے قنوت نہ پڑھے بلکہ کبھی پڑھ لے، کبھی چھوڑ دے کیونکہ نبی ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ

آپ ہمیشہ نماز وتر میں دعائے قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

③ دعائے قنوت میں جو دعائیں قرآن وحدیث میں آئی ہیں ان کا اہتمام کرے اور جامع دعائیں مانگے۔ تکلف اور قافیہ بند (قافیہ وہ جملے جس کے آخری کلمات ہم وزن ہوں، مترجم۔) دعاؤں سے دور رہے۔

مقتدیوں میں سے جو نماز تراویح کے بعد گھر میں نماز پڑھنا چاہے یا رات کے آخر میں تو اس کے لیے مشروع یہ ہے کہ جب امام آخری رکعت میں سلام پھیرے تو یہ کھڑا ہو کر ایک رکعت پڑھ کر وتر کو شفع (جفت) بنا دے تاکہ وتر کو اپنی آخری نماز بنا سکے، نبی ﷺ کے اس فرمان کے مطابق:

«اجْعَلُوا آخِرَ صَلاَتِكُمْ وِتْرًا»

''رات کی آخری نماز کو طاق رکھا کرو۔'' (صحیح البخاري، حدیث: 998، صحیح مسلم، حدیث: 751 ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے۔)

یہ اس سے بہتر ہے کہ یہ شخص امام کے وتر پڑھانے سے پہلے چلا جائے کیونکہ اگر یہ امام کے ساتھ وتر پڑھے، پھر ایک اور پڑھ کر اسے شفع بنا دے تو اس کے لیے ساری رات کے قیام کا ثواب لکھا جائے گا لیکن اگر یہ امام کے وتر پڑھانے سے پہلے چلا گیا تو اس فضل سے محروم رہ جائے گا۔

جس نے امام کے ساتھ وتر پڑھ لیے اور اس کے بعد گھر میں نماز پڑھنی چاہی تو کوئی حرج نہیں لیکن وہ دو دو رکعتیں کر کے پڑھے اور وتر نہ پڑھے کیونکہ ایک رات میں دو بار وتر پڑھنے مشروع نہیں ہیں۔

اے اللہ! ہمارے صیام و قیام کو اور سارے اعمال کو قبول فرما۔ اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جو ایمان کے ساتھ اور ثواب حاصل کرنے کے لیے قیام کرتے ہیں۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 10

ماہ رمضان قرآن کا مہینہ ہے

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو وسیع فضل اور احسان کرنے والا ہے۔جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا جس میں ہدایت کے واضح اور حق کو باطل سے جدا کرنے والے دلائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی ہو اس کے بندے اور رسول محمد ﷺ پر جن کے ذریعے اس نے حق کو بلند کیا یہاں تک کہ وہ واضح اور ظاہر ہو گیا اور آپ کی آل و اصحاب پر جو سچے، سخی، وفا دار اور احسان کے پیکر تھے۔ امابعد:

یقیناً رمضان کا مہینہ قران کا مہینہ ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ﴾

''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت کے واضح اور حق و باطل سے جدا کرنے والے دلائل ہیں۔'' (سورة البقرة: 2، آیت: 185)

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾

''یقیناً ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل فرمایا۔'' (سورة الدخان: 44، آیت: 3)

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝﴾

''یقیناً ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا۔'' (سورة القدر: 97، آیت: 1)

یہ قرآنِ عظیم رمضان کے مہینے میں نازل ہوا اور جس وقت میں نازل ہوا، اس کو بڑا شرف حاصل ہوا، وہ ہے شب قدر جو رمضان میں ہوتی ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے ہزار مہینے سے بہتر قرار دیا:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝﴾

’’بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا۔‘‘

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝﴾

’’اور تمھیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟‘‘

﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝﴾

’’شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔‘‘(سورۃ القدر: 97، آیت: 1-3)

نبی ﷺ کی رمضان میں قرآن پڑھنے پر خاص توجہ ہوتی تھی۔ وہ اس طرح کہ رمضان کی ہر رات جبرائیل علیہ السلام آپ سے دور کرتے۔(صحيح البخاري، حديث: 6، صحيح مسلم، حديث: 2308 ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے۔) نبی ﷺ ہر سال رمضان میں ایک بار جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ دور کرتے تھے مگر جس سال آپ نے وفات پائی، اس سال آپ نے جبریل علیہ السلام کے ساتھ دو مرتبہ دور کیا۔ (صحيح البخاري، حديث: 6285، صحيح مسلم، حديث: 2450 عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے۔)

اہل علم نے اس سے یہ اخذ کیا ہے کہ مسلمان کو ماہ رمضان میں قرآن کا دور، اپنے حفظ کی دہرائی اور قرآن کی تلاوت کثرت سے کرتے رہنا چاہیے۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ تلاوت اور دور کرنا رات کو افضل ہے یا دن کو؟

کچھ نے کہا کہ دن کو افضل ہے کیونکہ مسلمان روزے سے ہوتا ہے۔

اور دوسروں نے کہا کہ رات کو افضل ہے کیونکہ نبی ﷺ کا یہی طریقہ تھا۔ جبریل علیہ السلام رات کو آپ کے ساتھ دور کرتے تھے نہ کہ دن کو۔ اقرب قول یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اقتدا کرتے ہوئے دور کرنا رات ہی کو افضل ہے لیکن جہاں تک محض تلاوت کا تعلق ہے تو اس میں دن اور رات دونوں برابر ہیں۔

سلف (پچھلے گزرے ہوئے نیک لوگوں) کا رمضان کے مہینے میں قرآن کے ساتھ خاص تعلق ہوتا تھا۔ جب رمضان داخل ہوتا تو قرآن عظیم کی طرف متوجہ ہو جاتے۔

- سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ رمضان کے ہر دن ایک قرآن ختم کرتے تھے۔
- امام مالک رحمہ اللہ جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا تو علم کے دروس بند کر کے قرآن پڑھنے میں مشغول ہو جاتے۔
- امام شافعی رحمہ اللہ رمضان میں ساٹھ قرآن ختم کرتے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ دن اور رات میں دو قرآن

ختم کرتے۔ یہ ایک پکے حافظ اور متقن ماہر قرآن کے لیے آسان ہے۔

- امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں بھی امام شافعی کے مثل مروی ہے۔
- اسود (نخعی) رحمہ اللہ ہر دو راتوں میں ایک قرآن ختم کرتے۔
- امام زہری رحمہ اللہ جب رمضان داخل ہوتا تو فرماتے: یہ قرآن کی تلاوت اور کھانا کھلانے کا مہینہ ہے۔

(دیکھیں: لطائف المعارف، ص: 171)

ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی ان لوگوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اس مبارک مہینے میں کثرت سے قرآن عظیم کی تلاوت کریں کیونکہ رمضان کا مہینہ اصل میں قرآن کا مہینہ ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ﴾

”رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت کے واضح اور حق و باطل سے جدا کرنے والے دلائل ہیں۔“ (سورة البقرة: 2، آیت: 185)

ہر مسلمان مرد اور عورت کو چاہیے کہ وہ اس مہینے میں ایک بار تو ضرور قرآن ختم کرے۔ کچھ لوگ جو توفیق دیے گئے ہوتے ہیں وہ کئی مرتبہ قرآن ختم کرتے ہیں۔

جہاں تک سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث کا تعلق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يَفْقَهُ مَنْ قَرَأَ الْقرآنَ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ»

”جس شخص نے تین دن سے کم میں قرآن پڑھا، اس نے اسے سمجھا ہی نہیں۔“ (سنن أبي داود، حديث: 1394، جامع الترمذي، حديث: 2949)

تو اس حدیث کی سند میں کلام ہے۔ اگر یہ حدیث ثابت بھی ہو جائے تو اہلِ علم فرماتے ہیں: اس سے فضیلت والے مواقع جیسے رمضان کا مہینہ مستثنیٰ ہے۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”یہ جو تین دن میں قرآن ختم کرنے سے منع کیا گیا ہے، یہ تب ہے جب ہمیشہ ایسا کرے لیکن جو اوقات فضیلت والے ہیں جیسے رمضان کا مہینہ، خاص کر وہ راتیں جن میں لیلۃ القدر طلب کی جاتی ہے یا جو جگہیں فضیلت والی ہیں، جیسے مکہ (اس شخص کے لیے جو باہر سے جائے اور مکہ کا رہنے والا نہ ہو) تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ وقت اور جگہ کی فضیلت کو غنیمت جانتے ہوئے کثرت

سے قرآن کی تلاوت کرے۔ یہی قول امام احمد، اسحاق اور دوسرے ائمہ کا ہے۔ دیگر ائمہ کا عمل بھی یہی ہے۔(دیکھیں: لطائف المعارف، ص: 171)

قران کی تلاوت کی بڑی فضیلت آئی ہے، نبی ﷺ فرماتے ہیں:

«مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُولُ: الٓمٓ حَرْفٌ وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ»

''جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا، اسے اس کے بدلے ایک نیکی ملے گی، ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے، میں نہیں کہتا: الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔'' (جامع الترمذي، حديث: 2910 ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے اور کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

بعض اہل علم نے اس کا حساب کرتے ہوئے قرآن کریم کے حروف کے عدد کو دس سے ضرب دیا تو نتیجہ تین ملین سے بھی زیادہ نیکیوں کی صورت میں سامنے آیا، یعنی: اگر تم ایک قرآن ختم کرتے ہو تو یہ امید ہے کہ تین ملین سے زیادہ نیکیاں تمہارے لیے لکھی جاتی ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فضل اس سے بھی زیادہ ہے اور حساب نہیں کرنا چاہیے لیکن اس مسئلے میں خصوصیت سے درج بالا حدیث میں حساب آیا ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ اپنا فضل جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

اے اللہ! ہمیں قرآن والوں میں سے بنا۔ قرآن کے ذریعے ہمیں نفع اور بلندی عطا فرما۔ اسے ہمارے دلوں کی بہار اور ہمارے سینوں کا نور بنا دے اور جو تجھے پسند ہے اور جس سے تو راضی ہوتا ہے، اس کی ہمیں توفیق عطا فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 11

رمضان میں عذر کی بنا پر روزہ چھوڑنے والے لوگ

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے جو پیدا کیا، اسے اپنی حکمت سے ٹھیک ٹھاک بنایا، رحمت اور حکمت کے مطابق شریعت اور زندگی گزارنے کے طریقے بتلائے اور بہت زیادہ درود وسلام اس کے رسول ﷺ پر اور آپ کی آل اور اصحاب پر جو معزز اور امین تھے۔ امابعد:

جب اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے روزے فرض کیے تو معذور لوگوں کو افطار کی رخصت دے دی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ ۚ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

”جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (رکھ کر) ان کا شمار پورا کرلے اور روزہ رکھنے کی طاقت رکھنے والے فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں اور اگر تم جانتے ہو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔“ (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 184)

حدیث میں باقی معذور لوگوں کا بھی ذکر آیا ہے، ذیل میں ان کا بیان ہے:

① مریض:

بیمار کو اللہ تعالیٰ نے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے اس فرمان کے ساتھ:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾

’’تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کر لے۔‘‘
بیمار سے مراد وہ مریض ہے جس کا مرض روزے کی وجہ سے بڑھنے کا اندیشہ ہو، یا ٹھیک ہونے میں تاخیر کا ڈر ہو، یا روزہ رکھنے سے بہت زیادہ مشقت اٹھانی پڑے جو ناقابلِ برداشت ہو۔

اگر روزہ رکھنا ہلاکت کا سبب بنے تو روزہ رکھنا ایسے شخص پر حرام ہے اور روزہ افطار کرنا واجب ہے کیونکہ اس کا اس حالت میں روزہ رکھنا گویا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾

’’اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔‘‘ (سورة البقرة: 2، آیت: 195)

② مسافر:

مسافر کو روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے اور رمضان کے بعد قضا کرے گا، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾

’’جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کی گنتی پوری کر لے۔‘‘
مسافر شخص کی روزے کے معاملے میں تین حالتیں ہیں:

پہلی حالت:

وہ مسافر جس کے لیے روزہ رکھنا بہت زیادہ تکلیف دے ہو تو اس پر روزہ رکھنا حرام ہے کیونکہ نبی ﷺ ایک سفر میں روزے سے تھے، پھر آپ نے روزہ کھول دیا اور لوگوں کو بھی روزہ کھولنے کا حکم دیا اور جب آپ کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگوں نے روزہ رکھا ہوا ہے تو فرمایا:

«أُولَئِكَ الْعُصَاةُ، أُولَئِكَ الْعُصَاةُ»

’’یہ لوگ نافرمان ہیں، یہ لوگ نافرمان ہیں۔‘‘ (صحیح مسلم، حدیث: 1114 جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

دوسری حالت:

وہ مسافر جسے روزہ رکھنے میں مشقت تو ہو لیکن زیادہ نہ ہو اور افطار کرنا اس کے لیے بہتر ہو تو ایسے شخص

کے لیے روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اس کے لیے افطار کرنا سنت ہے، آپ ﷺ کے اس فرمان کے مطابق:

«لَيْسَ مِنْ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ»

''سفر میں روزہ رکھنا نیکی کا کام نہیں ہے۔'' (صحيح البخاري، حديث: 1946، صحيح مسلم، حديث: 1115 جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

تیسری حالت:

روزے دار کے لیے دونوں امر برابر ہوں، روزہ رکھنا، تو وہ اپنے لیے آسانی کو اختیار کرے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق:

﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾

''اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا۔'' (سورة البقرة: 2، آيت: 185)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ»

''ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ (رمضان میں) سفر کیا کرتے تھے۔ (سفر میں بہت سے روزے سے ہوتے اور بہت سے بے روزہ ہوتے) لیکن روزے دار، بے روزہ دار پر اور بے روزہ دار، روزے دار پر کسی قسم کی عیب جوئی نہیں کیا کرتے تھے۔'' (صحيح البخاري، حديث: 1947 اور صحيح مسلم، حديث: 1118)

اگر آسانی میں دونوں برابر ہوں تو روزہ رکھنا افضل ہے کیونکہ اس سے فرض کی آدائیگی جلدی ہوجاتی ہے۔

③ بوڑھا شخص:

بڑی عمر کے آدمی کے لیے جسے روزہ رکھنے سے بہت مشقت اٹھانی پڑتی ہو، افطار کرنے کی اجازت ہے۔ (اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ) وہ ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلائے، اس کی دلیل سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں آیا ہے:

﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ﴾

’’اور جولوگ نہایت مشقت سے روزہ رکھ سکیں وہ روزے کے بدلے مسکین کو کھانا کھلا دیں۔‘‘(سورة البقرة:2، آیت:184)

فرماتے ہیں کہ:

’’یہ آیت منسوخ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ بوڑھا آدمی یا بوڑھی عورت جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے، تو وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔‘‘(صحيح البخاري، حديث: 4505)[1]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں روزہ افطار کرتے تھے اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔ آپ نے لمبی عمر پائی یہاں تک کہ ایک سو سے بھی زیادہ عمر تھی۔

اگر بوڑھے آدمی کی عقل ہی باقی نہ رہے تو اس سے قلم اٹھا لیا جاتا ہے اور اس پر کوئی چیز نہیں، نہ روزہ اور نہ قضا اور نہ کھانا کھلانا ہی۔

④ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں:

حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کے لیے روزہ افطار کی ضرورت ہو تو روزہ نہ رکھنا جائز ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق:

« إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى وَضَعَ عَنْ الْمُسَافِرِ الصَّوْمَ وَشَطْرَ الصَّلَاةِ وَعَنْ الْحَامِلِ أَوْ الْمُرْضِعِ الصَّوْمَ أَوْ الصِّيَامَ »

’’اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ اور آدھی نماز معاف کردی ہے، حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت سے بھی روزہ کو معاف کردیا ہے۔‘‘(سنن أبي داود، حديث: 2408، جامع الترمذي، حديث: 715، سنن النسائي، حديث: 2274، سنن ابن ماجه، حديث: 1667. اور یہ لفظ ابن ماجہ کی روایت کا ہے۔ سیدنا انس بن مالک الکعبی رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔ اور ترمذی نے کہا: ’’یہ حدیث حسن ہے۔‘‘)

---

[1] یعنی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاں ﴿يُطِيْقُوْنَهٗ﴾ کا معنی « يتجشمونه »’’نہایت مشقت سے روزہ رکھ سکیں‘‘ ہے لیکن جمہور علماء نے ﴿يُطِيْقُوْنَهٗ﴾ کا معنی طاقت رکھتے ہیں‘‘ ہی کیا ہے اور اسی معنی کو شیخ حفظہ اللہ نے راجح قرار دیا ہے، لہٰذا شیخ حفظہ اللہ نے درس نمبر 7 میں فرمایا: ﴿يُطِيْقُوْنَهٗ﴾: ’’روزہ رکھنے کی طاقت رکھنے والے‘‘ کا معنی جمہور علماء کے نزدیک یہ ہے کہ: جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں ان کو اختیار دیا گیا تھا کہ روزہ رکھیں یا ہر اس دن کا، جس میں وہ روزہ نہ رکھیں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں اور یہ سب پر روزہ فرض عین ہونے سے پہلے تھا، پھر یہ اختیار منسوخ ہو گیا اور روزہ رکھنا فرض عین ہو گیا۔‘‘ (مترجم)

اس میں راجح قول یہی ہے کہ مسافر اور مریض پر قیاس کرتے ہوئے دونوں پر صرف قضا کرنا ضروری ہے، کھانا کھلانا ضروری نہیں۔ یہی قول شیخ ابن باز رحمہ اللہ (دیکھیں: مجموع فتاوی ابن باز: 223/15، 227) اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ (دیکھیں: مجموع فتاوی و رسائل ابن عثیمین: 159/19-160) نے اختیار کیا ہے۔

⑤ حائضہ اور نفاس والی عورتیں:

حائضہ اور نفاس والی عورتوں پر روزہ چھوڑنا واجب ہے اور رمضان کے بعد قضا کرنا ضروری ہے۔ اس پر امت کا اجماع ہے۔ (دیکھیں: الاقناع في مسائل الاجماع: 230/1)

سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ»

''کیا ایسا نہیں کہ جب عورت حائضہ ہو تو نہ نماز پڑھ سکتی ہے اور نہ روزہ رکھ سکتی ہے۔'' (صحيح البخاري، حديث: 304، صحيح مسلم، حديث: 80)

⑥ معصوم[1] کی جان بچانے کے لیے جس کو افطار کرنے کی ضرورت ہو:

جسے کسی معصوم کی جان بچانے کے لیے افطار کی ضرورت پڑ جائے، اس پر روزہ کھول دینا واجب ہے، جیسے کوئی ڈوب رہا ہو یا آگ میں جل رہا ہو یا کسی چیز کے نیچے آ گیا ہو وغیرہ اور اس کو بچانے کی ضرورت ہے۔ اگر بچانے والا روزہ کھول دے تاکہ اسے بچانے میں تقویت حاصل ہو تو اس پر روزہ کھولنا واجب ہوگا، جیسے آگ بجھانے والوں کو کبھی کبھی لوگوں کو بچانے کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ روزے سے ہوتے ہیں۔

لیکن ملازمت یا کوئی بھی کام روزہ چھوڑنے کے لیے عذر نہیں بنے گا۔ ممکن ہے کہ وہ اپنا کام رات کو کر لے یا دن کے شروع میں کام کر لے۔ ہاں اگر بیمار ہو تو بیماری کی وجہ سے روزہ چھوڑ سکتا ہے لیکن صحیح تندرست ہو تو کام کی وجہ سے روزہ نہیں چھوڑ سکتا۔

اے اللہ! ہمیں دین کی سمجھ عطا فرما، ہمیں اپنے متقین بندوں میں شامل فرما اور ہمیں اور ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو معاف فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

---

[1] معصوم: وہ انسان جس کا قتل حرام ہے، خواہ وہ مسلمان ہو یا ذمی یا پناہ لی ہوئی ہو یا ان سے معاہدہ کیا گیا ہو۔

درس 12

رمضان کا مہینہ سخاوت اور احسان کا مہینہ ہے

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس کے وجود کی شہادت اس کی عظیم نشانیاں دے رہی ہیں، اور جس کی سخاوت اور کرم اس کی پوشیدہ اور ظاہری نعمتوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ درود وسلام اس کے بندے اور رسول ﷺ اور ان کی آل واصحاب پر جو ہدایت کے روشن ستارے ہیں۔ اما بعد:

رمضان کا مہینہ جود و احسان کا مہینہ ہے۔ نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ لوگوں میں سخاوت کرنے والے تھے اور رمضان میں آپ سب سے زیادہ سخی ہوتے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ، وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، فَلَرَسُولُ اللهِ ﷺ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ»

”رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک میں جب جبریل امین علیہ السلام آپ ﷺ سے ملتے تو اس وقت اور بھی زیادہ سخی ہوتے۔ جبریل علیہ السلام رمضان المبارک کی ہر رات نبی کریم ﷺ سے مل کر قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے تو رسول کریم ﷺ بھلائی اور خیر میں تند وتیز ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔“ (صحيح البخاري، حديث: 6، صحيح مسلم، حديث: 2308)

اگرچہ سخاوت اور خرچ کرنا نیکی کے کاموں میں ہر وقت قابل تعریف ہے مگر اس مبارک مہینے میں اس کی زیادہ تاکید ہے۔

امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ہے:

’’رمضان المبارک کے مہینے میں فقراء کو کھانا کھلا کر مدد کرنا اسلام کے شعائر میں سے ہے۔‘‘ (دیکھیں: مجموع فتاوى ابن تيميه: 298/25)

رمضان کے مہینے کی سخاوت میں روزے داروں کے روزے افطار کروانا شامل ہے۔اس کا بہت زیادہ ثواب ہے۔

سیدنا زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا»

’’جس نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا تو اسے بھی اس کے برابر ثواب ملے گا، بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں سے ذرا بھی کم کیا جائے۔‘‘ (جامع الترمذي، حديث: 807 اور کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور سنن ابن ماجه، حديث: 1746 اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے: 216/1)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:

«أَيُّ الإِسْلَامِ خَيْرٌ؟»

’’کون سا اسلام بہتر ہے؟‘‘

قَالَ: «تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ»

فرمایا: ’’تم کھانا کھلاؤ اور سلام کرو، جس کو پہچانو اس کو بھی اور جس کو نہ پہچانو اس کو بھی۔‘‘ (صحيح البخاري، حديث: 12، صحيح مسلم، حديث:39)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ ہر دن آسمان سے دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، دونوں دعا کرتے ہیں کہ خرچ کرنے والے کو اور زیادہ ملے اور روک لینے والے کا مال ضائع ہو جائے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُولُ الْآخَرُ اللَّهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا»

’’کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں۔ ایک فرشتہ یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ دے۔ اور دوسرا کہتا ہے: کہ اے اللہ! روک لینے والے کا مال ضائع کر دے۔‘‘ (صحيح البخاري، حديث: 1442، صحيح مسلم، حديث: 1010 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا مال والے کے سچے ایمان کی دلیل ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ»

''صدقہ دلیل ہے۔'' (صحیح مسلم، حدیث: 223 ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اس کا معنی یہ ہے کہ صدقہ کرنا صدقہ کرنے والے کے ایمان کی دلیل ہے، منافق اس سے پرہیز کرتا ہے کیونکہ وہ اس پر ایمان نہیں رکھتا، لہٰذا جو صدقہ کرتا ہے تو اس کے صدقہ کرنے سے اس کے سچے ایمان پر استدلال کیا جاتا ہے۔'' (دیکھیں: شرح صحیح مسلم: 101/3)

کیونکہ مال دلوں کو محبوب ہے اور نفوس اس کا طمع رکھتے ہیں۔ جب انسان اسے اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کرتا ہے درحقیقت وہ اپنی پسندیدہ چیز کو صرف اس کے لیے خرچ کرتا ہے جو اسے خرچ کی گئی چیز سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

اے مسلمان! تمہیں اس مبارک مہینے میں تجھے جود وسخاوت اور احسان میں نبی ﷺ کی اقتدا کرنی چاہیے اور اس کا تجھ پر اثر ظاہر ہونا چاہیے۔

چاہیے کہ تم اپنے مال کا حساب لگاؤ اور جس مال پر زکاۃ واجب ہے، اس کی زکاۃ ادا کرو، پھر اس کے بعد خیر کے کاموں میں خرچ کرنے کا اہتمام کرو۔

یہ (صدقہ وخیرات) اخلاص کے ساتھ ہونا چاہیے:

﴿اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا﴾

''(اور کہتے ہیں:) ہم تم کو خالص اللہ کے لیے کھلاتے ہیں۔ نہ تم سے عوض کے خواستگار ہیں، نہ شکر گزاری کے (طلبگار)۔'' (سورۃ الدھر: 76، آیت: 9)

اس کے ساتھ فقراء کی کرامت وعزت بھی مدنظر رہے۔ وہ خرچ کرنا جو فقراء کی عزت کو مجروح کرے، اس میں کوئی خیر نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ﴾

''نرم بات کہنا اور معاف کر دینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد ایذا رسانی ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بردبار ہے۔'' (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 263)

احسان جتلانا اور تکلیف دینا صدقے کے اجر کو ضائع کر دیتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى﴾

''مومنو! اپنے صدقات (وخیرات) احسان رکھنے اور ایذا دینے سے برباد نہ کر دینا۔'' (سورة البقرة:2، آیت:264)

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ خیر کے کاموں میں خرچ کرنے کا بڑا جذبہ رکھتے تھے باوجود اس کے کہ ان کے پاس بہت تھوڑا مال تھا۔ اس کی ایک مثال رومہ کنویں کی ملتی ہے جو ایک یہودی کی ملکیت تھا۔ وہ اس کا پانی مسلمانوں کو فروخت کرتا تھا۔ ایک مشک ایک درہم میں دیتا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ يَشْتَرِي بِئْرَ رُومَةَ فَيَجْعَلَ دَلْوَهُ مَعَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِينَ بِخَيْرٍ لَهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ»

''کون بئر رومہ کو جنت میں اپنے لیے اس سے بہتر چیز کے عوض خرید کر اپنے ڈول کو دوسرے مسلمانوں کے ڈول کے برابر کر دے گا؟'' تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ (جامع الترمذي، حدیث:3703 سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔ اس کی اصل بخاری میں ہے، حدیث:2778)

کچھ سیرت نگاروں نے ایک عجیب واقعہ ذکر کیا ہے، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

''سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بارش رک گئی (قحط پڑ گیا) تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا سو اونٹوں کا غلے سے لدا ہوا قافلہ مدینہ آیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر تاجر جمع ہو گئے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے تو انھوں نے کہا: ہم غلے میں سے کچھ خریدنا چاہتے ہیں، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بڑی خوشی سے کہا: کتنا منافع مجھے دو گے؟ انھوں نے کہا کہ دس کے بدلے بارہ۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس سے زیادہ کی پیشکش ہوئی ہے۔ انھوں نے کہا: دس کے بدلے چودہ۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس سے بھی زیادہ مل رہے ہیں۔ انھوں نے کہا: دس کے بدلے پندرہ۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس سے بھی زیادہ مل رہے ہیں۔ تاجر کہنے لگے: ہمارے سوا مدینہ میں کوئی تاجر باقی نہیں ہے تو وہ کون ہے جو آپ کو ہم سے زیادہ دے رہا ہے؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ عزوجل ہر درہم کے بدلے دس دے رہا ہے، کیا تمھارے پاس اس سے زیادہ ہے؟ وہ کہنے لگے نہیں، تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے

یہ کھانا فقرائے مسلمین کے لیے صدقہ کر دیا ہے۔'' (آجری نے کتاب الشریعہ میں: 1486)

امام ابن القیم رحمہ اللہ: فرماتے ہیں:

''صدقے میں مصیبت کو دور کرنے کی عجیب تاثیر ہوتی ہے، اگر چہ یہ نافرمان یا ظالم بلکہ کافر بھی کرے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ صدقے کے ذریعے مختلف قسم کی مصیبتیں ٹال دیتا ہے۔ یہ بات ہر خاص و عام لوگوں کو معلوم ہے، زمین والے سارے لوگ اس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں اور انہوں نے اسے آزمایا ہوا بھی ہے۔'' (دیکھیں: الوابل الصیب، ص: 31)

انسان قیامت کے دن اپنے صدقے کے سائے میں ہوگا۔ مرثد بن عبداللہ الیزنی رحمہ اللہ پر کوئی دن نہیں گزرتا تھا مگر وہ اس میں صدقہ کرتے تھے۔ ایک دن ان کے گھر میں پیاز کے سوا کچھ نہیں تھا تو انہوں نے پیاز سر پر اٹھا لیے۔ ایک شخص نے انہیں دیکھا تو کہا: اللہ تعالیٰ نے یہ آپ پر واجب نہیں کیا تو مرثد نے کہا: میں نے اپنے گھر میں اس کے سوا کوئی چیز نہیں پائی اور میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی دن مجھ پر صدقہ کیے بغیر نہ گزرے۔ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک آدمی نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كلُّ امرئٍ في ظِلِّ صَدَقَتِه حَتَّى يُقْضَى بَينَ الناس»

''ہر آدمی اپنے صدقے کے سائے میں ہوگا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔'' (ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں حدیث: 2431، ابن حبان نے اپنی صحیح میں حدیث: 3310 عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

اے اللہ! ہمیں رمضان کے مہینے میں سخاوت اور احسان کرنے کی توفیق دے۔ اے کریم! اے منان! ہم سے قبول فرما اور ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو معاف فرما دے۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 13

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾

''تم ہرگز نیکی نہیں پاؤ گے یہاں تک کہ اپنی پسندیدہ چیز میں سے تم خرچ کرو۔''

سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس کے جود وسخا کے بادل ہر وقت موسلہ دھار بارش برسا رہیں ہیں۔ وہ کریم جس نے اعلان کر رکھا ہے کہ شکر کرنے والے کو بہت زیادہ نوازے گا۔ درود وسلام اس کے بندے اور رسول ﷺ پر جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حق کو بلند کیا یہاں تک کہ وہ واضح اور ظاہر ہوگیا اور آپ کی آل اور اصحاب پر جو بہترین ساتھی تھے۔ امابعد:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾

''تم ہرگز نیکی نہیں پاؤ گے یہاں تک کہ اپنی پسندیدہ چیز میں سے تم خرچ کرو۔'' (سورة آل عمران:3، آیت:92)

ابن جریر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''یعنی: اے مومنو! تم ہرگز اپنے رب کی جنت نہیں پاؤ گے یہاں تک کہ تم وہ چیز خرچ کرو جو تمہیں محبوب ہے، یعنی تم اپنے مال میں سب سے قیمتی چیز کو صدقہ نہ کرو۔'' (تفسير الطبري:5/573)

نبی کریم ﷺ سے سوال ہوا:

«أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ ؟»

''کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟''

نبی ﷺ نے فرمایا:

«أَغلاَهَا ثَمَنًا، وَأَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا»

''جو سب سے زیادہ قیمتی ہو اور اپنے مالک کو بہت زیادہ پسند ہو۔'' (صحيح البخاري، حديث: 2518، صحيح مسلم، حديث: 84 ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ خیر کے راستوں میں مال خرچ کرتے ہوئے پاکیزہ مال کا انتخاب کرے، ناقص اور ردی مال جو وہ اپنے لیے پسند نہ کرے، خرچ نہ کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا فِيهِ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝﴾

''اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہارے لیے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو، ان میں سے خبیث چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرو، جسے تم خود لینے والے نہیں ہو، ہاں اگر آنکھیں بند کرلو تو، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے پروا اور خوبیوں والا ہے۔'' (سورة البقرة: 2، آیت: 267)

ابن جریر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''﴿الْخَبِيثَ﴾ سے اللہ تعالیٰ کی مراد ہے: ردی چیز جو اچھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: صدقہ کرتے وقت اپنے ردی مال کا ارادہ نہ کرو کہ اسے صدقہ کرو لیکن پاکیزہ اور اچھے مال کا صدقہ کرو۔'' (تفسير الطبري: 4/698)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنے مالوں اور جو کچھ بھی ان کے پاس تھا، اس میں سے سب سے افضل چیز خرچ کرنے کے بہت حریص تھے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصار میں کھجور کے باغات کے اعتبار سے سب سے زیادہ مال دار تھے۔ اور ان کو بیرحا باغ سب سے زیادہ محبوب تھا، اور وہ مسجد کے بالکل سامنے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں داخل ہوتے اور اس کے میٹھے پانی سے پیتے تھے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾

''تم ہرگز نیکی نہیں پاؤ گے یہاں تک کہ اپنی پسندیدہ چیز میں سے تم خرچ کرو۔'' (سورۃ آل عمران:3، آیت:92)

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! یقیناً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾

''تم ہرگز نیکی نہیں پاؤ گے یہاں تک کہ اپنی پسندیدہ چیز میں سے تم خرچ کرو۔''

میرا سب سے محبوب مال بیرحاء ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے صدقہ ہے، میں اس کا ثواب اور بدلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں چاہتا ہوں، آپ اس کو اللہ کے حکم کے مطابق جہاں مناسب سمجھیں، تقسیم کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«بَخْ ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ فِيهَا وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ»

''بہت خوب! یہ بڑا ہی نفع بخش مال ہے، یہ بڑا ہی آمدنی والا مال ہے، جو تم نے اس کے بارے میں کہا میں نے سن لیا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔''

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں ایسا ہی کروں گا، چنانچہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ مال اپنے رشتہ داروں اور چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔'' (صحيح البخاري، حديث:1461، صحيح مسلم، حديث:998)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان:

«وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ»

''اور میری رائے یہ ہے کہ اسے تو اپنے رشتہ داروں ہی میں تقسیم کردو۔''

میں اس بات کی دلیل ہے کہ قریبی رشتہ دار جو ضرورت مند ہوں، وہ دوسروں کے مقابلے میں زیادہ حقدار ہوتے ہیں بلکہ ان پر صدقہ کرنا دوسروں پر صدقہ کرنے سے ثواب میں زیادہ ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ وَهِيَ عَلَى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ: صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ»

"مسکین پر صدقہ صرف صدقہ ہے اور رشتے دار پر صدقہ میں دو بھلائیاں ہیں: یہ صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔"

(جامع الترمذي، حديث: 658 اور اسے حسن قرار دیا ہے، اور اسے ابن حبان، حدیث: 237 میں صحیح قرار دیا ہے۔)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾

"کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے۔" (سورة البقرة: 2، آیت: 245)

تو سیدنا ابو الدحداح رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض چاہتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں اے ابو الدحداح!" تو انہوں نے کہا کہ میں اپنے رب کو اپنا باغ قرض دیتا ہوں، وہ باغ جس میں چھ سو کھجور کے درخت تھے، پھر وہ چلتے ہوئے باغ پہنچے۔ اس میں ام الدحداح اور بچے تھے۔ انہوں نے آواز دی: اے ام الدحداح! اس نے کہا: حاضر ہوں۔ کہنے لگے باہر نکل آؤ، میں نے اپنا باغ اللہ کو قرض دے دیا ہے۔ (مسند البزار، حديث: 2033، اور ہیثمی نے کہا: "اسے البزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔" مجمع الزوائد: 6/321)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جب ان کو اپنے مال میں سے کوئی چیز زیادہ پسند ہوتی اور ان کا دل اس میں اٹک جاتا تو اس کو صدقہ کر دیتے، اللہ تعالیٰ کے اس قول پر عمل کرتے ہوئے: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ﴾ "تم ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے۔" یعنی جنت، ﴿حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ "جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرو گے۔" (دیکھیں: تفسير القرطبي: 4/132)

عطا کرنے اور خرچ کرنے میں جلدی کرنی چاہیے، دیر اور ٹال مٹول نہیں کرنی چاہیے کیونکہ انسان نہیں جانتا کہ کب اچانک موت آ جائے۔

عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَأَى أَنَّهُمْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ فَقَالَ ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ

يَحْبِسَنِي فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ »

''میں نے مدینہ میں نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں ایک مرتبہ عصر کی نماز پڑھی، سلام پھیرنے کے بعد آپ جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے اورصفوں کو چیرتے ہوئے آپ اپنی کسی بیوی کے حجرہ میں گئے۔ لوگ آپ ﷺ کی اس تیزی کی وجہ سے گھبرا گئے، پھر جب آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور جلدی کی وجہ سے لوگوں کے تعجب کو محسوس کیا تو فرمایا: ہمارے پاس ایک سونے کا ایک ٹکڑا (صدقے کے سونے سے) بچ گیا تھا، مجھے اس میں دل لگا رہنا برا معلوم ہوا، میں نے اسے بانٹ دینے کا حکم دے دیا۔''

اے میرے مسلمان بھائی! نیکی کے راستوں میں دینے اور پاکیزہ مال خرچ کرنے کا اہتمام کرو کیونکہ صدقہ کرنا بہت بڑا عمل ہے اور اس کے فوائد دنیا اور آخرت میں بہت اچھے ہیں۔

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''صدقہ اور احسان مصیبتوں کو بھگانے، نظر بد کو ہٹانے اور حاسد کے شر سے بچانے میں عجیب تاثیر رکھتا ہے اور یہ قدیم و جدید لوگوں کے تجربے کی بات ہے۔ صدقہ کرنے والا نیک شخص اپنے احسان اور صدقے کی حفاظت میں ہوتا ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بچانے والی ڈھال اور مضبوط قلعہ ہوتا ہے۔'' (بدائع الفوائد: 2/242-243)

اے اللہ! ہم پر اپنی مغفرت کے ذریعے سے احسان فرما۔ اپنے فضل و احسان سے ہمیں نواز، ہمیں جنت کے وارثوں میں سے بنا اور ہمیں اپنے عذاب اور انتقام سے نجات دے۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل و اصحاب پر۔

درس 14

وہ مال جس میں زکاۃ واجب ہے

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو غلطیوں کو مٹانے اور درگزر کرنے والا ہے اور خطاؤں کو معاف کرتا ہے، جس نے بھی اس کی پناہ لی، وہ کامیاب ہو۔ درود وسلام اس کے بندے اور رسول ﷺ پر جس نے اللہ کے لیے اپنے نفس اور مال کو قربان کر دیا اور حق کو واضح اور ظاہر کر دیا اور آپ کی آل اور اصحاب پر اور جنھوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، بہت بہت سلامتی عطا فرما۔ اما بعد:

یقیناً بہت سارے لوگوں کی عادت ہے کہ وہ رمضان میں وقت کی فضیلت کی وجہ سے اپنے مالوں کی زکاۃ نکالتے ہیں۔

ان دروس میں زکاۃ کے مسائل کو بیان کرنا بہتر ہوگا جن کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے۔

ہم ان مالوں سے ابتدا کرتے ہیں جن میں زکاۃ واجب ہوتی ہے اور یہ چار قسم کے ہیں:

پہلی قسم: زمین سے نکلنے والے دانے اور پھل۔

دوسری قسم: چرنے والے پالتو جانور۔

تیسری قسم: نقدین (سونا اور چاندی)۔

چوتھی قسم: تجارتی سامان۔

پہلی قسم: زمین سے نکلنے والے دانے اور پھل:

وہ دانے جو زمین سے نکلتے ہیں، ان میں سے ہر دانے پر زکاۃ واجب ہے، اور ہر پھل پر بھی زکاۃ واجب ہے جو ماپا اور ذخیرہ کیا جاسکتا ہے۔ ان میں عشر (دسواں حصہ) واجب ہے، اس میں جو بغیر محنت اور مشقت کے

سیراب ہوتی ہو جیسے بارش یا نہروں یا چشموں وغیرہ کے پانی سے، مگر جو محنت اور مشقت سے سیراب ہوتی ہو، جیسے پانی اٹھانے والی موٹروں وغیرہ سے، تو اس پر نصف عشر (پانچواں حصہ) ہوگا۔

دوسری قسم: چرنے والے پالتو جانور:

چرنے والے پالتو جانوروں میں اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری شامل ہیں۔ چرنے والے سے مراد: وہ جانور ہیں جو سال کا زیادہ وقت سوکھی اور تر گھاس چرتے رہے ہوں۔ جنہیں چارہ خرید کر ڈالا جاتا ہو، ان پر زکاۃ واجب نہیں ہے۔ جس کے پاس اونٹ، گائے یا بھیڑ بکریاں ہوں اور وہ ان کے لیے چارہ خرید کر لاتا ہو تو ان پر زکاۃ نہیں ہے۔ زکاۃ صرف ان جانوروں پر ہے جو خود خشک وتر گھاس سال کا اکثر حصہ چرتے ہوں لیکن جو جانور تجارت کے لیے رکھے ہوں، وہ اس سے مستثنی ہیں۔ تجارت کے لیے رکھے ہوئے جانور پر زکاۃ دینی ہوگی۔ ان کی زکاۃ کے احکام کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

تیسری قسم: نقدین (سونا اور چاندی):

نقدین، یعنی سونا اور چاندی ہے۔ موجودہ وقت میں ان کے معنی میں نقدی نوٹ شامل ہیں: ریال، ڈالر، پونڈ اور دیگر نقدی کرنسیاں۔ اگر ان پر ایک سال گزر جائے اور وہ نصاب کو بھی پہنچ جائیں تو ان میں زکاۃ واجب ہے۔ سونے چاندی کے علاوہ جو معدنیات پائی جاتی ہیں، جیسے ہیرا وغیرہ، ان میں زکوۃ واجب نہیں اگر چہ یہ سونا چاندی سے قیمتی بھی ہوں، الا یہ کہ تجارت کے لیے تیار کی گئی ہوں تو ان کی زکاۃ تجارتی سامان کی بنا پر نکالی جائے گی۔ نقدی نوٹوں کا نصاب وہ ہے: جو سونے اور چاندی میں سے سب سے کم نصاب ہو، اسی کو رابطہ عالم اسلامی کے تحت قائم شدہ فقہی اکیڈمی (قرار نمبر: 6، سیشن نمبر: 5، مورخہ 8-6/4/1402ہجری، 8-6/4/2004 عیسوی۔ دیکھیں: قرارات المجمع الفقهي الإسلامي، ص: 103) اور کبار علماء کی کمیٹی (دیکھیں: ابحاث هيئة كبار العلماء: 93/1) نے مقرر کیا ہے اور چاندی وقت حاضر میں سونے سے بہت سستی ہے۔

اس بنا پر نقدی نوٹوں کا وہی نصاب ہے جو چاندی کا نصاب ہوگا، لہٰذا ہم چاندی کے ایک گرام کی قیمت لیں گے اور اس کو پانچ سو پچانوے (595) سے ضرب دیں گے تو نقدی نوٹوں کا نصاب نکل آئے گا، لہٰذا جس کا مال نصاب یا اس سے زیادہ تک پہنچ جائے اور اس پر ایک سال بھی گزر جائے تو اس پر زکاۃ دینی واجب

ہوگی، خواہ اس نے یہ رقم جس مقصد کے لیے بھی رکھی ہو، اگرچہ وہ اپنے نفقہ یا شادی کے لیے یا گھر بنانے کے لیے یا کسی بھی غرض کے لیے رکھی ہو۔

ہم نقدی نوٹوں کی زکاۃ کا حساب معلوم کرنے کا ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں اور وہ یہ ہے: جو بھی رقم ہو اس کو چالیس پر تقسیم کرو تو زکاۃ کی مقدار نکل آئے گی، مثلا: چار ہزار کو چالیس پر تقسیم کرو تو نتیجہ ایک سو نکلتا ہے (جو زکاۃ کی رقم ہے) اور چالیس ہزار کو چالیس پر تقسیم کرو تو نتیجہ ایک ہزار نکلتا ہے (جو زکاۃ کی رقم ہے) اور اسی طرح رقم کے حساب سے زکاۃ نکالی جائے گی۔

چوتھی قسم: تجارتی سامان:

اس سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جو تجارت کے لیے انسان نے تیار رکی ہوں، یعنی وہ نفع حاصل کرنے کی نیت سے انہیں خریدے اور بیچے، تو اس پر واجب ہے کہ وہ سال کے آخر میں ان کا حساب لگائے اور ان کی قیمت کا ربع عشر (چالیسواں حصہ) نکالے اور وہ سو میں ڈھائی (2.5%) فیصد ہے۔

اس میں وہ تمام دکانیں شامل ہیں جو تجارت کے لیے ہوں، وہ کسی بھی قسم کی ہوں، کپڑے یا آلات اور دوسرے ساز و سامان یا کھانے پینے کی دکانیں وغیرہ تو ان کے مالکان پر واجب ہے کہ وہ سال پورا ہونے پر اس کا حساب لگائیں اور ایک ایک چیز اس طرح گنیں جیسے وہ اس میں موجود سامان فروخت کرنا چاہتے ہوں، پھر اس کی قیمت میں سے ربع عشر (چالیسواں حصہ) اس کی زکوۃ نکالیں (جو ڈھائی (2.5%) فیصد ہے)۔

زکاۃ صرف ان چیزوں پر واجب ہوگی جو بیچنے کے لیے تیار اور پیش کی جائیں گی مگر جو دکان کے اندر لگی ہوئی یا رکھی ہوئی چیزیں ہیں، مثلا: الماریاں اور فریجیں وغیرہ، ان پر زکوۃ نہیں ہوگی۔

اے اللہ! ہمیں دین میں سمجھ عطا فرما۔ ہمیں اپنے نیک بندوں میں سے بنا اور ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو جو زندہ ہیں یا وفات پا چکے ہیں، معاف فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 15

زکاۃ کے حق داروں کی قسمیں

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ جو اس کی اطاعت کرتا ہے وہ اسے بہت زیادہ عطا کرتا ہے، اس کی قضا کو کوئی لوٹانے والا نہیں اور اس کے حکم کو کوئی پیچھے کرنے والا نہیں۔ درود و سلام محمد بن عبداللہ ﷺ پر جن کو (اللہ تعالیٰ نے) چنا اور منتخب کیا اور آپ کی آل اور اصحاب پر اور جو ان کے راستے پر چلے۔ اما بعد:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَٰكِينِ وَالْعَٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝﴾

”صدقے صرف فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جن کے دل قریب رکھنا مطلوب ہو اور گردنیں چھڑانے میں اور قرضداروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے، فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔“

(سورة التوبة:9، آیت:60)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے زکاۃ کے مصارف اور حق داروں کو بیان کیا اور انہیں آٹھ قسموں میں محصور کیا ہے۔ آیت کو حرف حصر ﴿إِنَّمَا﴾ سے شروع کیا اور یہ واضح فرمایا کہ زکاۃ انہیں دینا لازمی فریضہ ہے اور یہ تقسیم اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت سے صادر ہوئی ہے۔

یہ قسمیں درج ذیل ہیں:

پہلی قسم: فقراء:

فقیر وہ ہے جو اتنا غریب ہو کہ اس کے پاس کوئی بھی چیز نہ ہو یا اس کے پاس ضرورت کے آدھے سے بھی کم ہو۔

دوسری قسم: مساکین:

مسکین وہ ہوتا ہے جس کے پاس جتنی اس کی ضرورت ہے، اس کا آدھا یا اس سے زیادہ ہو لیکن وہ اس کی ضرورت پوری نہ کرتا ہو۔

فقراء اور مساکین ضرورت دونوں ضرورت مند ہوتے ہیں لیکن فقراء، مسکینوں سے زیادہ حاجت مند ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسکینوں کا ذکر سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور سیدنا خضر کے قصے میں ذکر کیا ہے اور ان کی ایک کشتی تھی جس سے وہ مزدوری کرتے تھے:

﴿اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ﴾

”کشتی تو چند مسکینوں کی تھی جو دریا میں کام کاج کرتے تھے۔“ (سورة الكهف:18، آیت:79)

اس کی مثال یوں ہے کہ ایک آدمی کے پاس کچھ بھی نہیں تو یہ فقیر ہے۔ جس کے پاس اتنا مال ہو کہ مہینے کے دس دن گزر سکیں تو یہ بھی فقیر ہی ہوگا۔ جس کے پاس اتنا مال ہو کے مہینے کے پندرہ دن گزر سکیں تو یہ مسکین ہے اور جس کے پاس اتنا مال ہو کہ مہینے کے بیس دن گزار سکے لیکن پورے مہینے کے لیے کافی نہ ہو تو وہ بھی مسکین ہی ہوگا۔

جس کے پاس اتنا مال آتا ہو کہ پورا مہینہ اس سے گزر جاتا ہے تو اس کے پاس اتنا ہے جو اسے کافی ہے۔ یہ نہ فقیر ہے اور نہ مسکین۔ اس کے لیے زکاۃ لینا جائز نہیں۔ اگر ماہانہ آمدنی سے اس کے پاس کچھ جمع بھی ہو جاتا ہو تو اس کے لیے تو بدرجہ اولیٰ زکاۃ لینا صحیح نہیں ہوگا۔

فقیر اور مسکین کی حالت کے بارے میں یقین ہونا ضروری نہیں بلکہ غالب گمان کافی ہے۔

لیکن اگر کوئی زکاۃ لینے کا سوال کرے اور ظاہری طور پر وہ مالدار نہ لگتا ہو تو اسے زکاۃ دینا جائز ہے اور اسے بتانا چاہیے کہ یہ زکاۃ ہے اور زکاۃ مالدار اور طاقتور جو اپنی روزی کما سکتا ہے، اس کے لیے حلال نہیں۔ نبی کریم ﷺ کے پاس دو طاقتور آدمی آئے جو آپ سے سوال کرنے لگے تو آپ ﷺ نے دونوں کو بغور دیکھا اور فرمایا:

«إِنَّ شِئْتُمَا أَعْطَيْتُكُمَا وَلَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ وَلَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ»

’’اگر تم چاہو تو میں تمہیں دے دیتا ہوں مگر (حقیقت یہ ہے کہ) اس میں غنی اور طاقتور کما سکنے والے کا کوئی حصہ نہیں۔‘‘ (سنن أبي داود، حدیث: 1633، اور ابن الملقن نے البدر المنیر: 7/361 میں اسے صحیح کہا ہے۔ اور امام احمد ابن حنبل نے تلخیص الحبیر میں: 3/231 کہا: کیا ہی بہترین حدیث ہے!)

تیسری قسم: عاملین زکاۃ (زکاۃ وصول کرنے والے):

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں حکومت لوگوں سے زکاۃ کی وصولی، حفاظت اور تقسیم پر مقرر کرتی ہے تو انہیں زکاۃ میں سے ان کے کام کے مطابق دیا جائے، اگرچہ وہ مالدار بھی ہوں، مگر جو لوگ لوگوں کے وکیل بن کر زکاۃ تقسیم کرتے ہیں، وہ عاملین میں نہیں آتے ان کا ان کی وکالت کے بدلے میں زکاۃ میں سے کوئی حق نہیں۔ اسی طرح جو فلاحی اداروں کے امور کی دیکھ بھال کرتے ہیں، وہ بھی عاملین میں نہیں آتے بلکہ وکیلوں کے زمرے میں آتے ہیں۔

چوتھی قسم: مؤلفة القلوب (جن کے دل قریب رکھنا مطلوب ہو):

مؤلفة القلوب: وہ لوگ ہیں جن کو اسلام قبول کرنے کی امید سے یا ان کے ایمان کو مزید تقویت دینے کے لیے یا ان کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لیے زکاۃ دی جاتی ہے۔

جس کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لیے زکاۃ دی جاتی ہے، اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کا سردار ہو اور اس کے پیروکار ہوں اور وہ طاقت اور قوت والا ہو۔

پانچویں قسم: الرقاب (گردنیں چھڑانا):

یہ وہ غلام ہیں جو اپنے سرداروں سے مکاتبت کر لیں اور اپنے آپ کو خرید لیں تاکہ آزادی حاصل کر سکیں۔ اسی طرح مسلمان قیدی کو آزاد کرنے کے لیے زکاۃ دینا جائز ہے کیونکہ یہ بھی گردن آزاد کرنے کے عموم میں داخل ہے۔

چھٹی قسم: الغارمون: (قرض دار):

یہ وہ لوگ ہیں جن پر قرض اتنا چڑھ گیا ہو کہ وہ قرض ادا کرنے سے عاجز آ چکے ہوں۔ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس پر قرض کا وقت آ پہنچا ہو اور وہ اسے ادا کرنے سے عاجز آ چکا ہو اور نوبت یہاں تک پہنچ

چکی ہو کہ اگر قرض دینے والا مقروض کے خلاف شکایت کرے تو قرض کی وجہ سے اسے جیل جانا پڑے، مگر جس کا قرض مؤخر ہو یا قسطوں میں ہو یا ایسا قرض جس کا وقت آپہنچا ہو اور وہ قرض دینے کی طاقت رکھتا ہو تو وہ ان قرض والوں میں شمار نہیں ہوگا جو زکاۃ کے مستحق ہیں۔

مقروض لوگوں کی اس قسم پر خاص توجہ دینی چاہیے۔ کتنے ہی ایسے انسان ہیں جو قرض کی آزمائش کی وجہ سے اپنے خاندان سے کٹے ہوئے جیلوں میں پڑے ہیں۔ اس شخص کے لیے بہت بڑا اجر وثواب ہوگا جو ایسے لوگوں کی ضرورتوں کا پتا لگائے اور ان کا قرض ادا کرے۔

ساتویں قسم: فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں):

اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا کلمہ (دین) بلند ہو۔

راجح قول کے مطابق اس میں (دین کی) دعوت جہاد بھی شامل ہے اور اسی کو رابطہ عالم اسلامی کے تحت قائم شدہ فقہی اکیڈمی (قرار نمبر: 5، سیشن: 9، مورخہ 1406/7/9-12 ہجری، 2007/7/9-12 عیسوی۔ دیکھیں: قرارات المجمع الفقهي الاسلامي، ص: 196) نے اس قرار کو منظور کیا کیونکہ جو دعوت کا جہاد ہے، یہی اصل ہے بلکہ تلوار کے جہاد کا مقصد بھی اللہ کی طرف دعوت کی اشاعت ہے۔ اس لحاظ سے جو مراکز اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں، انہیں زکاۃ دینی جائز ہے۔

لیکن اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ زکاۃ محض دعوت کے کاموں پر ہی صرف ہو جیسے داعی حضرات کی تنخواہیں وغیرہ۔ اس کے علاوہ غیر بنیادی امور پر صرف نہ کی جائے جیسے اعلانات اور مقابلے وغیرہ۔

آٹھویں قسم: ابن سبیل (مسافر):

اس سے مراد وہ مسافر ہے جو سفر کی وجہ سے مشکلات سے دوچار ہوجائے اور جو کچھ اس کے پاس ہے وہ ختم ہو چکا ہو تو اسے زکاۃ سے اتنا دیا جائے جو اسے اپنے ملک پہنچا دے، اگرچہ وہ وہاں مالدار ہی کیوں نہ ہو اور اسے قرض دینے والا بھی مل جائے۔

مسلمان کو اپنی زکاۃ دینے کے لیے مستحق لوگوں تک پہنچنے کی پوری کوشس کرنی چاہیےاور وہ یہ آٹھ قسم کے لوگ ہیں۔ ان کے علاوہ دوسروں کو زکاۃ نہ دے۔ نہ مسجدیں بنانے کے لیے، نہ مدارس بنانے کے لیے اور

نہ کنویں کھدوانے کے لیے وغیرہ۔

مسلمان کو زکاۃ دینے کے لیے مستحق لوگوں کو تلاش کرنا چاہیےاور زکاۃ دینے میں ان کی رعایت نہ کرے جو اس کے مستحق نہیں ہیں۔ کسی شخص کے رشتہ دار یا جاننے والے لوگ ہوتے ہیں، وہ ان کو زکاۃ دینے کا عادی ہوتا ہے پھر اُن کے حالات بدل جاتے ہیں اور وہ زکاۃ کے مستحق نہیں رہتے تو وہ ان کو زکاۃ دے کر بریٔ الذمہ نہیں ہوگا کیونکہ وہ زکاۃ کے مستحق نہیں ہیں۔

جو زکاۃ کا حقدار نہیں، اس کے لیے زکاۃ لینا جائز نہیں، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ»

”جو شخص مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے ان کا مال مانگتا ہے تو وہ آگ کے انگارے مانگتا ہے، کم (اکھٹے) کرلے یا زیادہ کرلے۔“ (صحیح مسلم، حدیث: 1041 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

اے اللہ! ہم آپ سے ہر بھلائی کا سوال کرتے ہیں، وہ جلدی آنے والی ہو یا دیر سے، ہم اسے جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں اور ہم جلدی یا دیر سے آنے والے شر سے پناہ مانگتے ہیں جسے ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔

اے اللہ! ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو معاف فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 16

زکاۃ کے وہ مسائل جن کے بارے میں اکثر پوچھا جاتا ہے

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہر چیز کو ٹھیک ٹھاک پیدا کیا اور ہر انسان کو، جس کے لیے پیدا کیا گیا، اس کی طرف اس کی آسانی کر دی۔ درود وسلام ان پر جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا راستہ واضح اور روشن کیا اور آپ کی آل اور نیکوکار اصحاب پر۔ اما بعد:

یہ زکاۃ کے وہ نمایاں مسائل ہیں جن کے بارے میں لوگ اکثر سوال کرتے ہیں:

① ماہانہ آمدنی پر زکاۃ:

ماہانہ آمدنی سے مراد وہ مال ہے جو ہر ماہ انسان کو حاصل ہوتا ہے تنخواہ ہو یا پنشن ہو یا اس کے سوا کوئی اور ہو۔ اگر انسان اس میں سے کچھ بھی جمع نہیں کرتا تو اس پر زکاۃ نہیں ہے لیکن اگر اس میں سے کچھ جمع کرتا رہتا ہے اور یہ جمع کیا ہوا نصاب یا اس سے زیادہ کو پہنچ جاتا ہے اور اس پر سال گزر جائے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس کی زکاۃ دے۔

زکاۃ نکالنے کے بہت سے طریقے ہیں ایک طریقہ یہ ہے: بینک سے اپنا حساب طلب کرے اور جو سال کا سب سے کم بیلنس ہے، اس کو دیکھے اور اس کی زکاۃ ادا کر دے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے: سال میں ایک تاریخ مقرر کر دے، جیسے نصف رمضان وغیرہ اور پھر ساری رقم کا حساب لگا کر اس کی زکاۃ ادا کر دے، اس نیت سے کہ جس پر ابھی سال نہیں گزرا، اس کی زکاۃ معجّل ہوگی۔ اس طرح اسے سال میں اپنی جمع شدہ رقم کو ایک ہی مرتبہ دیکھنا ہوگا۔ یہ طریقہ سب سے آسان اور سب سے محتاط اور مضبوط ہے۔ جب بھی انسان کو زکاۃ کی مقدار میں مشکل پیش آئے تو وہ احتیاط کرے اور یہ نیت کرے جو زکاۃ سے زیادہ ہے وہ صدقہ ہوگا۔

② زیور کی زکاۃ:

جو زیور پہننے اور زینت کے لیے بنوایا گیا ہو، اس کی زکاۃ کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ زیادہ تر فقہاء اس پر زکاۃ واجب نہیں سمجھتے۔ یہ مالکیوں اور شافعیوں اور حنابلہ کا مذہب ہے۔ (دیکھیں: الإشراف علی نکت مسائل الخلاف: 400/1، المجموع: 6/6 ، المغني: 41/3) احناف اس میں زکاۃ کو واجب سمجھتے ہیں۔ (دیکھیں: المبسوط از سرخسي: 192/2 اور الاختیار لتعلیل المختار: 110/1) اور جمہور کا قول راجح ہے کہ اس پر زکاۃ واجب نہیں کیونکہ زکاۃ کے واجب ہونے پر مروی تمام احادیث ضعیف ہیں جیسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز صحیح ثابت نہیں۔ (جامع الترمذي: 21/3)

شریعت کا قاعدہ بھی یہی ہے جو چیزیں استعمال اور ذاتی نفع کے لیے تیار کی گئی ہوں، ان پر زکاۃ واجب نہیں ہوتی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ وَلَا فَرَسِهِ صَدَقَةٌ»

”مسلمان پر نہ اس کے غلام میں زکاۃ فرض ہے اور نہ گھوڑے میں۔“ (صحیح البخاري، حدیث: 1463، صحیح مسلم، حدیث: 982 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

انسان کا گھر، اس کی گاڑی، گھر کے برتن اور ساز و سامان اور ہر وہ چیز جو استعمال کے لیے رکھی گئی ہے، اس میں زکاۃ نہیں ہے۔ اسی طرح استعمال شدہ زیور میں زکاۃ نہیں۔ یہ بھی ہے کہ استعمال وزینت کے لیے بنوائے ہوئے زیور پر زکاۃ واجب نہ ہونے کا قول اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے منقول ہے۔

③ حصص کی زکاۃ:

حصص کی زکاۃ شیئر ہولڈر کی حیثیت کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے: اگر شیئر ہولڈر ایک سرمایہ کار ہے، یعنی وہ ان کی خرید وفروخت نہیں کرتا بلکہ اپنی ملکیت میں لے کر چھوڑ دیا یا خریدا اور ترک کر دیا یا وہ خریدتا اور بیچتا رہا پھر اسے ترک کر دیا، تو اگر وہ کمپنیاں جن میں شیئرنگ کی گئی ہے، مملکت سعودی عرب میں ہیں تو اس پر زکاۃ نہیں ہے کیونکہ مملکت میں مشترکہ سٹاک کمپنیاں حصص داروں کی طرف سے زکاۃ نکالتیں ہیں اور مال کی زکاۃ دوبار نہیں نکالی جاتی لیکن اگر کمپنی مملکت سے باہر ہے اور شیئر ہولڈرز کی طرف سے زکاۃ ادا نہیں کرتی تو شیئر ہولڈر

کو اپنی زکاۃ کی رقم کو حصص کی زکاۃ کی رقم سے ضرب دے کر نکالنی ہوگی۔

اور اگر شیئر ہولڈر تاجر (مضارب) ہے یعنی اس میں خریدتا بھی ہے اور بیچتا بھی ہے تو اسے سال کے گزرنے پر پورٹ فولیو کی مارکیٹ ویلیو کو دیکھتے ہوئے ان تمام حصص کی زکاۃ ادا کرنی ہوگی جو اس کے پاس ہیں۔ وہ ان کی قیمت کا چالیسواں حصہ (2.5%) نکال دے۔

④ زمین کی زکاۃ:

زمین کی زکاۃ مالک کی نیت کے اعتبار سے ہوگی۔ اگر زمین کا مالک حال یا مستقبل میں زمین سے تجارت اور نفع اور کمائی کرنا چاہتا ہے تو یہ تجارتی سامان میں شمار ہوگی۔ اس پر واجب ہے کہ جب سال گزر جائے تو اس کا حساب لگا کر اس کی قیمت کا چالیسواں حصہ (2.5%) نکال دے۔ لیکن اگر وہ اس زمین سے تجارت نہیں کرنا چاہتا بلکہ اس پر گھر یا ریسٹ ہاؤس یا کرائے پر دینے کے لیے عمارت بناتا ہے یا اس کی نیت پختہ نہیں، کبھی اس پر عمارت بنانے کا سوچتا ہے تو کبھی اس سے فروخت کرنے کا، تو اس زمین پر زکاۃ نہیں ہے۔

⑤ قرض کی زکاۃ:

اگر انسان پر قرضِ موجل ہے تو اس کا زکاۃ پر اثر نہیں ہوگا اور اگر قرض فوری واجب الاداء ہے تو جس مال پر زکاۃ واجب ہے، اس سے قرض کے برابر رقم الگ کر لی جائے گی۔

اس کی مثال ایسے ہے کہ ایک آدمی پر دس ہزار ریال کی رقم بطور قرض واجب الاداء ہے اور جو مال اس کے پاس ہے اس پر سال بھی گزر گیا ہے، وہ ایک لاکھ ہے، تو دس ہزار ایک لاکھ سے نکال دیا جائے گا، یعنی وہ نوے ہزار کی زکاۃ نکالے گا۔

رہا وہ قرض جو انسان کا دوسروں کے ذمے ہے، اس میں مقروض مالدار اور قرض واپس کرنے کی استطاعت رکھتا ہے، جب اس سے قرض کی ادائیگی طلب کی جائے تو وہ فورا دے دے تو قرض دینے والے پر اس قرض میں سے زکاۃ دینی واجب ہے۔ لیکن اگر مقروض تنگ دست یا ٹال مٹول کرنے والا ہے تو اس قرض پر زکاۃ واجب نہیں۔

⑥ مزدوروں اور خادموں کو زکاۃ دینا:

مزدور اور خادموں اور ان جیسے دوسرے لوگوں کو زکاۃ تین شرطوں کے ساتھ دی جا سکتی ہے:

پہلی شرط: وہ زکاۃ کے حق دار ہوں، مثلاً: وہ فقراء یا مسکین یا مقروض ہوں۔

دوسری شرط: زکاۃ کو کام سے نہ جوڑے، یعنی اسے اس لیے زکاۃ نہ دے کہ وہ کام کو مزید بہتر کرے بلکہ جس طرح دوسرے لوگوں کو زکاۃ دیتا ہے، اسی طرح اس کو بھی دے۔

تیسری شرط: زکاۃ دینے کے بعد احسان نہ جتلایا جائے اور نہ تکلیف ہی دی جائے کیونکہ کچھ لوگ جب خادم یا ڈرائیور کو زکاۃ دیتے ہیں تو احسان جتلانے لگتے ہیں اور احسان جتلانا ثواب کو ضائع کر دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ﴾

”اے ایمان والو اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد نہ کرو۔“ (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 264)

⑦ یتیموں اور معذور افراد کے مال کی زکاۃ:

کوئی بھی مال جب نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر سال گزر جائے تو اس پر زکاۃ واجب ہو جاتی ہے، قطع نظر اس سے کہ اس کا مالک کون ہے؟ مالک اگرچہ یتیم ہو یا معذور افراد میں سے ہو یا ان کے سوا کوئی اور بھی ہو۔ یتیم کے سرپرست یا اس جیسا اور کوئی اس کو چاہیے کہ وہ یتیموں کے مال کو ایسی تجارت میں لگائے جہاں (مال کے ضائع ہونے کا) خطرہ تھوڑا ہوتا کہ زکاۃ سے اس کا مال ختم نہ ہو جائے، کیونکہ اگر مال پڑا رہا تو ہر سال اس کی زکاۃ نکالنے سے مال کم ہوتا جائے گا، اسی لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:

«اتَّجِرُوا فِي أَمْوَالِ الْيَتَامَى لَا تَأْكُلُهَا الزَّكَاةُ»

”یتیموں کے مال کی تجارت کرو تاکہ زکاۃ اسے ختم نہ کر دے۔“ (اسے امام مالک رحمہ اللہ نے الموطا: 125/1، رقم: 12 میں روایت کیا ہے۔)

اے اللہ! ہمارے وہ گناہ جو ہم نے پہلے کیے، جو آخر میں کیے، جو چھپا کر کیے اور جو علانیہ کیے اور جو تو ہم سے بہتر جانتا ہے، سب معاف فرما دے۔

اے اللہ! ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو معاف فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 17

غزوۂ بدر

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جو قوی اور متین ہے اور درود و سلام اس کے بندے اور رسول پر جو بدر میں نازل ہونے والے فرشتوں کے ساتھ مدد کیے گئے اور آپ کی آل اور اصحاب پر اور جنھوں نے نیکی کے ساتھ قیامت کے دن تک ان کی پیروی کی۔ اما بعد:

رمضان کا مہینہ قرآن اور فرقان کا مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ﴾

”رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت کے واضح اور حق و باطل سے جدا کرنے والے دلائل ہیں۔“ (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 185)

ماہ رمضان میں ایک الگ قسم کا فرقان ہے، یعنی حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا۔ یہ بدر کا فرقان ہے۔ یہ سب سے بڑا معرکہ ہے۔

﴿اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ﴾

”اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر اس دن اتاری جو حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا تھا جس دن دو فوجیں بھڑ گئی تھیں۔“ (سورۃ الانفال: 8، آیت: 41)

یہ غزوہ، تاریخ اسلام اور مسلمانوں کے لیے فیصلہ کن تھا۔ اس میں امت کے لیے نسل در نسل سبق اور عبرتیں ہیں۔ یہ غزوہ ہجرت کے دوسرے سال سترہ (17) رمضان کو پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے دشمن کے ساتھ بغیر کسی طے شدہ وقت کے جمع کر دیا۔

ہوا یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام سے آ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے لوگوں

کو اس قافلے کو روکنے کے لیے نکلنے کا کہا۔ قافلے کا قائد ابوسفیان اس قافلے کو بچانے میں کامیاب ہو گیا لیکن قریش نے تکبر کرتے ہوئے اور لوگوں کو دیکھانے اور اللہ کے راستے سے روکنے کے لیے رسول اللہ ﷺ سے لڑائی کی خاطر نکلنے پر اصرار کیا، یہاں تک کہ ابوجہل نے کہا: اللہ کی قسم! ہم واپس نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ ہم بدر پہنچ کر وہاں تین دن ٹھریں گے، اونٹ ذبح کریں گے، کھانا کھلائیں گے، شراب پئیں گے اور عرب ہمارے بارے میں سنیں گے تو وہ ہمیشہ ہم سے ڈرتے رہیں گے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کیا ہے، یا تجارتی قافلہ یا قریش، یعنی مالِ غنیمت اور لڑائی کے بغیر تجارتی قافلے کا ملنا یا قریش پر فتح کا حصول۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا اور اکثر آپ ﷺ ان سے مشورہ کیا کرتے تھے، اپنے رب کے اس حکم کے مطابق:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾

''اور ان سے کام کا مشورہ کیا کریں۔'' (سورۃ آل عمران: 3، آیت: 159)

باوجود اس کے کہ آپ ﷺ لوگوں میں سے سب سے زیادہ عقلمند اور سب سے زیادہ بصیرت والے تھے لیکن آپ ﷺ چاہتے تھے کہ آپ کی امت مشاورت میں آپ کی اقتدا کرے۔

جب آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا تو سیدنا مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! جو آپ کو حکم ہوا ہے، کر گزریئے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم ہم آپ کو وہ نہیں کہیں گے جو بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا:

﴿فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ﴾

''تم اور تمہارا پروردگار جا کر ہی لڑو، ہم یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔'' (سورۃ المآئدۃ: 5، آیت: 24)

اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا! اگر آپ ہمیں لے کر برکِ غماد[1] تک جائیں گے تو ہم آپ کے ساتھ وہاں تک بھی پہنچ کر رہیں گے۔

---

[1] یہ ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ سے پانچ رات پیچھے سمندر کے قریب ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ یمن کا ایک علاقہ ہے۔ دیکھیں: معجمِ البلدان: 1/399.

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو مجھے مشورہ دو۔'' اور آپ انصار کی رائے سننا چاہتے تھے۔ انصار سمجھ گئے کہ آپ ﷺ ان سے مخاطب ہیں کیونکہ انہوں نے آپ کی بیعت اس بات پر کی تھی کہ وہ اپنے شہر میں دشمن سے آپ کی حفاظت کریں گے اور آپ کی مدد کریں گے۔ آپ نے ان سے مشورہ کیا تاکہ معلوم ہو کہ ان کی کیا رائے ہے۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: اللہ کی قسم شاید آپ ہم سے سننا چاہتے ہیں۔ آپ نے کہا: بالکل۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں انصار کی طرف سے بات کر رہا ہوں: آپ جس کے ساتھ چاہیں، صلح کریں اور جس کے ساتھ چاہیں لڑائی کریں۔ ہمارے مال میں سے جو چاہیں لے لیں۔ جو آپ لیں گے وہ ہمیں اس سے زیادہ محبوب ہوگا جو آپ نے چھوڑا۔ آپ کا جو بھی فیصلہ ہوگا، ہمارا فیصلہ اس کے تابع ہوگا۔ یا رسول اللہ! آپ نے جو ارادہ کیا ہے اسے پورا کیجیے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا! اگر آپ ہمیں لے کر سمندر میں کودنا چاہیں تو ہم اس میں بھی کود جائیں گے۔ ہم میں سے ایک آدمی بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم جنگ میں ڈٹنے والے ہیں اور لڑائی کے وقت سچے ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ آپ کو ہمارے عمل سے وہ دکھائے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ (دیکھیں: السيرة النبوية از ابن هشام: 615/1 اور دلائل النبوة از بيهقي: 34/3)

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ آپ جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرۂ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح چمکنے لگتا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

«سِيرُوا وَأَبْشِرُوا فَإِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ وَعَدَنِي إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، وَاللهِ لَكَأَنِّي أَنْظُرُ الْآنَ إِلَى مَصَارِعِ الْقَوْمِ»

''خوشی خوشی چلو، اللہ نے مجھ سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے، اللہ کی قسم! اِس وقت گویا میں قوم کی قتل گاہیں دیکھ رہا ہوں۔''

آپ ﷺ صحابہ کو لے کر اس جگہ پہنچے اور مشاورت کے بعد سب سے بہتر جگہ کو اختیار کیا۔

جب مشرکین ظاہر ہوئے اور دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ هَذِهِ قُرَيْشٌ جَاءَتْ بِفَخْرِهَا وَخُيَلَائِهَا وَخَيْلِهَا تُحَادُّكَ وَتُكَذِّبُ

رَسُولَكَ، اللَّهُمَّ نَصْرَكَ الَّذِي وَعَدْتَنِي، اللَّهُمَّ انْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي، اللَّهُمَّ إِنِّي أُنْشِدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ، اللَّهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدُ اللَّهُمَّ إِنْ تُهْلِكْ هَذِهِ الْعِصَابَةَ الْيَوْمَ لَا تُعْبَدُ»

''اے اللہ! یہ قریش ہیں اپنے غرور، تکبر، گھوڑوں اور سواروں کے ساتھ تیری مخالفت کرتے اور تیرے رسول کو جھٹلاتے ہوئے آئے ہیں، اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما دے، اے اللہ! میں تجھ سے تیرے عہد اور تیرے وعدے کا واسطہ دے رہا ہوں، اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت کبھی نہ کی جائے، اے اللہ! اگر آج یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو تیری عبادت نہ کی جائے گی۔''

ساری رات رسول اللہ ﷺ دعا و فریاد کرتے رہے، یہاں تک کہ سب اس رات (بدر کی رات) سوئے ہوئے تھے مگر رسول اللہ ﷺ کھڑے اپنے رب کو پکارتے، مدد مانگتے اور گڑگڑاتے رہے اور دعا میں یہاں تک اللہ تعالیٰ سے اصرار فرماتے رہے کہ آپ کی چادر کندھوں سے گر پڑی۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی چادر اٹھا کر آپ کے کندھوں پر رکھی اور کہا: یا رسول اللہ! آپ نے اپنے رب سے خوب دعا مانگ لی ہے اب بس کیجیے آپ کا رب آپ سے کیے ہوئے وعدے کو ضرور پورا کرے گا، آپ ﷺ کو اونگھ آئی، پھر آپ باہر نکلے اور آپ فرما رہے تھے:

﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ﴾

''عنقریب یہ جماعت شکست دی جائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی۔'' (سورۃ القمر: 54، آیت: 45)

آپ نے مٹھی پر کنکریاں لے کر دشمنوں کے چہروں پر پھینکی اور فرمایا: ''چہرے بگڑ جائیں۔'' ان میں سے ایک آدمی بھی نہ بچا جس کی آنکھیں نہ بھر گئی ہوں۔ وہ اپنی آنکھوں میں پڑی مٹی میں مشغول ہو گئے اور مسلمان انہیں قتل کرنے میں مشغول ہو گئے۔

﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى﴾

''(اے نبی!) جب آپ نے (مٹی بھر خاک اس کی طرف) پھینکی تو وہ آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔'' (سورۃ الأنفال: 8، آیت: 17)

شیطان اپنے جھنڈے اور لشکر لے کر مشرکین کے ساتھ چلا اور اس نے مشرکین کے دل میں ڈالا کہ ہرگز تم پر کوئی غالب نہیں آئے گا اور میں تمہارا حمایتی اور مدگار ہوں، پس جب دونوں گروہ ملے اور شیطان نے اللہ تعالیٰ کی مدد جو فرشتوں کے ذریعے سے آئی تھی، دیکھی تو اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے کو بھاگا اور کہا: میں تم سے بری ہوں، میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کو وعظ فرمایا، انہیں چند کلمات سے ابھارا اور فرمایا:

«قُومُوا إِلٰى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالأَرْضُ»

”جنت کی طرف اٹھو جس کی چوڑائی زمین و آسمان ہے۔“

سیدنا عمیر بن حمام (انصاری) رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے ان کے ہاتھ میں کھجوریں تھیں جو وہ کھا رہے تھے، کہنے لگے: یا رسول اللہ! وہ جنت جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے، اگر میں زندہ رہوں یہاں تک کہ یہ کھجوریں کھاؤں تو یہ بڑی لمبی زندگی ہے۔ ان کے ہاتھ میں جو کھجوریں تھیں، وہ پھینکی اور مسلمانوں کے ساتھ لڑائی میں شامل ہو گئے یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے (اللہ ان پر راضی ہو)۔ (صحیح مسلم، حدیث: 1901 انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کی مدد کی اور مشرکوں کو شکست ہوئی۔ ان میں سے ستر قتل ہوئے، اور ستر قیدی بنا لیے گئے، اور ان کے بڑے بڑے بہادر اور سردار مارے گئے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی مدد کی، اپنے لشکر کی تائید فرمائی اور اس اکیلے نے تمام گروہوں کو شکست دی۔

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○﴾

”بلاشبہ یقیناً جنگِ بدر میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد فرمائی تھی، حالانکہ تم (افرادی اور مالی قلت کی وجہ سے) کمزور تھے، اس لیے اللہ ہی سے ڈرو! (نہ کسی اور سے) تاکہ تمہیں شکرگزاری کی توفیق ہو۔“ (سورۃ آل عمران: 3، آیت: 123)

رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تائید و نصرت لے کر داخل ہوئے اور ہر طرح کا دشمن آپ سے خوف کھانے لگا۔

مدینہ والوں کی اکثریت نے اسلام قبول کرلیا۔ یہ غزوہ خیر کی ابتدا تھی اور اسلام ومسلمانوں کے لیے بڑی مدد تھی۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کی مدد فرما، ہمیں اپنے دین کا مددگار بنا اور اسی پر ثابت قدم فرما یہاں تک کہ ہم تجھ سے آ ملیں۔

اے رب العالمین! ہمیں اور ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو معاف فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 18

روزے دار کی افطار کے وقت دعا رد نہیں ہوتی

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے اپنی اطاعت کرنے والے سے جنت کی نعمتوں کا وعدہ کیا ہے اور اپنی نافرمانی کرنے والے کو جہنم کی آگ کی دھمکی دی ہے۔ درود و سلام اس کے بندے اور اس کے رسول ﷺ پر جو تمام انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث کیے گئے اور آپ کی آل اور اصحاب پر بہت بہت سلام ہو جو بہت فضیلت اور عرفان والے تھے۔ اما بعد:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝﴾

”جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں، ہر پکارنے والے کی پکار کو جب بھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں، اس لیے لوگوں کو بھی چاہیے وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔“ (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 186)

یہ آیت دعا کے بارے میں ہے اور یہ قرآن میں روزے کی آیات کے درمیان میں آئی ہے۔ اس سے پہلے جو آیت ہے، وہ یہ ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾

”ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا ہے۔“ (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 185)

اور جو آیت اس کے بعد ہے، وہ یہ ہے:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ﴾

''روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں سے جماع کرنا تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے۔'' (سورة البقرة: 2، آیت: 187)

دعا کی آیت کا آیاتِ صیام کے درمیان آنا اس بات کا اشارہ ہے کہ دعا ماہ رمضان میں قبولیت کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ ماہ رمضان میں کثرت سے دعا کرے کیونکہ ماہ رمضان میں خاص کر افطار کے وقت دعا قبول زیادہ ہوتی ہے، نبی ﷺ فرماتے ہیں:

«إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لَدَعْوَةً لَا تُرَدُّ»

''روزے دار کے لیے روزہ کھولتے وقت ایسی دعا ہوتی ہے جو رد نہیں ہوتی۔'' (سنن ابن ماجه، حديث: 1753 عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت سے، اور اسے بوصیری نے صحیح کہا ہے۔ اور کہا: ''یہ سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔'' مصباح الزجاجة: 81/2)

روزہ دار کو چاہیے کہ افطار کے وقت دعا کا خاص اہتمام کرے اور دنیا اور آخرت کی بھلائی میں سے جو دعا بھی اسے یاد ہو، وہ اللہ عزوجل سے مانگے۔ افطار کے وقت کوئی خاص دعا مقرر نہیں بلکہ روزہ دار کو جو دعا بھی پسند ہو وہ کرے۔

مگر درج ذیل روایت ضعیف ہے:

«اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ»

''اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی دیے ہوئے رزق پر افطار کیا، تو تو مجھ سے قبول کر لے، بیشک تو ہی سب کچھ سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔'' (ابن حجر نے کہا کہ: ''اسے طبرانی نے الکبیر میں اور دارقطنی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔'' التلخيص الحبير: 389/2. ہیثمی نے کہا کہ: ''اس میں عبدالملک بن ہارون ہے اور وہ ضعیف ہے۔'' مجمع الزوائد: 156/3)

نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ جب روزہ افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے:

«ذَهَبَ الظَّمَأُ، وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ، وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ»

''پیاس بجھ گئی، رگیں تر ہو گئیں اور اللہ نے چاہا تو اجر بھی ثابت ہو گیا۔'' (سنن أبي داود، حديث: 2357 ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے۔ اسے دارقطنی نے السنن میں حسن قرار دیا ہے (2279) اور حاکم نے کہا: ''یہ حدیث صحیح ہے شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط کے مطابق'' المستدرك، حديث: 1563)

یہ وہی کہے گا جو واقعی پیاسا ہوگا مگر جو پیاسا نہیں تو وہ «ذَهَبَ الظَّمَأُ» نہیں پڑھے گا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سے جو بھی دعا آسانی سے مانگ سکتا ہے، مانگے۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ دَعْوَةٌ لَا تُرَدُّ»

''روزے دار کے لیے روزہ کھولتے وقت ایک ایسی دعا ہوتی ہے جو دعا رد نہیں ہوتی۔'' (جامع الترمذي، حديث: 2526 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

''عند'' کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ دعا افطار سے تھوڑی دیر پہلے ہو کیونکہ حدیث میں مذکور ''عند'' قرب پر دلالت کرتا ہے، اس لیے بعض روایات میں ہے:

«لِلصَّائِمِ حِينَ فِطْرِهِ»

''روزے دار کے لیے افطار کے وقت۔'' (جامع الترمذي، حديث: 2526 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

پھر افطار سے پہلے جو لمحات ہوتے ہیں، ان میں روزے کے ساتھ ساتھ نفس کی اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اور انکساری جمع ہو جاتی ہے تو اس حالت میں دعا قبولیت کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ روزے دار کو چاہیے کہ افطار سے چند منٹ پہلے قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دنیا اور آخرت کی جو بھلائی بھی اس کو یاد ہو، اللہ تعالیٰ سے مانگے۔

اسے چاہیے کہ جو دعائیں قرآن وحدیث میں آئی ہے ان کا خاص اہتمام کرے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرے اور آگ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ سَأَلَ اللهَ الْجَنَّةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ الْجَنَّةُ اللَّهُمَّ أَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ اسْتَجَارَ مِنْ النَّارِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ النَّارُ اللَّهُمَّ أَجِرْهُ مِنْ النَّارِ»

''جو اللہ تعالیٰ سے تین بار جنت مانگتا ہے تو جنت کہتی ہے: اے اللہ! اسے جنت میں داخل کر دے اور جو تین مرتبہ جہنم سے پناہ مانگتا ہے تو جہنم کہتی ہے: اے اللہ! اس کو جہنم سے نجات دے۔'' (مسند أحمد، حديث: 13755، سنن النسائي، حديث: 5521 اور اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، حدیث: 1014)

مسلمان کو روزانہ اس دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی سے کہا:

«مَا تَقُولُ فِي الصَّلَاةِ؟» قَالَ: أَتَشَهَّدُ، ثُمَّ أَسْأَلُ اللهَ الْجَنَّةَ، وَأَعُوذُ بِهِ مِنَ النَّارِ، أَمَا وَاللهِ مَا أُحْسِنُ دَنْدَنَتَكَ، وَلَا دَنْدَنَةَ مُعَاذٍ، فَقَالَ: «حَوْلَهَا نُدَنْدِنُ»

''تم نماز میں کیا پڑھتے ہو؟'' اس نے کہا: میں تشہد پڑھتا ہوں، پھر اللہ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور جہنم سے اس کی پناہ مانگتا ہوں قسم ہے اللہ کی! مجھے وہ دعائیں تو آتی نہیں جو آپ گنگناتے ہیں یا جو معاذ رضی اللہ عنہ گنگناتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم بھی اس کے اردگرد ہی گنگناتے ہیں۔'' (مسند أحمد، حديث: 15898، سنن أبي داود، حديث: 792، سنن ابن ماجه، حديث: 910، اور اسے امام نووی نے خلاصۃ الأحکام میں صحیح کہا ہے، حديث: 1450)

یعنی ہماری ساری دعائیں اس عظیم دعا کے اردگرد ہی گھومتی ہیں۔

اے اللہ! ہم تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور جہنم سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور جہنم سے تیری پناہ مانگتے ہیں، اے اللہ! ہم تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور جہنم سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 19

فتح مکہ

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو اکیلا ہے جس نے اپنے لشکر کو بلند کیا، اپنے بندے کی نصرت فرمائی اور اس اکیلے نے تمام گروہوں کو شکست دی۔ درود وسلام رسولوں میں سے سب سے افضل ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل اور اصحاب پر۔ اما بعد:

انیس (19) رمضان آٹھ ہجری کو مکہ فتح ہوا جو امن والا شہر ہے۔ یہ سب سے بڑی فتح تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو، اپنے رسول کو اور اپنے لشکر کو بلند کیا۔ یہ وہ فتح ہے جس کے بعد لوگ فوج در فوج اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہوئے اور جس کے ذریعے سے روئے زمین پر روشنی چمک اٹھی۔ (دیکھیں: زاد المعاد: 347/3)

اس فتح کا سبب یہ بنا کہ جب حدیبیہ کے مقام پر سن چھ (6) ہجری میں نبی کریم ﷺ اور قریش کے درمیان صلح ہوئی تو اس میں یہ تھا کہ جو چاہے نبی کریم ﷺ کے عہد میں داخل ہو جائے اور جو چاہے قریش کے عہد میں داخل ہو جائے۔ قبیلہ خزاعہ کے لوگ نبی کریم ﷺ کے عہد میں داخل ہو گئے اور قبیلہ بنو بکر قریش کے ساتھ ہو گئے۔ دونوں قبیلوں میں جاہلیت کے زمانے میں قتل و غارت تھی۔ بنو بکر نے اس صلح کو غنیمت جانتے ہوئے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا، حالانکہ وہ امن میں تھے۔ قریش نے اپنے حلیف بنو بکر کی مردوں اور اسلحہ کے ذریعے خفیہ طور پر خزاعہ کے خلاف مدد کی جو نبی ﷺ کے حلیف تھے۔ خزاعہ کی ایک جماعت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور آپ کو، جو بنو بکر نے کیا اور قریش نے ان کی مدد کی، اس کی خبر دی۔

ادھر قریش نے اپنے کیے پر نادم ہوئے۔ وہ یہ سمجھے کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے، اس سے عہد شکنی ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے قائد ابو سفیان کو رسول پاک ﷺ کے پاس بھیجا تا کہ عہد کو پختہ کر دے اور صلح کی مدت کو بڑھا دے۔ اس نے نبی کریم ﷺ سے بات کی، آپ نے کوئی جواب نہ دیا، پھر اس نے سیدنا ابو بکر

اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے بات کی کہ وہ دونوں اس کی رسول اللہ ﷺ کے سامنے شفاعت کریں، اس میں بھی وہ کامیاب نہ ہوا، پھر اس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بات کی تو اس میں بھی وہ کامیاب نہ ہوا۔

ادھر نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو لڑائی کی تیاری کرنے کا حکم دیا اور جو آپ چاہتے تھے، اس کی انہیں اطلاع دی اور ارد گرد کے قبائل کو بھی نکلنے کا حکم دیا اور فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ خُذِ الْأَخْبَارَ وَالْعُيُونَ عَنْ قُرَيْشٍ حَتَّى نَبْغَتَهَا فِي بِلَادِهَا»

''اے اللہ! قریش سے خبروں اور جاسوسوں کو مخفی رکھ یہاں تک کہ ہم اچانک ان کے شہر پہنچ جائیں۔''

پھر آپ ﷺ دس ہزار کا لشکر لے کر لڑائی کے لیے مدینہ سے نکلے۔

نبی کریم ﷺ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ابوسفیان کو پہاڑ کے درمیان جو چھوٹا راستہ ہے، وہاں کھڑا کریں یہاں تک کہ مسلمان اس کے پاس سے گزریں۔ قبیلے اپنے جھنڈے اٹھائے اس کے پاس سے گزرنے لگے۔ جب بھی کوئی قبیلہ گزرتا تو ابوسفیان اس کے بارے میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھتا۔ وہ اسے بتاتے تو وہ کہتا کہ مجھے اس قبیلے سے کیا لینا دینا ہے، یہاں تک کہ بڑا لشکر گزرنے لگا۔ اس نے کہا: یہ کون سا قبیلہ ہے؟ تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ انصار ہیں، ان کے امیر سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں جن کے پاس ان کا جھنڈا ہے، پھر جب سیدنا سعد رضی اللہ عنہ اُس کے سامنے آئے تو انھوں کہا: ابوسفیان! آج بہت زیادہ قتل و غارت ہوگی۔ آج کعبہ کی حرمت پامال ہوگی۔ جب رسول اکرم ﷺ ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو اُس نے آپ کو اِس کی خبر دی جو سیدنا سعد نے کہا تھا۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«كَذَبَ سَعْدٌ، وَلَكِنَّ هَذَا يَوْمٌ يُعَظِّمُ اللّٰهُ فِيهِ الْكَعْبَةَ وَيَوْمٌ تُكْسَى فِيهِ الْكَعْبَةُ»

''سعد نے غلط کہا بلکہ آج کے دن اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت کو بلند کرے گا اور آج کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔'' (دیکھیں: دلائل النبوۃ از بیہقی: 5، 38 اور سیرۃ النبویۃ از ابن کثیر: 551/3)

پھر رسول اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ جھنڈا سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے لے کر ان کے بیٹے سیدنا قیس رضی اللہ عنہ کو دے دیا جائے۔ آپ ﷺ نے یہ سمجھا کہ اس طرح سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے امارت مکمل طور پر نہیں لی گئی بلکہ یہ ان کے بیٹے کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔

پھر آپ چلتے رہے اور حکم دیا کہ آپ کا جھنڈا حجون کے مقام پر نصب کیا جائے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ آپ ﷺ نے اللہ عزوجل کے لیے تواضع و انکساری سے اپنا سر جھکا رکھا تھا یہاں تک کہ آپ کی پیشانی کجاوے کو چھونے کے قریب تھی اور آپ پڑھ رہے تھے:

﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝﴾

''(بے شک اے رسول ﷺ) ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی ہے۔'' (سورة الفتح: 48، آیت: 1)

اور بار بار اسی کو دہرا رہے تھے۔

پھر آپ ﷺ آگے بڑھے یہاں تک کہ آپ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپ ﷺ کے پاس ایک کمان تھی جس سے آپ بتوں کو ضرب لگاتے اور یہ کہتے جا رہے تھے:

﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝﴾

''اور اعلان کر دے کہ حق آچکا اور باطل نابود ہو گیا، یقیناً باطل تھا ہی نابود ہونے والا۔'' (سورة بنی اسرائیل: 17، آیت: 81)

مزید فرمایا:

﴿قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ۝﴾

''کہہ دیجیے! کہ حق آچکا باطل نہ پہلے کچھ کر سکا ہے اور نہ دوبارہ کر سکے گا۔'' (سورة سبأ: 34، آیت: 49)

بُت (آپ ﷺ کی ضرب سے) منہ کے بل گر رہے تھے۔

پھر آپ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے۔ اس میں تصویریں تھی۔ آپ ﷺ نے انہیں مٹانے کا حکم دیا تو وہ مٹا دی گئی، پھر وہیں آپ نے نماز پڑھی۔ آپ ﷺ جب فارغ ہوئے تو آپ نے بیت اللہ کے اندرونی حصہ میں چکر لگایا، اس کے تمام کونوں میں تکبیر کہی اور ایک اللہ عزوجل کی وحدانیت بیان کی، پھر آپ ﷺ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے۔ قریش نیچے منتظر تھے کہ آپ کیا سلوک کرتے ہیں! آپ ﷺ نے دروازے کے دونوں طرف لگی ہوئی لکڑی کو پکڑا اور فرمایا:

«لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

قَدِيرٌ، لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ صَدَقَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ» ثُمَّ قَالَ: «يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، مَا تَظُنُّونَ أَنِّي فَاعِلٌ بِكُمْ» قالُوا: خيرًا، أخ كريم وابن أخ كريم، قالَ: «فَإِنِّي أَقُولُ لَكُمْ كَمَا قَالَ يُوسُفُ لِإِخْوَتِهِ، ﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ اذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطَّلَقَاءُ»

’’اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کے لیے تمام تعریفات ہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے، کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنہا لشکر کفار کو شکست دی۔‘‘ پھر فرمایا: ’’اے قریش کی جماعت تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں۔‘‘ تو وہ بولے اچھا (سلوک)۔ آپ کریم بھائی ہیں، کریم بھائی کے صاحبزادے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ’’میں بھی تمہیں وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو کہا تھا: ’’آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ اللہ تمہیں بخشے، وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے۔‘‘ (سورۃ یوسف: 12، آیت: 92) جاؤ تم سب آزاد ہو۔‘‘ (بیہقی نے اسے السنن الکبریٰ، حدیث: 18275، 18276 میں روایت کیا ہے۔)

آپ ﷺ نے فتح کے موقع پر ان لوگوں سے انتقام نہیں لیا جنہوں نے آپ ﷺ کو لمبے عرصے تک تکلیف دی تھی بلکہ آپ نے ان سے درگزر کیا اور معاف کیا۔

انبیاء کے اخلاق ایسے ہی ہوتے ہیں۔ بڑے لوگوں کے اخلاق ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی آپ ﷺ پر رحمتیں اور سلامتی ہو۔

اس فتح مبین سے اللہ تعالیٰ کی مدد پوری ہوئی۔ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو گئے اور مکہ اب اسلامی شہر بن گیا۔ شرک کی جگہ توحید آ گئی اور کفر کی جگہ ایمان آ گیا۔ مسلمانوں کی حکمرانی ہو گئی اور شرک اور مشرکوں کو شکست ہوئی۔

﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝﴾

’’جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق آتا دیکھ لیں تو اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ کریں اور اس سے مغفرت مانگیں، بے شک وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔‘‘ (سورة النصر: 110، آیات: 1-3)

اے اللہ! اسلام و مسلمانوں کی مدد فرما۔ اور شرک اور مشرکوں کو ذلیل فرما اور ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو معاف فرما جو ان میں زندہ ہیں اور جو وفات پا گئے ہیں۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 20

رمضان کے آخری عشرہ کی فضیلت

سب تعریفیں اللہ عزوجل کے لیے ہیں جس نے رمضان کے مہینے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک اعمال کے ذریعے سے تجارت کرنے کا موسم بنایا، جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہوں کو معاف کرتا ہے۔ درود و سلام اس کے رسول ﷺ پر جو نیکیوں کی کوشش کرنے والوں اور قیام کرنے والوں میں سے سب سے بہتر اور افضل ہیں اور نماز اور روزے رکھنے والوں میں سے سب سے زیادہ پاکیزہ ہیں اور آپ کی آل اور نیک اور معزز اصحاب پر۔ اما بعد:

اس مبارک مہینے کا دو تہائی حصہ گزر گیا ہے اور ایک تہائی باقی ہے۔ جو باقی ہے، وہ گزرے ہوئے سے بہتر ہے۔ ہم ایک اور عظیم موسم کا استقبال کر رہے ہیں، رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی راتوں کا موسم، جنہیں اللہ عزوجل نے یہ شرف بخشا ہے کہ ان میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ یہ راتیں علی الاطلاق سال کی سب سے افضل راتیں ہیں۔

اس عشرے میں اعمال صالحہ کا اجر وثواب دگنا اور بہت زیادہ ہو جاتا ہے، واللہ! یہ بہت بڑی غنیمت ہے جسے اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے، ان کے گزر جانے سے پہلے اس غنیمت سے فائدہ اٹھائیے، اور ندامت اور حسرت سے پہلے عزم و ارادہ کو پختہ کر لیجیے۔

یہ مبارک عشرہ ہم پر سایہ فگن ہو چکا ہے جو متقین کے ہمتوں کو بڑھا رہا ہے، اور عبادت کرنے والوں کے عزم کو ابھار رہا ہے، اس عشرے کو اللہ عزوجل نے بہت سے فضائل، بے پناہ اجر اور بہت زیادہ بھلائیوں کے ساتھ خاص کیا ہے۔

ان میں سے یہ ہے کہ:

❀ نبی کریم ﷺ اس میں سب سے بڑھ کر نیک اعمال کی کوشش فرماتے۔

امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

«كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ وَأَحْيَا لَيْلَهُ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ»

''جب (رمضان کا) آخری عشرہ آتا تو نبی کریم ﷺ اپنا تہبند کس لیتے اور ان راتوں میں آپ خود بھی جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگایا کرتے تھے۔'' (صحیح البخاري، حدیث: 2024 اور صحیح مسلم، حدیث: 1174)

امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول «شَدَّ مِئْزَرَهُ» ''اپنا تہبند کس لیتے'' سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ عبادت میں اپنی عادت سے زیادہ محنت فرماتے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ عورتوں سے الگ رہنے اور عبادت میں مشغول ہونے سے کنایہ ہے۔ (دیکھیں: شرح مسلم از نووی: 71/8)

امی عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بھی فرمایا:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ»

''رسول اللہ ﷺ آخری عشرے میں جو محنت کرتے تھے وہ دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے۔'' (صحیح مسلم، حدیث: 1175)

انھی سے یہ بھی مروی ہے:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَخْلِطُ الْعِشْرِينَ بِصَلَاةٍ وَنَوْمٍ، فَإِذَا كَانَ الْعَشْرُ شَمَّرَ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ»

''ماہ رمضان کے پہلے بیس دنوں میں نبی ﷺ نیند بھی کرتے اور نماز بھی پڑھتے، جب آخری عشرہ شروع ہوتا تو نبی ﷺ خوب محنت کرتے اور تہبند کس لیتے تھے۔'' (مسند أحمد نے روایت کیا ہے، حدیث: 25136)

❀ اس کے خصائص میں سے یہ بھی ہے: نبی کریم ﷺ جب آخری عشرہ داخل ہوتا تو اپنے رب کی عبادت میں محنت کرتے کرتے ہوئے اور لیلۃ القدر کی تلاش میں مسجد میں اعتکاف فرماتے، یعنی جب آخری عشرہ داخل ہوتا تو آپ ﷺ دنیا اور لوگوں سے منقطع ہو جاتے اور پوری طرح عبادت کے لیے فارغ ہو جاتے، حالانکہ آپ ﷺ

اسلامی حکومت کے قائد، انسانوں کے مفتی ومرشد اور امت کی رہنمائی کرنے والے تھے، اس کے باوجود جب یہ مبارک عشرہ داخل ہوتا تو آپ لوگوں سے الگ ہو جاتے اور مسجد میں منقطع ہو کر اپنے رب کی عبادت کرتے۔

نبی کریم ﷺ اس عشرے میں اُس عظیم رات کو حاصل کرنے کے لیے اعتکاف بیٹھتے تھے، جو لیلۃ القدر ہے اور جس میں کیا ہوا عمل ہزار مہینے سے بہتر ہے۔

لٰہذا ہمیں چاہیے کہ رسول پاک ﷺ کی اقتدا کریں اور اس مبارک عشرے میں اپنے آپ کو عبادت کے لیے فارغ کر لیں، یا کم از کم اس عظیم موقع پر دنیا کے کاموں کو کچھ کم کر لیں جو کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

❀ اس عشرے کی خصوصیت یہ بھی ہے: اس میں لیلۃ القدر ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ اس عشرے کی فضیلت کو پہچانو اور سے ضائع نہ کرو۔ اس کا وقت بہت قیمتی اور اس کی خیر ظاہر اور واضح ہے۔ (مجالس شہر رمضان از ابن عثیمین، ص: 158)

❀ اسی طرح اس عشرے کی فضیلت پر یہ چیز بھی دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم ﷺ اس میں اپنے گھر والوں کو نماز اور ذکر کے لیے جگایا کرتے تھے اس حرص کے ساتھ کہ ان راتوں میں عبادت کر کے ان کو غنیمت جانا جائے کیونکہ جسے اللہ عزوجل توفیق عطا فرمائے، اس کے لیے یہ راتیں زندگی بھر کا موقع اور غنیمت ہیں۔ عقلمند کے لائق نہیں کہ وہ اپنا نقصان کرتے ہوئے اس قیمتی فرصت کو ضائع کر دے۔

مسلمان کو چاہیے کہ ان مبارک راتوں میں محنت کرے تا کہ اسے لیلۃ القدر مل جائے۔ اسے چاہیے کہ ان تمام راتوں میں امام کے ساتھ قیام کرے تا کہ اس کے لیے پوری رات کا قیام لکھا جائے۔ اگر اس کے لیے پوری رات کا قیام لکھ دیا جاتا ہے تو اسے لیلۃ القدر کا قیام مل جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

”جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی خاطر لیلۃ القدر کا قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔“ (صحیح البخاري، حدیث: 35 اور صحیح مسلم، حدیث: 760 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

افسوس کی بات ہے کہ کچھ لوگ ایسی فضیلت والے مواقع غفلت سے گزار دیتے ہیں اور ایسے کاموں میں اپنے آپ کو مشغول کر لیتے ہیں جن کو موخر یا دوسرے وقت میں کیا جا سکتا ہے۔ اگر آپ اس کی دلیل دیکھنا چاہتے ہیں تو ان فضیلت والی راتوں میں بازاروں میں لوگوں کی بھیڑ اور اکثریت کو دیکھ سکتے ہیں۔

مسلمان کو چاہیے کہ وہ ان مبارک راتوں کو غنیمت جانے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ لیلۃ القدر پالے۔ ممکن ہے کہ اسے رب عزوجل کی رحمت کے جھنکوں میں سے کوئی جھونکا مل جائے اور اللہ عزوجل اس کے لیے دنیا اور آخرت کی سعادت لکھ دے۔

ان مبارک راتوں میں سب سے افضل عمل نماز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ ان مبارک راتوں میں ساری رات یا زیادہ حصہ نماز میں گزارتے۔

جن اعمال کی اس مبارک عشرے میں کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، ان میں سے دعا کی کثرت ہے کیونکہ دعا قبولیت کے زیادہ قریب ہوتی ہے، اسی لیے دعا کی آیت روزے کی آیات کے درمیان آئی ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾

”جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں، میں ہر پکارنے والے کی پکار کو، جب بھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں۔“ (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 186)

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روزے دار کو روزے کے اس مہینے میں کثرت سے دعا کرنی چاہیے، خصوصا اس مبارک عشرے میں۔

اس عشرے میں اعتکاف کرنا بھی مشروع اعمال میں سے ہے۔ اگر مسلمان کے لیے آسانی ہو تو وہ اس مبارک عشرے میں اعتکاف بیٹھے۔ یہی سنت ہے اور یہی نبی کریم ﷺ کا طریقہ ہے۔ اور اگر یہ آسانی نہ ہو تو کم از کم جن راتوں میں لیلۃ القدر کی زیادہ امید ہوتی ہے (یعنی طاق راتیں) ان میں اعتکاف بیٹھ جائے۔

بھائیو! یہ دس راتیں مبارک راتیں ہیں۔ یہ محنت کرنے والوں کے لیے اُنس، تہجد گزاروں کے لیے باغ، عبادت کرنے والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ تقویٰ دار لوگ ان میں کمر کس لیتے ہیں۔ مقابلہ کرنے والے ان کی فضیلتوں کو حاصل کرنے میں مقابلہ کرتے ہیں اور ان میں رب کریم کی رحمت کے جھونکوں کا سامنا کرتے ہیں۔ ان راتوں کو دلوں کے خشوع سے آباد کیجیے اور اللہ عزوجل کے قیمتی سودے (جنت) کو طلب کیجیے۔

اے اللہ! ان دس راتوں میں ہمارے لیے برکت ڈال دے۔ ان میں ہمیں لیلۃ القدر نصیب فرما دے اور ہمیں ان میں سے بنا دے جو ان میں بہت زیادہ ثواب اور عظیم اجر حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 21

اعتکاف اور اس کے احکام

سب تعریفیں اللہ عزوجل کے لیے جو تنہا بڑی عظمت والا، باقی رہنے والا اور عظمت و کبریائی والا ہے اور درود وسلام اس کے رسول محمد ﷺ اور آپ کے بلند مرتبہ اصحاب پر۔ امابعد:

نبی کریم ﷺ وفات تک رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھتے رہے، صحیحین میں امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ»

''نبی کریم ﷺ اپنی وفات تک برابر رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے رہے اور آپ ﷺ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔'' (صحيح البخاري، حديث: 2026، صحيح مسلم، حديث: 1172)

پچھلی شریعتوں اور سابقہ امتوں میں اعتکاف موجود تھا اور اس پر اللہ عزوجل کا وہ قول دلالت کرتا ہے جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا:

﴿وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾

''ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) کو حکم دیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو۔'' (سورة البقرة: 2، آيت: 125)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اعتکاف ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے چلا آ رہا ہے۔ صحیحین میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے جاہلیت کے زمانے میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف بیٹھنے کی نظر مانی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «أَوْفِ بِنَذْرِكَ» ''اپنی نذر پوری کرو۔'' (صحيح البخاري، حديث: 6697، صحيح مسلم، حديث: 1656) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اعتکاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے معروف تھا۔

ذیل میں اعتکاف کے مختصر اور نمایاں احکام ذکر کیے جاتے ہیں۔

اعتکاف کے لغوی معنی ہیں: کسی چیز کے ساتھ چمٹنا۔

اصطلاحی معنی ہیں: اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے مسجد میں رکنا۔ بعض احادیث میں اس کا نام جِوار بھی آیا ہے۔ (صحيح البخاري، حديث: 2028، صحيح مسلم، حديث: 297 امی عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے، آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں مجاور (یعنی: معتکف) ہوتے اور سر مبارک میری طرف جھکا دیتے۔)

تمام علماء اس کے مشروع ہونے پر متفق ہیں۔ یہ مردوں کے حق میں مشروع ہے۔ اسی طرح عورتوں کے حق میں بھی مشروع ہے، بشرطیکہ فتنے کا ڈر نہ ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ کے ساتھ مسجد میں اعتکاف بیٹھتی تھیں۔

اعتکاف کا افضل وقت رمضان کا آخری عشرہ ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے اعتکاف کا ذکر روزے کی آیات کے آخر میں کیا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ اعتکاف رمضان کے مہینے کے آخر میں ہونا چاہیے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھتے تھے۔

اعتکاف کی حکمت:

لیلۃ القدر طلب کرنے کے لیے دنیا سے منقطع ہو جانا اور عبادت کے لیے فارغ ہو جانا۔ زندگی کے مشاغل میں انسان کا دل سخت ہو جاتا ہے اور وہ غفلت ولا پروائی کا شکار ہو جاتا ہے تو اسے ضرورت ہوتی ہے کہ وہ کچھ وقت دنیا کے کاموں سے، جو کبھی ختم ہونے والے نہیں، منقطع ہو کر عبادت کے لیے فارغ ہو جائے اور اس میں وہ لیلۃ القدر کو تلاش کرے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اعتکاف لوگوں کے لیے مشروع کیا گیا ہے جس کا مقصود اور خلاصہ دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جما دینا اور اس پر جمع کردینا، اس کے ساتھ خلوت میں ہونا اور مخلوق سے کٹ کر اس اکیلے سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوجانا ہے۔'' (زاد المعاد: 83/2)

کم از کم اعتکاف بیٹھنے کی کوئی حد نہیں بلکہ ہر وہ اعتکاف صحیح ہوگا جو عرف میں اعتکاف سمجھا جائے اگرچہ وہ چند گھنٹے ہی کیوں نہ ہو۔ اس بنا پر اگر آپ کو رمضان کے آخری سارے عشرے کا اعتکاف کرنا میسر نہ ہو تو آپ کے لیے ممکن ہے کہ ان بعض (طاق) راتوں میں اعتکاف کرلیں جن میں لیلۃ القدر کی زیادہ امید کی جاتی ہے۔

اعتکاف کے صحیح ہونے کی شرطیں:

① اعتکاف مسجد میں ہو، مسجد کے سوا صحیح نہیں ہوگا۔ اعتکاف تمام مساجد میں یہاں تک کہ جن میں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی، ان میں بھی صحیح ہوگا۔ جب جمعہ کا وقت آئے تو اعتکاف بیٹھا ہوا شخص جمعہ کے لیے جامع مسجد چلا جائے اور پھر اپنی اعتکاف والی جگہ واپس لوٹ آئے۔

اس بنا پر عورت کا گھر میں اعتکاف صحیح نہیں ہوگا۔ اگر عورت اعتکاف کرنا چاہے تو مسجدوں میں سے کسی مسجد میں اس کو اعتکاف بیٹھنا ہوگا۔

جہاں تک مسجد کے صحن کی بات ہے تو فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ وہ صحن جس کے اردگرد دیواریں ہوں، وہ مسجد کے حکم میں شمار ہوگا، لہٰذا اس میں اعتکاف جائز ہے۔ اگر صحن بغیر دیواروں کے ہو تو وہ مسجد کا حصہ شمار نہیں ہوگا اور اس میں اعتکاف صحیح نہیں ہوگا۔

② مسجد میں ٹھہرے رہنا اور باہر نکلنا اعتکاف کے منافی ہے۔

اعتکاف والے کے لیے باہر جانے کی تین صورتیں ہیں:

پہلی حالت:

ایسی ضرورت کے لیے نکلنا جس کے بغیر گزارا نہیں، جیسے قضائے حاجت کے لیے یا کھانے کے لیے جانا، تو یہ جائز ہے۔ اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔ اس پر علماء کا اتفاق ہے۔

دوسری حالت:

ایسی ضرورت کے لیے نکلنا جس کے بغیر گزارا ہوسکتا ہے، جیسے مریض کی عیادت اور جنازے میں شرکت کرنا تو اس کے لیے نکلنا جائز نہیں۔

کچھ اہل علم کہتے ہیں کہ: اگر وہ شرط کر لے (تو جائز ہے) لیکن شرط کرنا محل نظر ہے کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں اور نہ ہی نبی ﷺ کے صحابہ سے کوئی اثر ملتا ہے۔ یہی مالکیہ اور حنابلہ کا مذہب ہے اور قریب ترین قول، واللہ اعلم، یہی ہے کہ جب وہ مریض کی عیادت یا جنازے میں شرکت کے لیے نکلنے کا ارادہ کرے تو اگر مریض یا میت کا اس پر ضروری حق ہے، جیسے باپ یا ماں وغیرہ، تو نکل سکتا ہے اور اگر اس پر ضروری حق نہیں تو نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔

تیسری حالت:

اس کا نکلنا ایسے کام کے لیے ہو جس کی اسے ضرورت نہیں اور نہ وہ شریعت کی روح سے مطلوب ہے، جیسے دنیا کے کام کے لیے نکلنا، تو یہ اعتکاف کو باطل کر دیتا ہے۔ ملازم ہے تو اس کا اپنی ملازمت کے لیے نکلنا اعتکاف کو توڑ دیتا ہے لیکن اس کے لیے ممکن ہے کہ وہ کچھ راتوں کا اعتکاف کر لے اور دن کو اپنے کام پر نکل جائے۔ اس طرح اس کا اعتکاف ختم ہو جائے گا اور دوسری رات نئے سرے سے اعتکاف بیٹھ جائے۔

دو کاموں سے اعتکاف باطل ہو جاتا ہے:

① مسجد سے باہر نکل جانا۔

② بیوی سے ہمبستری یا بوس و کنار کرنا: اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ﴾

''اور عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جبکہ تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو۔'' (سورة البقرة: 2، آیت: 187)

اس میں اشارہ ہے کہ ہمبستری یا اس کی ابتدائی حرکتیں اعتکاف کو توڑ دیتی ہیں۔

اعتکاف والے کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت والے کاموں میں مشغول رہے اور رمضان کے آخری

عشرے میں سب سے بڑی مشغولیت نماز ہے۔ نبی ﷺ ان راتوں میں قیام فرماتے تھے۔

اعتکاف والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان تمام کاموں سے دور رہے جو اسے عبادت سے ہٹائیں، جیسے سوشل میڈیا میں مشغول ہونا یا فون پر کثرت سے باتیں کرنا یا جو مسجد میں ہیں ان سے باتیں کرنے میں لگے رہنا وغیرہ۔

مسائل میں سے ایک مسئلہ جس کے بارے میں اکثر پوچھا جاتا ہے:

سوال اعتکاف کرنے والے کا مسجد کے اندر فون یا ایپ کے ذریعے سے ہوٹل سے کھانا آرڈر کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب یہ خرید وفروخت کے زمرے میں نہیں آتا، مسجد کے اندر رہتے ہوئے اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ آرڈر اور ممکنہ درخواست ہے، وہ صرف ہوٹل سے کھانے کا آرڈر کر رہا ہے اور اس نے کوئی اگریمنٹ نہیں کیا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ آرڈر ضروری نہیں، اگر وہ چاہے تو اسے ختم کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر ہوٹل کا مالک چاہے تو اسے ختم کر دے۔ اگر یہ عقدِ لازم (لازمی اگریمنٹ) ہوتا تو اس کو ختم کرنے کا حق نہ رکھتا کیونکہ خرید وفروخت عقدِ لازم (لازمی اگریمنٹ) ہے اور یہاں جو ہے وہ سارے وعدے ہیں، اس پر خرید وفروخت کے عقد کے آثار مرتب نہیں ہوتے، پھر جب ہوٹل کا نمائندہ مسجد تک پہنچ جائے تو اعتکاف والا اس کے لیے باہر نکل کر ایجاب و قبول پر مبنی عقد کو انجام دے۔ جب وہ اپنا آرڈر لے اور اسے پیسے دے تو یہ سب کچھ مسجد کے باہر ہو۔

لیکن کچھ ایپ ایسی ہیں جو پہلے پیسے لیتی ہیں اور واپس لینے کا کوئی امکان نہیں ہوتا تو یہ خرید وفروخت کے زمرے میں آتا ہے اور آرڈر دیتے وقت ایپ کو مسجد کے باہر استعمال کرنا ضروری ہے۔ (اس ساری تفصیل کی وجہ یہ ہے کہ مسجد میں خرید وفروخت کی ممانعت آئی ہے۔ مترجم)

یا اللہ! ہمیں ان اقوال اور اعمال کی توفیق دے جو تجھے پسند ہیں اور جن میں تیری رضا ہے اور ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو معاف فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 22

لیلۃ القدر

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے نیکیوں کے مواقع دے کر اور بہت زیادہ عطیات اور بخشش سے نواز کر ہم پر احسان فرمایا اور درود وسلام ہو اس کے بندے اور رسول محمد ﷺ پر جو مخلوق میں سب سے بہتر ہیں اور آپ کی آل اور اصحاب پر اور نیکی میں ان کی پیروی کرنے والوں پر، جب تک زمین وآسمان قائم ہیں بہت زیادہ سلامتی ہو۔ امابعد:

اس مبارک عشرے میں لیلۃ القدر ہے جسے اللہ نے دوسری ساری راتوں اوردنوں پر فضیلت دی ہے۔ اس امت پر اس کے ذریعے سے احسان فرمایا ہے اور اپنی کتاب عزیز میں خصوصیت کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةٍ مُّبَٰرَكَةٍ ۚ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ○ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ○ أَمْرًا مِّنْ عِندِنَآ ۚ إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ○ رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ ○﴾

''یقیناً ہم نے اسے بابرکت رات میں اتارا ہے، بیشک ہم ڈرانے والے ہیں۔ اسی رات میں ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ہمارے پاس سے حکم ہو کر، ہم ہی ہیں رسول بنا کر بھیجنے والے۔ آپ کے رب کی مہربانی سے، وہی سننے والا جاننے والا۔'' (سورۃ الدخان: 44، آیت: 3-6)

اللہ تعالیٰ نے اس کی بہت زیادہ خیر وبرکت وفضیلت کی وجہ سے اسے بابرکت قرار دیا۔

اس کی برکت میں سے ہے کہ قرآن مبارک اس میں نازل ہوا۔ اس کی صفت یہ بیان کی کہ اس میں ہر اہم معاملے کا فیصلہ کیا جاتا ہے، یعنی لوح محفوظ سے لے کر فرشتوں کے ہاتھ میں جو صحیفے ہیں، ان میں ان تمام

امور کو منتقل کر دیا جاتا ہے جو اس سال اللہ عزوجل کے امر سے ہونے والے ہیں۔ ان کا تعلق رزق، موت، خیر و شر اور ان کے سوا اللہ تعالیٰ کے محکم و مضبوط اوامر جن میں کوئی خلل ہے نہ نقص اور نہ وہ باطل ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ۝ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَٰمٌ هِىَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ ٱلْفَجْرِ ۝﴾

''یقیناً ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا۔ آپ کو کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں (ہر کام) کے سر انجام دینے کو اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرائیل علیہ السلام) اترتے ہیں۔ یہ رات سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر طلوع ہونے تک رہتی ہے۔'' (سورة القدر: 97، آیات: 1-5)

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ یہ قران لیلۃ القدر میں نازل ہوا۔ نزولِ قرآن سے مراد اس کے نزول کی ابتدا ہے جو لیلۃ القدر میں ہوئی، ورنہ قرآن تو تھوڑا تھوڑا تئیس برسوں میں ہمارے نبی ﷺ پر نازل ہوا۔

یہ بھی کہا گیا ہے: نزول سے مراد لوح محفوظ سے بیت العزہ کی طرف (جو آسمان دنیا میں ہے) نزول ہے لیکن پہلا قول زیادہ واضح ہے۔

﴿ٱلْقَدْرِ﴾ کے معنی شرف اور تعظیم یا تقدیر اور قضا کے ہیں، یعنی: لیلۃ القدر بہت بلند اور شرف والی رات ہے۔ جو کچھ سال میں ہوتا ہے، اللہ عزوجل اس میں اسے مقدر فرما دیتا ہے اور اپنے حکمت والے پختہ امور کا فیصلہ صادر فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ۝﴾

''تجھے کیا معلوم لیلۃ القدر کیا ہے؟''

یہ استفہام بڑائی و تعظیم کے لیے ہے۔ یہ رات بڑی عظمت و بلندی اور ہیبت والی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝﴾

''لیلۃ القدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔''

یعنی فضیلت اور شرف اور اجر وثواب کی کثرت میں، اس لیے جو اس کا قیام ایمان اور اجر وثواب کی نیت کے ساتھ کرے گا، اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾

''فرشتے اترتے ہیں۔''

یعنی فرشتے اس عزت والی رات میں خیر و برکت اور رحمت کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں۔ ﴿وَالرُّوْحُ﴾ ''اور روح'' اور روح سے مراد: جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ ان کو ان کی شرف وفضیلت کی وجہ سے خاص کیا گیا ہے۔ فرشتے اس لیے نازل ہوتے ہیں تاکہ مومنوں کی عبادت کو دیکھیں۔

﴿سَلٰمٌ ۛ هِيَ﴾ یعنی لیلۃ القدر مومنوں کے لیے ہر خوف سے سلامتی ہے، اس لیے کہ اس میں کثرت سے لوگ آگ سے آزاد کیے جاتے اور اس کے عذاب سے محفوظ ہوتے ہیں۔

﴿حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝﴾

''یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جائے۔''

یعنی: لیلۃ القدر غروب آفتاب سے شروع ہوتی ہے اور طلوع فجر کے ساتھ ختم ہوتی ہے کیونکہ اس کے ساتھ رات کا عمل ختم ہو جاتا ہے۔

اس سورت میں لیلۃ القدر کے متعدد فضائل بیان ہوئے ہیں:

پہلی فضیلت: اللہ تعالیٰ نے اس میں قرآن نازل کیا جس میں لوگوں کے لیے ہدایت اور دنیا و آخرت میں سعادت ہے۔

دوسری فضیلت: اس میں جو استفہام ہے، وہ اس کی بلندی اور عظمت پر دلالت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس

فرمان میں:

﴿وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝﴾

''اور آپ کیا جانیں لیلۃ القدر کیا ہے؟'' (سورۃ القدر: 97، آیت: 2)

تیسری فضیلت: یہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

چوتھی فضیلت: اس میں فرشتے اترتے ہیں جو صرف خیر و برکت اور رحمت کے ساتھ ہی اترتے ہیں۔

پانچویں فضیلت: یہ سلامتی والی ہے، بندے کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی وجہ سے اس میں سزا اور عذاب سے بکثرت سلامتی ملتی ہے۔

چھٹی فضیلت: اللہ تعالیٰ نے اس رات کی فضیلت میں پوری سورت نازل فرمائی جو قیامت تک پڑھی جائے گی۔

لیلۃ القدر کی فضیلت میں سے یہ بھی ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

''جس نے شب قدر کا قیام ایمان اور احتساب کے ساتھ کیا اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔'' (صحيح البخاري، حديث: 35 اور صحيح مسلم، حديث: 760 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

''ایمان کے ساتھ'' یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اور قیام پر ملنے والے ثواب کی تصدیق کرتے ہوئے۔

''احتساب کے ساتھ'' یعنی: اجر و ثواب طلب کرنے کے لیے۔

لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے میں ہوتی ہے۔ مسلمان کو ان تمام راتوں میں زیادہ عبادت کرنی چاہیے۔ اگر وہ ان تمام راتوں میں محنت کرے گا تو وہ ہر صورت میں لیلۃ القدر پالے گا۔

ایک مسئلہ جس کے بارے میں اکثر پوچھا جاتا ہے:

کیا لیلۃ القدر ایک مقررہ رات میں ہوتی ہے یا منتقل ہوتی رہتی ہے؟

اہل علم میں سے کچھ یہ کہتے ہیں: یہ منتقل ہوتی ہے، کسی سال اکیسویں رات کو، کسی سال ستائیسویں رات کو، کسی سال انتیسویں رات کو ہوتی ہے۔ علماء کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ لیلۃ القدر ایک مقرر اور متعین رات ہے اور یہ منتقل نہیں ہوتی اور یہی راجح ہے کیونکہ لیلۃ القدر کو جو شرف اور فضیلت ملی ہے وہ اس میں نزول

قرآن کی وجہ سے ملی ہے:

﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ۝﴾

''یقیناً ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا۔''

﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةٍ مُّبَٰرَكَةٍ﴾

''یقیناً ہم نے اسے بابرکت رات میں اتارا ہے۔''

جبکہ اس کے منتقل ہونے کا قول اس معنی کے منافی ہے۔ آپ دیکھیے کہ یوم عاشوراہ کو جو شرف ملا ہے، اس لیے ملا کہ وہ محرم کے مہینے کی دس تاریخ کو ہوتا ہے اور یہ وہ دن ہے جس دن اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی تو اس کے منتقل ہونے کا کوئی امکان نہیں، اسی طرح لیلۃ القدر کو قرآن نازل ہونے کی وجہ سے فضیلت ملی تو اس کا بھی منتقل ہونا ناممکن ہے کیونکہ قرآن ایک رات میں نازل ہوا۔ اس قول کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یہ رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی گئی، پھر آپ کو بھلا دی گئی،[1] اگر یہ منتقل ہوتی رہتی تو جس سال آپ کو بھلائی گئی تھی، دوسرے آنے والے سالوں میں آپ کو اس کی خبر دے دی جاتی تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ رات منتقل نہیں ہوتی۔

پیارے بھائیو! نیک عمل جو لیلۃ القدر میں کیا جائے، وہ ہزار مہینے کے عمل سے بہتر ہے اور ہزار مہینے تراسی سال اور چار مہینے کے برابر ہیں۔ جس شخص کو اس میں عمل کرنے کی توفیق مل گئی، اسے خیر عظیم کی توفیق مل گئی۔ ایک رات جو چند گھنٹوں کی ہے، اس کا عمل ہزار مہینے کے عمل سے بہتر ہے۔ جس شخص کو لیلۃ القدر میں عمل کی توفیق مل گئی، گویا اس نے اپنی عمر کے ساتھ ایک لمبی عمر کا اضافہ کر لیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سابقہ امتوں کی عمریں دکھائی جانے کا ذکر ملتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لمبی عمریں دیکھیں اور وہ لوگ سینکڑوں سال زندہ رہے۔ نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال رہے جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی عمریں ساٹھ اور ستر سال کے درمیان ہیں، گویا آپ کو اپنی امت کی عمریں کم لگی تو آپ کی امت کو

---

[1] صحیح البخاري، حدیث: 2016، و صحیح مسلم، حدیث: 1167 سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت سے، اس لفظ کے ساتھ: «وَقَدْ أُرِيتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ أُنْسِيتُهَا فالْتمِسوها في العَشرِ الأواخرِ من كلِّ وَترٍ» ''اور مجھے یہ رات (شب قدر) دکھائی گئی لیکن پھر بھلوا دی گئی، پس اس کو آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔''

یہ رات دی گئی ...... چند گھنٹوں میں وہ جو نیک اعمال کرتے ہیں تو وہ عمل ہزار مہینے کے عمل سے بہتر ہوتا ہے۔

اے اللہ! ہمیں لیلۃ القدر کی توفیق عطا فرما اور ہمیں ان میں سے بنا جو اس میں بہت زیادہ ثواب اور اجر عظیم پانے میں کامیاب ہوئے۔

اے اللہ! ہمیں ان میں سے بنا جنہوں نے لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کے لیے قیام کیا۔

درود وسلام ہو ہمارے نبی محمد ﷺ اور آپ کی آل واصحاب پر ہو۔

درس 23

دعا کی فضیلت اور آداب

سب تعریفیں اللہ عزوجل کے لیے جو دعا کا سننے والا ہے۔ جو اس کی اطاعت کرے، اسے بہت زیادہ ثواب عطا فرمانے والا ہے۔ درود وسلام ہو انبیاء میں سب سے افضل ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل اور بلند مرتبہ اصحاب پر۔ امابعد:

یقیناً دعا عظیم عبادات میں سے ہے بلکہ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ»

''دعا کرنا ہی عبادت ہے۔'' (سنن أبي داود، حديث: 1478، جامع الترمذي، حديث: 2969 اور فرمایا: حدیث حسن صحیح ہے۔ اور سنن ابن ماجه، حديث: 3828، ابن حبان، حديث: 513، اور الحاكم المستدرك میں حدیث: 1802 اور کہا: اس کی سند صحیح ہے۔)

یہ بھی آیا ہے:

«لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللهِ سُبْحَانَهُ مِنَ الدُّعَاءِ»

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں کوئی چیز دعا سے بڑھ کر عزت والی نہیں۔'' (بخاری نے الأدب المفرد میں حدیث: 712، جامع الترمذي، حديث: 3370 اور سنن ابن ماجه، حديث: 3829 اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اسے صحیح قرار دیا ہے، حدیث: 870)

ہمارے رب نے یہ خبر دی ہے کہ جو اس سے دعا کرتا ہے وہ اس کے قریب ہے، فرمایا:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾

''جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو میں بہت ہی قریب ہوں، ہر پکارنے والے کی پکار کو جب بھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں اس لیے لوگوں کو بھی چاہیے وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں تا کہ وہ بھلائی پائیں۔'' (سورة البقرة: 2، آیت: 186)

یہ آیت روزہ کی آیات کے درمیان آئی ہے اور شاید اس میں یہ راز ہے، واللہ اعلم کہ دعا اس مبارک مہینے میں قبولیت کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور سوال کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہمارا رب نزدیک ہے کہ ہم اس سے سرگوشی کریں یا دور ہے کہ ہم اسے زور سے پکاریں؟ تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ﴾

''جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو میں بہت ہی قریب ہوں۔''

(دیکھیں: تفسير الطبري: 223/3)

اللہ تعالیٰ کے قول: ﴿فَإِنِّي قَرِيبٌ﴾ پر غور کرو، یہ نہیں فرمایا: آپ ان سے فرمائیں کہ میں قریب ہوں جبکہ اکثر آیات جن میں سوال ہے، ان میں جواب ﴿قُلْ﴾ ''آپ فرمایئے'' کے ساتھ آیا ہے، یہ اشارہ ہے کہ رب تعالیٰ پکارنے والے کے قریب ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی دعا قبول کرتا ہے جب بندہ اسے پکارتا ہے اور (قبولیت دعا کی) شرطیں پوری ہوتی اور رکاوٹیں دور ہوتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾

''تمہارے رب نے فرمایا ہے: مجھے پکارو، میں قبول کروں گا۔'' (سورة المؤمن: 40، آیت: 60)

دعا کی فضیلت کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

«مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُو بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيهَا إِثْمٌ، وَلَا قَطِيعَةُ رَحِمٍ، إِلَّا أَعْطَاهُ اللهُ

بِهَا إِحْدَى ثَلَاثٍ: إِمَّا أَنْ تُعَجَّلَ لَهُ دَعْوَتُهُ، وَإِمَّا أَنْ يُدَّخِرَهَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ، وَإِمَّا أَنْ يَصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهَا» قَالُوا: إذا نكثر، قال: «اَللّٰهُ أَكْثَرُ»

''جو بھی مسلمان اللہ سے کوئی بھی دعا مانگے بشرطیکہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اس دعا کے بدلے تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ضرور عطا فرماتا ہے، یا وہ اس کی دعا فوری قبول کر لیتا ہے (اور اس کی مانگی ہوئی چیز عنایت کر دیتا ہے) یا پھر وہ اسے اس کی آخرت کے لیے رکھ چھوڑتا ہے یا پھر اس کے بدلے میں اس طرح کی کوئی مصیبت اس سے ٹال دیتا ہے۔'' لوگوں نے کہا: پھر ہم کثرت سے دعا کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ سب سے زیادہ عطا کرنے والا ہے۔''

(مسند أحمد، حدیث: 11133 صحیح سند کے ساتھ۔)

ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ہر دعا مانگنے والی کی دعا قبول ہوتی ہے لیکن یہ قبولیت مختلف ہوتی ہے، کبھی تو جو دعا مانگی جائے وہی پوری ہوتی ہے اور کبھی اس کا بدل ملتا ہے۔'' (فتح الباري: 95/11)

اس بنا پر دعا کی قبولیت مانگی گئی چیزوں کے حصول میں محصور نہیں بلکہ اس سے عام ہے۔

دعا کے کچھ آداب ہیں، ان میں سے نمایاں درج ذیل ہیں:

① اللہ عزوجل کے لیے اخلاص: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَإِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ○﴾

''پس یہ لوگ جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں اس کے لیے عبادت کو خالص کر کے، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔'' (سورة العنکبوت: 29، آیت: 65)

یہ اخلاص جو لاچار و بے بس آدمی کی دعا میں شامل ہوا تو اس کی دعا کی قبولیت کا سبب بنا باوجود اس کے کہ دعا کی قبولیت میں ایک رکاوٹ، شرک کی صورت میں، موجود تھی، تو ان مشرکوں نے بھی جب لاچاری اور بے بسی کے عالم میں اللہ عزوجل کو اخلاص کے ساتھ پکارا تو اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے کیونکہ اس پر جو ظلم ہوا، اس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کو اخلاص اور گرم جوشی سے پکارتا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ»

''مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔'' (صحيح البخاري، حديث: 1425، صحيح مسلم، حديث: 19 معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

② دعا مانگنے والے کو اپنی دعا کی ابتدا اللہ عزوجل کی ثنا، پھر اس کے رسول ﷺ پر درود سے کرنی چاہیے، ہمارے رب نے سورۂ فاتحہ میں یہی ادب سکھایا ہے، لہٰذا سورۂ فاتحہ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی ثنا سے ہوئی، پھر اس کے بعد یہ عظیم دعا آتی ہے:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾

''ہمیں سیدھی راہ دکھا۔'' (سورة الفاتحة:1، آیت:6)

نبی کریم ﷺ نے جب ایک آدمی کو دعا مانگتے سنا جس نے نہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور نہ اس کے رسول پر درود پڑھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: «عَجِلَ هَذَا» ''اس نے جلدی کی ہے۔'' (سنن أبي داود، حديث: 1481، جامع الترمذي، حديث: 3477 اور کہا: حسن صحیح ہے، فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

③ عاجزی اور انکساری: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝﴾

''تم اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو گڑگڑا کے اور چپکے چپکے، واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو حد سے نکل جائیں۔'' (سورة الأعراف:7، آیت:55)

اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے یہ پسند کرتا ہے کہ وہ دعا کے وقت اسے عاجزی اور انکساری سے پکارے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۝﴾

''واقعی ابراہیم (علیہ السلام) گڑگڑانے والے بردبار تھے۔'' (سورة التوبة:9، آیت:114)

﴿لَاَوَّاهٌ﴾ یعنی گڑگڑانے والے اور عاجزی کرنے والے۔

④ دعا مانگتے وقت آواز پست رکھنا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً﴾

''تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو گڑگڑا کے اور چپکے چپکے۔''

بلند آواز عاجزی کے خلاف ہے اور جو خشوع مطلوب ہے، اس کے بھی منافی ہے۔ یہ دعا میں ایک طرح زیادتی بھی ہے، اس لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝﴾

''واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نہ پسند کرتا ہے جو حد سے نکل جائیں۔''

اللہ تعالیٰ نے زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کی مدح کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝﴾

''جب اس نے اپنے رب سے چپکے چپکے دعا کی تھی۔'' (سورة مريم: 19، آیت: 3)

دعائے قنوت میں دیکھا گیا ہے کہ کچھ مسجدوں کے امام دعائے قنوت میں بہت بلند آواز سے دعا کرتے ہیں جبکہ مناسب یہ ہے کہ امام آواز پست رکھے جو صرف مقتدی کو سنائی دے اور آواز میں خشوع ہو۔

⑤ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا﴾

''اور تم اسے ڈرتے اور امید رکھتے ہوئے ہوئے پکارو۔'' (سورة الأعراف: 7، آیت: 56)

یعنی قبولیت کی امید سے، لہٰذا جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو امید قوی ہو اور ساتھ اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر بھی ہو کہ کہیں میرا یہ عمل قبول نہ ہو۔ شعور، ڈر اور طمع کے ساتھ دعا مانگے کیونکہ یہ قبولیت کے اسباب میں سے ہے۔

⑥ دعا کی قبولیت میں جلدی نہ کرے، دعا کی قبولیت میں جلدی کرنا دعا کے قبول نہ ہونے کے امور میں سے ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

«يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ، يَقُولُ: دَعَوْتُ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِي»

”بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ جلدی نہ کرے، کہے کہ میں نے دعا کی تھی لیکن میری دعا قبول نہیں ہوئی۔“ (صحيح البخاري، حديث: 6340، صحيح مسلم، حديث: 2735 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلد بازی کی اس صفت کو یوں بیان فرمایا: ”وہ کہے: میں نے دعا مانگی میری دعا قبول نہیں ہوئی۔“ یعنی: وہ افسوس کرتا ہے اور دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ یہ دعا قبول نہ ہونے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

⑦ دعا مانگنے والے کو جامع اور مسنون دعائیں مانگنے پر توجہ دینی چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں جامع دعا اختیار کرتے اور ان کے سوا کو چھوڑ دیتے۔

⑧ حلال روزی کی کوشش، اس لیے کہ حرام کمائی دعا کی قبولیت میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، خاک آلود ہے، آسمان کی طرف اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے، یارب! یارب! کہتا ہے جبکہ اس کا کھانا حرام کا، پینا حرام کا، پہننا حرام کا ہے اور اس کی پرورش ہی حرام سے ہوئی ہے تو اس کی دعا کیونکر قبول کی جائے؟ (صحيح مسلم، حديث: 1015 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

اے اللہ! ہمارے قیام اور صیام قبول فرما اور ہمیں ان اقوال ان اعمال کی توفیق عطا فرما جو تجھے محبوب اور پسند ہیں۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 24

جامع دعائیں

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جو بلند وبالا، اکیلا و یکتا، سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ درود و سلام اللہ کے رسول ﷺ پر جو بشیر و نذیر ہیں اور آپ کی آل و اصحاب پر جو بہت کوشش کرنے اور نیکیوں کے لیے ہر وقت کمر بستہ رہنے والے تھے۔ اما بعد:

یقیناً عبادات میں سے سب سے بڑی عبادت دعا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے متقی بندوں، یعنی انبیاء، صالحین اور جو ان کے سوا ہیں، ان کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ۝﴾

"بے شک وہ نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور ڈر سے پکارتے تھے، اور وہ ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے۔" (سورة الأنبيآء: 21، آیت: 90)

دعا ہر بھلائی کا سبب ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس کا بکثرت اہتمام کرے اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے جامع دعائیں کرنے کا اہتمام کرے کیونکہ آپ ﷺ جامع دعائیں اختیار فرماتے اور ان کے سوا کو چھوڑ دیتے۔

ذیل میں ہم چند جامع دعائیں ذکر کرتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کیا کرتے تھے:

1. سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو اللہ عزوجل سے تین بار جنت کا سوال کرتا ہے تو جنت کہتی ہے: اے اللہ! اس کو جنت میں داخل فرما اور جو آگ سے تین بار پناہ مانگتا ہے تو جہنم کہتی ہے: اے اللہ! اسے آگ سے پناہ دے۔" (مسند أحمد، حديث: 13173، جامع الترمذي، حديث: 2572 اور الحاکم نے المستدرك میں، حدیث: 1960، اور کہا: اس کی سند صحیح ہے۔)

② سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ أَكْثَرُ دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ: «اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ»

نبی کریم ﷺ کی اکثر دعا یہ ہوا کرتی تھی: ''اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور ہمیں دوزخ سے بچا۔'' (صحيح البخاري، حديث: 6389، صحيح مسلم، حديث: 2690)

اس دعا کا ذکر ہمارے رب عزوجل نے اپنے اس فرمان میں کیا ہے:

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○﴾

''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہمیں دوزخ سے بچا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے ان کے اعمال کا حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔'' (سورة البقرة: 2، آيات: 201-202)

اگر آپ کی یہ دعا قبول ہو جاتی ہے تو آپ کو دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل ہو جائے گی۔ ''دنیا میں بھلائی'' کی تفسیر بعض سلف نے نیک بیوی سے کی ہے اور بعض نے آرام دہ سواری اور وسیع گھر وغیرہ سے کی ہے۔ مختصر طور پر اس سے مراد سعادت مندی ہے، گویا کہ آپ کہہ رہے ہیں: اے میرے رب! مجھے اس دنیا میں سعادت والی زندگی نصیب فرما۔ اس معنی میں سلف کی بیان کردہ مثالیں جمع ہو جاتی ہیں۔ ﴿وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً﴾ ''اور آخرت میں بھلائی۔'' اس سے مراد جنت ہے۔ ﴿وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○﴾ ''اور ہمیں دوزخ سے بچا۔'' یعنی میرے لیے ایسے نیک اعمال آسان کر دے جن کی وجہ سے میں آگ میں داخل ہونے سے بچ جاؤں۔

③ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور کہا:

«يَا مُعَاذُ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ فَقَالَ أُوصِيكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ تَقُولُ اللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ»

''اے معاذ! اللہ کی قسم! مجھے تم سے محبت ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے تم سے محبت ہے۔'' پھر فرمایا: ''اے معاذ!

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے آخر میں یہ کہنا ہرگز نہ چھوڑنا: «اَللّٰهُمَّ اَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبادَتِكَ» ”اے اللہ! اپنا ذکر کرنے، شکر کرنے اور بہترین انداز میں اپنی عبادت کرنے میں میری مدد فرما۔“ (مسند أحمد، حديث: 22119، سنن أبي داود، حديث: 1523 اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں حدیث: 751)

«فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ» سے مراد ہر نماز کے آخر میں، آخری تشہد میں سلام سے پہلے ہے۔“

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے سب سے نفع بخش دعا کے بارے میں غور وفکر کیا تو وہ مجھے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی والے اعمال میں اس کی مدد مانگنے کی صورت میں نظر آئی، پھر میں نے یہ دعا سورۂ فاتحہ میں: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ ”ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ہر قسم کی مدد طلب کرتے ہیں۔“ میں پائی۔“ (مدارج السالكين: 122/1)

④ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِيَ الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِي، وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي فِيهَا مَعَاشِي، وَأَصْلِحْ لِي آخِرَتِي الَّتِي فِيهَا مَعَادِي، وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَرٍّ»

”اے اللہ! میرے دین کو درست کر دے، جو میرے (دین و دنیا کے) ہر کام کے تحفظ کا ذریعہ ہے اور میری دنیا کو درست کر دے جس میں میری گزر بسر ہے اور میری آخرت کو درست کر دے جس میں میرا (اپنی منزل کی طرف) لوٹنا ہے اور میری زندگی کو میرے لیے ہر بھلائی میں اضافے کا سبب بنا دے اور میری وفات کو میرے لیے ہر شر سے راحت بنا دے۔“ (صحيح مسلم، حديث: 2720)

امام قرطبی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

”یہ بڑی عظیم دعا ہے جس میں دنیا و آخرت اور دین و دنیا کی خیر کو جمع کر دیا ہے، ہر سننے والے پر لازم ہے کہ وہ اس دعا کو یاد کر لے اور رات اور دن کے اوقات میں اس کو مانگتا رہے، ممکن ہے انسان کو قبولیت کی گھڑی مل جائے اور اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل ہو جائے۔“ (المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم: 49/7)

⑤ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی صبح یا شام ہوتی تو یہ دعا ضرور پڑھتے:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِينِي، وَدُنْيَايَ، وَأَهْلِي، وَمَالِيَ اللَّهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِي، وَآمِنْ رَوْعَاتِي، اللَّهُمَّ احْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ، وَمِنْ خَلْفِي، وَعَنْ يَمِينِي، وَعَنْ شِمَالِي، وَمِنْ فَوْقِي، وَأَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي»

''اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں ہر طرح کے آرام اور راحت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے معافی اور عافیت کا طلب گار ہوں اپنے دین و دنیا میں اور اپنے اہل و مال میں۔ اے اللہ! میرے عیب چھپا دے، مجھے میرے اندیشوں اور خطرات سے امن عنایت فرما۔ یا اللہ! میرے آگے، میرے پیچھے، میرے دائیں، میرے بائیں اور میرے اوپر سے میری حفاظت فرما اور میں تیری عظمت کے ذریعے سے اس بات سے پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے نیچے کی طرف سے ہلاک کر دیا جاؤں۔''

(مسند أحمد، حديث: 4785، سنن أبي داود، حديث: 5074، سنن ابن ماجه، حديث: 3871، اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حدیث: 961، اور الحاکم نے المستدرك میں اس کو صحیح کہا ہے، حدیث: 1902، اور ذہبی نے الحاکم سے (تصحیح میں) اتفاق کیا ہے۔)

⑥ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ، وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ، وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ، وَجَمِيعِ سَخَطِكَ»

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں تیری نعمت کے زوال سے، تیری عافیت کے ہٹ جانے سے، تیری اچانک سزا سے اور تیری ہر طرح کی ناراضی سے۔'' (صحیح مسلم، حديث: 2739)

⑦ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے کہتے ہوئے سنا:

«إِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ كَقَلْبٍ وَاحِدٍ يُصَرِّفُهُ حَيْثُ يَشَاءُ» ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ «اللَّهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ»

''بنی آدم کے سارے دل ایک دل کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے اسے (ان سب کو) گھماتا ہے۔'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے (دعا کرتے ہوئے) فرمایا: «اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ» ''اے اللہ! اے دلوں کو پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت پر پھیر دے۔'' (صحيح مسلم، حديث: 2654)

⑧ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

«كان رسول الله ﷺ يَتَعَوَّذُ مِنْ جَهْدِ البَلاَءِ، وَدَرَكِ الشَّقَاءِ، وَسُوءِ القَضَاءِ، وَشَمَاتَةِ الأَعْدَاءِ»

''رسول اللہ ﷺ مصیبت کی سختی، تباہی تک پہنچ جانے، قضاوقدر کی برائی اور دشمنوں کے خوش ہونے سے پناہ مانگتے تھے۔'' (صحيح البخاري، حديث: 6347) (یوں کہے: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ جَهْدِ البَلَاءِ، وَدَرَكِ الشَقَاءِ، وَسُوءِ القَضَاءِ، وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ.)

⑨ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نبی کریم ﷺ کی خدمت کرتا تھا تو میں سنتا تھا کہ آپ کثرت سے یہ دعا مانگتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَ الحَزَنِ، وَ العَجزِ وَ الكَسَلِ، وَ البُخْلِ وَ الجُبْنِ، وَ ضَلَعِ الدَّيْنِ، وَ غَلَبَةِ الرِّجَالِ»

''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں پریشانی، غم، عاجزی، سستی، بخل، بزدلی، قرض داری کے بوجھ اور ظالم کے اپنے اوپر غلبہ سے۔'' (صحيح البخاري، حديث: 5425)

«ضَلَعِ الدَّيْنِ» کا معنی ہے: قرض کا بوجھ اور شدت۔

⑩ سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا: جب لوگ سونا اور چاندی جمع کرلیں تو تم ان کلمات کو جمع کرلو:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْأَمْرِ، وَالْعَزِيمَةَ عَلَى الرُّشْدِ، وَأَسْأَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ حُسْنَ عِبَادَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ قَلْبًا سَلِيمًا، وَأَسْأَلُكَ لِسَانًا

صَادِقًا، وَأَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ، وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ»

''اے اللہ! میں تجھ سے معاملہ میں ثابت قدمی کا اور راست روی (رشد و ہدایت) میں پختگی کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے تیری نعمتوں کے شکر اور تیری حسن عبادت کی توفیق مانگتا ہوں اور تجھ سے تمام برائیوں سے پاک صاف دل اور سچ کہنے والی زبان کا طلب گار ہوں اور تجھ سے ان چیزوں کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں جنہیں تو جانتا ہے اور ان چیزوں کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں جنہیں تو جانتا ہے، اور میں تجھ سے ان گناہوں کی مغفرت طلب کرتا ہوں جو تیرے علم میں ہیں۔'' (مسند أحمد، حدیث: 17114 اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حدیث: 1800)

11. سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے:

«اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالتُّقَى وَالْعَفَافَ وَالْغِنَى»

''اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور (دل کا) غنی مانگتا ہوں۔'' (صحیح مسلم، حدیث: 2721)

اے اللہ! ہمیں اپنی رحمت سے وہ دعا مانگنے کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہے، ہماری دعائیں قبول فرما اور ہماری حاجات پوری فرما اور ہمیں، ہمارے والدین اور سب مسلمانوں کو معاف فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 25

رات کا آخری تہائی حصہ

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو بہت رحم کرنے والا، بہت بخشنے والا اور دل اور آنکھوں کو پلٹنے والا ہے۔ درود وسلام ہمارے نبی محمد ﷺ اور آپ کی آل و اصحاب پر جب تک رات اور دن ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں۔ اما بعد:

رات کا آخری تہائی حصہ ان عظیم اوقات میں سے ہے جن میں مغفرت اور رحمت کا نزول اور دعا کی قبولیت ہوتی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ يَقُولُ مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ»

''ہمارا پروردگار بلند بابرکت ہے، ہر رات کو اس وقت آسمانِ دنیا پر آتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے، وہ کہتا ہے: کوئی مجھ سے دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اسے دوں، کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں۔''

(صحيح البخاري، حديث: 1145، صحيح مسلم، حديث: 1366)

سبحان اللہ! رب جو عزت وعظمت والا ہے...... جو اس کائنات کا خالق ہے...... اپنے بندوں سے غنی ہے۔ اسے اطاعت کرنے والوں کی اطاعت فائدہ نہیں دیتی اور نافرمانوں کی نافرمانی اسے نقصان نہیں پہنچاتی۔ وہ ہر رات آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے۔ اس کا نزول اس کی شایانِ شان

اور عظمت کے مطابق ہے۔ مخلوق کے نزول جیسا نہیں کیونکہ کوئی چیز اس کے مثل نہیں اور وہ بہت زیادہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ وہ اپنے بندوں کو یہ آواز دیتا ہے: کوئی دعا مانگنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی سوالی ہے کہ میں اس کو عطا کروں، کوئی مغفرت مانگنے والا ہے کہ میں اسے معاف کروں۔

تو پاک ہے اے ہمارے رب! تیری شان کتنی عظیم ہے، تیرا اپنے بندوں پر رحم کرنا کتنا زیادہ ہے، تیرا لطف کتنا عظیم ہے اور تیرا احسان اپنے بندوں پر کتنا بڑا ہے!

سب سے افضل عمل جس میں انسان اپنے آپ کو اس فضیلت والے وقت میں مصروف رکھتا ہے، وہ نماز ہے۔ نبی کریم ﷺ نے رات کے قیام کی عمومی طور پر اور آخری حصے کے قیام کی خصوصی طور پر ترغیب دی ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ خَافَ أَنْ لَا يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ أَوَّلَهُ وَمَنْ طَمِعَ أَنْ يَقُومَ آخِرَهُ فَلْيُوتِرْ آخِرَ اللَّيْلِ فَإِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُودَةٌ وَذَلِكَ أَفْضَلُ»

''جسے ڈر ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں نہیں اٹھ سکے گا، وہ رات کے شروع میں وتر پڑھ لے اور جسے امید ہو کہ وہ رات کے آخر میں اٹھ جائے گا، وہ رات کے آخر میں وتر پڑھے کیونکہ رات کے آخری حصے کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل ہے۔'' (صحیح مسلم، حدیث: 755)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول پاک ﷺ کی نماز کے متعلق سوال ہوا تو انھوں نے فرمایا:

«كَانَ يَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ، وَيُحْيِي آخِرَهُ»

''رسول اللہ ﷺ رات کے پہلے حصے میں سوجاتے اور آخری حصہ میں نماز پڑھتے۔'' (صحیح مسلم، حدیث: 1365)

انھی سے مروی ہے:

«كُلَّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُولُ اللهِ، وَانْتَهَى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ»

''رسول اللہ ﷺ نے رات کے ہر حصہ میں نمازِ وتر پڑھی ہے اور پھر سحری کے وقت وتر پڑھنا ہی آپ کا معمول بن گیا۔'' (صحيح البخاري، حديث: 996، صحيح مسلم، حديث: 745)

یہ رات کے آخری تہائی حصے کی اور اس میں قیام کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے خصوصا رمضان کے آخری عشرے میں۔

رات کے آخری تہائی حصے کا سورج کے غروب اور فجر کے طلوع ہونے کے وقت سے حساب لگایا جاتا ہے اور اسے تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، تیسری تہائی وہ رات کی آخری تہائی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے متقی بندوں کی صفت سحری کے وقت استغفار کرنا ذکر فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ۝﴾

''جو صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور فرمانبرداری کرنے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور سحری کے وقت بخشش مانگنے والے ہیں۔'' (سورة آل عمران: 3، آیت: 17)

اور فرمایا:

﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ۝وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۝﴾

''وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔ اور سحری کے وقت استغفار کیا کرتے تھے۔'' (سورة الذاريات: 51، آیات: 17-18)

امام حسن (بصری) کہتے ہیں:

«مَدُّوا الصَّلَاةَ إِلَى السَّحَرِ ثُمَّ اسْتَغْفِرُوا»

''انھوں نے نمازِ (تہجد) کو سحری تک لمبا کیا، پھر استغفار کرنے لگے۔'' (دیکھیں: تفسير البغوي: 2/17)

حضرت نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے:

'' سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما رات کو جاگتے اور نماز پڑھتے، پھر نافع سے پوچھتے: کیا سحری ہوگئی؟ وہ کہتے: نہیں، پھر نماز پڑھنے لگ جاتے۔ جب وہ کہتے کہ ہاں (سحری کا وقت ہوگیا) تو بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور دعا کرتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔'' (ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں: 3302)

رات کا آخری حصہ قبولیت کی گھڑی کے سب سے زیادہ قریب ہے جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

«إِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللهَ خَيْرًا مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ»

''رات میں ایک گھڑی ایسی ہے جو بھی مسلمان بندہ اس کو پالیتا ہے، اس میں وہ دنیا و آخرت کی کسی بھی خیر اور بھلائی کا سوال کرتا ہے تو اللہ اسے وہ (بھلائی) ضرور عطا فرما دیتا ہے اور یہ گھڑی ہر رات میں ہوتی ہے۔'' (صحيح مسلم، حديث: 757)

سیدنا عمر بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

«أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ الْآخِرِ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللهَ فِي تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ»

''رب تعالیٰ اپنے بندے کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری نصف حصے میں ہوتا ہے تو اگر تم ان لوگوں میں سے ہوسکو جو رات کے اس حصے میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ہو جاؤ۔'' (جامع الترمذي، حديث: 3579، اور فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور سنن النسائي، حديث: 572، اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا، حديث: 572، اور الحاکم نے المستدرك میں حديث: 1162 اور کہا: ''یہ حدیث صحیح ہے مسلم کی شرط کے مطابق ہے، لیکن بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔'')

استغفار کے متعدد الفاظ ہیں، ان میں سب سے نمایاں یہ ہے کہ بندہ کہے:

«أَسْتَغْفِرُ اللهَ»

''میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا سوال کرتا ہوں۔''

سب سے کامل یہ ہے کہ استغفار کے ساتھ توبہ کے الفاظ بھی ملا لے تو یوں کہے:

«أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ»

صحیح مسلم میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ: «سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ»

رسول اللہ ﷺ کثرت سے یہ فرمایا کرتے تھے: ''میں اللہ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں اس کی حمد کے ساتھ، میں اللہ سے بخشش کا طلب گار ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔'' (صحيح مسلم، حديث: 484)

آپ اپنے رب کے اس حکم کی تعمیل کرتے تھے:

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾

''تو آپ اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ کیجیے اور اس سے مغفرت مانگیں، بے شک وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔'' (سورة النصر: 110، آيت: 3)

❀ ان میں سے وہ الفاظ بھی ہیں جو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آئے ہیں، فرماتے ہیں:

كُنَّا نَعُدُّ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ مِائَةَ مَرَّةٍ: «رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُورُ»

ہم رسول اللہ ﷺ کی ایک مجلس میں سو مرتبہ یہ کلمات شمار کرتے تھے: «رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُور» ''اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما، بلاشبہ تو بہت زیادہ توبہ قبول فرمانے والا اور بخشنے والا ہے۔'' (سنن أبي داود، حديث: 1516، جامع الترمذي، حديث: 3434 اور فرمایا: حسن صحیح غریب ہے۔)

❀ ان میں سے یہ بھی ہے کہ کہے:

«أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيَّ الْقَيُّومَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ»

''میں بخشش مانگتا ہوں اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ اور نگرانی کرنے والا ہے اور میں اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ سے صحیح حدیث میں مروی ہے:

«من قال: أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيَّ الْقَيُّومَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ غُفِرَ لَهُ وَإِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ»

''جس نے یہ کہا: «أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيَّ الْقَيُّومَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ» ''میں معافی

مانگتا ہوں اللہ سے، وہ ذات کہ اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں، وہ زندہ ہے اور نگرانی کرنے والا ہے، اور میں اسی کی طرف توبہ اور رجوع کرتا ہوں۔'' تو اس کو بخش دیا جاتا ہے اگرچہ وہ جہاد سے بھی بھاگا ہو۔''
(سنن أبي داود، حديث: 1517، جامع الترمذي، حديث: 3577 اور منذری نے الترغيب و الترهيب میں کہا: ''اس کی سند جید ہے۔'' حديث: 311/2)

❀ ان الفاظ میں سے سید استغفار بھی ہے جو صحیح بخاری میں سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آئے ہیں:

«سَيِّدُ الِاسْتِغْفَارِ أَنْ تَقُولَ: اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لاَ إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ، وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَأَبُوءُ لَكَ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي، فَإِنَّهُ لاَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ» قَالَ: «وَمَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوقِنًا بِهَا، فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ قَبْلَ أَنْ يُمْسِيَ، فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ، وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوقِنٌ بِهَا، فَمَاتَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ، فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ»

''سید الاستغفار (استغفار کے سب کلمات کا سردار) یہ ہے کہ تو یوں کہے: اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا کیا اور میں تیرا ہی بندہ ہوں، میں اپنی طاقت کے مطابق تجھ سے کیے ہوئے عہد اور وعدے پر قائم ہوں، میں ان بری حرکتوں کے عذاب سے جو میں نے کی ہیں تیری پناہ مانگتا ہوں، میں اپنے اوپر تیری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں، میری مغفرت کردے کیونکہ تیرے سوا اور کوئی بھی گناہ معاف نہیں کرتا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے ان الفاظ پر یقین رکھتے ہوئے دن کے وقت ان کو کہہ لیا اور اسی دن شام ہونے سے پہلے اس کا انتقال ہوگیا تو وہ جنتی ہے اور جس نے ان الفاظ پر یقین رکھتے ہوئے رات میں ان کو پڑھ لیا اور پھر اس کا صبح ہونے سے پہلے انتقال ہوگیا تو وہ جنتی ہے۔'' (صحيح البخاري، حديث: 6306)

یہ ذکر صبح و شام کے اذکار میں بھی ہے۔ مسلمان کو ہر صبح و شام اس کے پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

❀ ان میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا سوال کرے اور کہتا رہے:

«اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي»

’’اے اللہ! مجھے معاف فرما دے۔‘‘

صحیحین میں امی عائشہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے رکوع اور سجدے میں یہ کہا کرتے تھے:

«سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْلِي»

’’پاک ہے تیری ذات اے اللہ! اے ہمارے رب! اور تیرے ہی لیے تعریف ہے، اے اللہ! میری مغفرت فرما دے۔‘‘ (صحيح البخاري، حديث: 794، صحيح مسلم، حديث: 484)

مسلمان کو چاہیے کہ وہ یہ ذکر ہر نماز میں چاہے وہ فرض ہو یا نفل، رکوع میں تسبیح پڑھے، وہ کہے:

«سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ»

’’پاک ہے میرا رب عظمت والا۔‘‘

اور اس کے بعد یہ کہے:

«سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْلِي»

’’پاک ہے تیری ذات اے اللہ! اے ہمارے رب! اور تیرے ہی لیے تعریف ہے، اے اللہ! میری مغفرت فرما دے۔‘‘

اسی طرح سجدے میں بھی «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى» ’’پاک ہے میرا رب جو سب سے بلند ہے۔‘‘ کہہ کر اس کے بعد یہ کہے:

«سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْلِي»

’’پاک ہے تیری ذات اے اللہ! اے ہمارے رب! اور تیرے ہی لیے تعریف ہے، اے اللہ! میری مغفرت فرما دے۔‘‘

اے اللہ! ہمیں اپنے متقین، نیکوکار اور سحری کو استغفار کرنے والے بندوں میں سے بنا۔ اے رحم کرنے والے اور معاف کرنے والے ہمیں معاف اور ہم پر رحم فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 26

اللہ تعالیٰ کی محبت پانے کے اسباب

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو شریکوں سے بلند و بالا، ہر چیز کا مالک، بندوں پر بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں جو بندوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں، آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اور آپ کی آل اور اصحاب پر قیامت کے دن تک۔ اما بعد:

صحیحین میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ فَقَالَ: إِنِّي أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ، قَالَ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ، ثُمَّ يُنَادِي فِي السَّمَاءِ فَيَقُولُ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، قَالَ: ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ، وَإِذَا أَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ فَيَقُولُ إِنِّي أُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضْهُ، قَالَ: فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيلُ ثُمَّ يُنَادِي فِي أَهْلِ السَّمَاءِ إِنَّ اللهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضُوهُ، قَالَ: فَيُبْغِضُونَهُ ثُمَّ تُوضَعُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِي الْأَرْضِ»

”جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے: میں فلاں سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو تو جبریل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں، پھر وہ آسمان میں آواز دیتے ہیں، کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے، تم بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں، پھر اس کے لیے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بغض رکھتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو بُلا کر فرماتا ہے: میں فلاں شخص سے بغض رکھتا ہوں،

تم بھی اس سے بغض رکھوتو جبریل علیہ السلام اس سے بغض رکھتے ہیں، پھر وہ آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے بغض رکھتا ہے، تم بھی اس سے بغض رکھو، کہا: تو وہ (سب) اس سے بغض رکھتے ہیں، پھر اس کے لیے زمین میں بھی بغض رکھ دیا جاتا ہے۔" (صحیح البخاري، حدیث: 6040، صحیح مسلم، حدیث: 2637 اور لفظ مسلم کی روایت کا ہے۔)

پہلے شخص کے لیے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ جو بھی اسے دیکھتا ہے یا اس کے بارے میں سنتا ہے تو اس سے محبت کرتا ہے۔

دوسرے شخص کے لیے زمین میں بغض رکھ دیا جاتا ہے۔ جو بھی اسے دیکھتا ہے یا اس کے بارے میں سنتا ہے تو اس سے بغض رکھتا ہے۔

دل اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہیں۔ یہ بندہ جس سے اللہ تعالیٰ نے محبت فرمائی، اسے بہت بڑا شرف حاصل ہوا کہ آسمان اور زمین کا رب اس سے محبت کرتا ہے، جبریل علیہ السلام اس کا نام لے کر منادی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بن فلاں سے محبت کرتا ہے، پھر جبریل اس سے محبت کرتا ہے، پھر فرشتے اس سے محبت کرتے ہیں، پھر زمین میں اس کے لیے قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت پانے کے کچھ اسباب ہیں۔ ان کا سب سے بہترین تذکرہ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے کیا ہے۔ (دیکھیں: مدارج السالکین: 3/18-19) انھوں نے محبت الٰہی حاصل کرنے کے دس اسباب ذکر کیے جو یہ ہیں:

1. تدبر کرکے اور معانی کو سمجھ کر قرآن پڑھنا اور اس کے مطالب کو جاننا، پس قرآن عظیم کے ساتھ تلاوت، اس کو غور سے سننے، اس کے معنی میں تدبر اور اس کے سمجھنے کے ذریعے سے مضبوط تعلق رکھنا بندے کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے بڑے اسباب میں سے ہے، اس لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾

"بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کردیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔" (سورۃ الأنفال: 8، آیت: 2)

مومن کا ایمان قرآن کے سننے سے زیادہ ہوتا ہے اور تدبر کے ساتھ تلاوت سے بھی اس کا ایمان زیادہ ہوتا ہے۔

اے میرے مسلمان بھائی! تمھیں چاہیے کہ تلاوت قرآن کے لیے کچھ وقت خاص کرلو، اس میں اللہ تعالیٰ کے کلام کی تدبر کے ساتھ تلاوت کرو، تم پر کوئی دن ایسا نہ گزرے کہ تم نے کلام اللہ سے کچھ نہ پڑھا ہو۔

② فرائض کے بعد نوافل کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے قرب کو حاصل کرے، جیسے اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا:

«وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ»

''میرا بندہ جن چیزوں کے ذریعے سے میرے قریب ہوتا ہے، ان میں مجھے سب سے محبوب وہ چیزیں ہیں جو میں نے اس پر فرض قرار دی ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔'' (صحيح البخاري، حديث: 6502 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت ہے۔)

فرائض کی حفاظت کے بعد نوافل کی کثرت اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے اسباب میں سے ہے۔

③ ہر حال میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا﴾

''اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کثرت سے کیا کرو۔'' (سورة الأحزاب: 33، آیت: 41)

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بندے کا اللہ کی محبت سے وہی حصہ ہے جتنا حصہ اس کا اللہ کے ذکر سے ہے۔'' (مدارج السالکین: 18/13) اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنا مسلمان کو اللہ عزوجل کے ساتھ جوڑ دیتا ہے اور اس کا دنیا سے لگاؤ کم ہو جاتا ہے۔ اس کی تاثیر یہ ہوتی ہے کہ بندے کا دل نرم اور دل کی سختی زائل ہو جاتی ہے اور بندے کو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوجاتی ہے، لہٰذا ایک آدمی امام حسن بصری رحمہ اللہ کے پاس آیا، کہنے لگا: اے ابوسعید! آپ کے پاس دل کی سختی کی شکایت لے کر آیا ہوں؟ امام حسن بصری نے کہا: دل کی سختی کو

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت سے پگھلاؤ۔ (ذم الھوی، ص: 69 اور اس میں ہے: «أذبه من الذكر» ''دل کی سختی کو ذکر سے پگھلاؤ۔'' اور امام احمد نے الزھد، حدیث: 1510 میں اس لفظ کے ساتھ ذکر کیا: «أدنه من الذكرى، أي: ممن يُذكِّر» ''دل کو نصیحت کے قریب کرو، یعنی نصیحت کرنے والے سے اس کو قریب کرو۔'') پھر یہ بھی کہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا بندے کو مطمئن کر دیتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ۝﴾

''جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں، یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔'' (سورۃ الرعد: 13، آیت: 28)

یہ اطمینان وہ سعادت قلبی ہے جس کا وصف بیان کرنے سے زبان بھی عاجز ہے اور الفاظ کے ذریعے سے اس کی تعبیر بھی ناممکن ہے۔ صالحین میں سے ایک اس کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''دل پر بعض اوقات ایسی حالت گزرتی ہے کہ میں کہتا ہوں: اگر اہل جنت اس حالت میں ہوں گے تو پھر وہ بڑی پاکیزہ زندگی میں ہوں گے۔'' (مدارج السالکین: 452/1)

④ انسانوں کی محبت پر اللہ تعالیٰ کی محبت کو ترجیح دینا، لہٰذا جب اللہ عزوجل کی محبت سے غیر کی محبت ٹکرائے تو اللہ عزوجل کی محبت کو مقدم رکھو، مثال کے طور پر جب تم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنتے ہو اس وقت اگر تم اللہ کی محبت میں سچے ہو تو تم بستر سے اٹھتے ہو اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے ہو، مگر جس کی محبت سچی نہیں ہوتی، وہ نیند، راحت اور سستی کی محبت کو اللہ عزوجل کی محبت پر مقدم رکھے گا۔ اسی طرح اگر کسی معاملہ میں شبہ پڑ جائے تو جو اللہ کی محبت میں سچا ہوتا ہے، وہ اس معاملے کو چھوڑ دیتا ہے، اگرچہ اس میں بہت بڑا نفع ہی کیوں نہ ہو، جب تک اس میں شبہ موجود ہے۔ اسی طرح جب بھی اللہ عزوجل کی محبت غیر کی محبت سے ٹکرائے تو اللہ تعالیٰ کی محبت کو غیر کی محبت پر مقدم رکھو۔

⑤ دل کا اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کا مطالعہ کرنا، لہٰذا جس نے اللہ عزوجل کو اس کے ناموں، صفتوں اور افعال کی ذریعے سے پہچانا، وہ ضرور اس سے محبت کرے گا۔

⑥ اللہ تعالیٰ کے احسان و انعام اس کی خاص و عام اور ظاہری و باطنی نعمتوں کا مشاہدہ کرنا، اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگی کیونکہ انسان کا دل طبعی طور پر اس سے محبت کرتا ہے جو اس پر احسان کرتا ہے۔ انسان

کے لیے اللہ عزوجل کے احسان سے بڑھ کر کسی کا احسان نہیں۔ ساری نعمتیں اسی اللہ جل و علا کی طرف سے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ﴾

''تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں، سب اسی کی دی ہوئی ہیں۔'' (سورة النحل: 16، آیت: 53)

اور فرمایا:

﴿وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا﴾

''اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔'' (سورة النحل: 16، آیت: 18)

⑦ دل کا مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجز رہنا۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

''یہ بات سب سے تعجب والی ہے، اس معنی کی پوری تعبیر سوائے اسماء وعبارات کے بیان نہیں ہوسکتی۔''

(مدارج السالکین: 19/3)

خصوصا جب بندہ تنہائی میں اپنے رب کے ساتھ ہوتا ہے اور لوگوں میں سے کوئی اسے دیکھ بھی نہ رہا ہوتا تو وہ اللہ عزوجل کے سامنے عاجزی اور انکساری سے گر پڑتا ہے اور اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ یہ ان بڑے اسباب میں سے ہے جن سے دل میں بہت رقت پیدا ہوتی ہے اور اللہ عزوجل کی محبت حاصل ہوتی ہے۔

⑧ نزول الٰہی کے وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کرنے اور اس کے کلام کی تلاوت کرنے کے لیے خلوت اختیار کرنا اور دل کے ساتھ اور عبادت کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کے سامنے کھڑے ہونا، پھر (اس عظیم ملاقات کو) توبہ اور استغفار سے ختم کرنا۔

لہٰذا جب رات کے آخری تہائی حصے میں بندہ اپنے رب کے ساتھ خلوت میں ہوتا ہے اور جو نماز اللہ عزوجل نے اس کے لیے لکھی ہوتی ہے، وہ پڑھتا ہے اور اسے استغفار پر ختم کرتا ہے تو یہ دین پر ثابت قدمی بلکہ ایمان میں اضافے اور اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے اسباب میں سے عظیم سبب ہے۔

⑨ سچی محبت کرنے والوں کی مجالس میں بیٹھنا اور ان کی بہترین باتوں سے مستفید ہونا جیسے پھلوں میں سب سے بہتر اور اچھے پھل کو چنا جاتا ہے۔ صالحین کی مجالس میں بیٹھنے سے مسلمان پر بڑا اثر ہوتا ہے اور انسان اپنے نفس اور کردار پر اس کا اثر دیکھتا ہے۔ صالحین کی مجالس جو اللہ عزوجل کے ذکر سے معمور

ہوتی ہیں، ان سے بندے کا ایمان زیادہ ہوتا ہے اور جب ان سے ایمان میں اضافہ ہوا تو یہی اللہ عزوجل کی محبت حاصل کرنے کے اسباب میں سے عظیم سبب ہے۔

(10) ان تمام اسباب سے دور رہنا جو دل اور اللہ عزوجل کے درمیان دوری پیدا کریں۔ ان میں دنیا سے چمٹ جانا بھی شامل ہے کیونکہ دنیا کے کاموں میں لگ جانے سے آخرت سے غفلت اور دل میں سختی آتی ہے، لہٰذا مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہر اس کام یا سبب سے دور رہے جو اسے اللہ عزوجل کی اطاعت سے مشغول کرے۔

اے اللہ! ہمیں بیداری عطا فرما تا کہ ہم باقی عمر کا تدارک کر لیں، ہمیں کثرت سے نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں ان میں سے بنا جن کا روزہ تو نے قبول کر لیا اور انھیں اپنی اطاعت کی سعادت بخشی، تو وہ آگے آنے والی قیامت کے لیے تیار ہو گئے۔

اے اللہ! ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو معاف فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 27

صبر اور اس کی اقسام

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تعریف اور ثنا کے لائق ہے جو غلبے اور کبریائی میں تنہا ہے، درود و سلام ہمارے نبی محمد ﷺ پر جو سید الانبیاء ہیں اور آپ کی آل اور نیک و پرہیزگار اصحاب پر۔ اما بعد:

یقیناً صبر کے بڑے فضائل ہیں جن پر کتاب و سنت کی نصوص دلالت کرتی ہیں۔ ان فضائل میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا اور فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا﴾

''اے ایمان والو! صبر کرو اور ایک دوسرے کو تھامے رکھو۔'' (سورۃ آل عمران: 3، آیت: 200)

اور فرمایا:

﴿وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝﴾

''اور صبر کرو یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (سورۃ الأنفال: 8، آیت: 46)

معیت سے مراد معیت خاصہ ہے جو نصرت و تائید اور اعانت اور توفیق کا تقاضا کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ صبر کرنے والے سے محبت کرتا ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ۝﴾

''اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' (سورۃ آل عمران: 3، آیت: 146)

یہ بھی بیان فرمایا کہ صابرین کے اجر کی کوئی حد نہیں اور نہ کوئی شمار ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝﴾

''یقیناً صبر کرنے والوں کو ہی ان کا پورا پورا اجر بے حساب دیا جائے گا۔'' (سورة الزمر: 39، آیت: 10)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ»

''کسی کو بھی صبر سے زیادہ بہتر اور اس سے زیادہ بے پایاں خیر نہیں ملی۔'' (صحيح البخاري، حديث: 1469، صحيح مسلم، حديث: 1053 ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ سب سے بڑی عطا جو بندے کو دی جاتی ہے، وہ صبر ہے۔ صبر نعمتوں میں سے عظیم نعمت ہے اور بڑا عطیہ ہے جو مسلمان کو عطا ہوتا ہے۔ انسان اس زندگی میں ضرور مشکلات، پریشانیوں اور مصائب سے دوچار ہوتا ہے تو اس کے لیے صبر ضروری ہے۔ صبر کے بغیر اس کی زندگی مصیبتوں، کمزوریوں اور مایوسیوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

نبی کریم محمد ﷺ نے فرمایا:

«وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ»

''اور صبر روشنی ہے۔'' (صحيح مسلم، حديث: 223 ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

صبر روشنی ہے جس سے مسلمان کو نور ملتا ہے اور مسلمان کے لیے ایک منہج اور مدرسہ ہے۔ صبر کے بغیر انسان مطمئن اور سعادت والی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔

صبر کے بہت زیادہ فضائل اور اس کا اجر عظیم ہے، اس لیے بعض سلف کا قول ہے: ''اخلاق میں سے ہم صبر جیسا کوئی ایسا خلق نہیں جانتے جس کی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تعریف کی ہو اور اس کو اپنانے پر ابھارا ہو۔'' لہٰذا صبر ایسے اخلاق کریمہ میں سے ہے جسے اپنانے کی مسلمان کو پوری کوشش کرنی چاہیے۔

اہل علم نے صبر کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے:

اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کرنا، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے صبر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی تکلیف دہ تقدیر پر صبر کرنا۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کرنا، اس کا معنی یہ ہے: مسلمان اپنے نفس کو صبر پر لگائے اور اسے اطاعت کرنے پر آمادہ کرے، مثال کے طور پر نماز فجر کے لیے اٹھنا، اور اس عبادت کو مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا بہت سارے لوگوں کے لیے مشکل کام ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝﴾

''یہ نماز بھاری ہے مگر ڈر رکھنے والوں پر۔'' (سورة البقرة:2، آیت:45)

اس عبادت کو کرنے کے لیے مسلمان کو ضرورت ہوگی کہ وہ اپنے نفس پر زور دے کر بستر سے اٹھے، نیند سے بیدار ہوکر مسجد جائے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھے اور اسی طرح اطاعت والے سارے کام ہیں۔

گناہوں سے صبر: بہت سے گناہ نفس کی خواہشات کے مطابق ہوتے ہیں اور انسان کو ان میں لذت ملتی ہے تو اس بات کی ضرورت ہے کہ انسان اپنے نفس کو گناہ سے روک کر رکھے، جیسے حرام نظر یا غیبت، تو یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی نظر کو حرام سے اور زبان اور دوسرے سارے اعضاء کو گناہوں سے روکے۔

اللہ تعالیٰ کی تکلیف دہ تقدیر پر صبر کرنا: اللہ تعالیٰ کی حکمت میں سے ہے کہ وہ اپنے بندوں کو خوف، بھوک، مالوں، جانوں اور پھلوں میں کمی کر کے آزماتا اور ان کا امتحان لیتا ہے، اللہ سبحانہ فرماتا ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝﴾

''اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال و جان اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے۔ جنہیں جب کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔'' (سورة البقرة:2، آیات:155-157)

مصیبت کے وقت صبر کرنے کا معنی یہ ہے: انسان اپنے نفس کو واویلا کرنے سے اور اپنی زبان کو شکایت اور حرام اقوال اور اپنے اعضاء کو حرام افعال سے روکے، جیسے رخساروں کو پیٹنا اور گریبان کو چاک کرنا وغیرہ۔

انسان کی مصیبت کے وقت کئی حالتیں ہوتی ہیں:

پہلی حالت: (جزع) یعنی جب اسے مصیبت آتی ہے تو وہ واویلا کرتا ہے اور اس سے محرم اقوال صادر ہوتے

ہیں جیسے قضا اور قدر پر اعتراض کرنا، مثلاً یہ کہنا: اے رب! میں نے کیا قصور کیا جو مجھے یہ مصیبت پہنچی، یا یوں کہتا ہے کہ سارے لوگوں کو چھوڑ کر یہ مصیبت مجھے ہی کیوں پہنچی ہے اور اس طرح کی دیگر باتیں کرنا، یا اس سے حرام افعال صادر ہوتے ہیں جیسے رخسار پیٹنا اور گریبان چاک کرنا وغیرہ۔ یہ جزع قول یا فعل سے حرام ہے اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے، جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ»

”وہ ہم میں سے نہیں جو اپنے رخسار پیٹے، گریبان پھاڑے اور عہد جاہلیت جیسی باتیں کرے۔“ (صحيح البخاري، حديث: 1294، صحيح مسلم، حديث: 103 عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

دوسری حالت: صبر کرنا، اپنے نفس کو حرام اقوال اور افعال سے روکنا، لہٰذا وہ اپنے نفس کو حرام کلام اور حرام فعل کے صادر ہونے سے روکتا ہے۔ یہ حالت رکھنے کا حکم واجب کا ہے۔ مسلمان پر فرض ہے کہ وہ مصیبت کے وقت صبر کرے اور دل سے راضی ہونا ضروری نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ انسان صبر تو کرے لیکن وہ اندر سے راضی نہ ہو۔

تیسری حالت: راضی رہنا، یعنی مصیبت پر راضی رہنا۔ راضی ہونے کی توفیق اسے ملتی ہے جس کا ایمان مضبوط ہو۔ راجح قول کے مطابق یہ حالت مستحب ہے کیونکہ لوگوں کی اکثریت اس حالت کو نہیں پہنچ سکتی۔

چوتھی حالت: شکر کرنا، جب مصیبت واقع ہوتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کرتا ہے کیونکہ وہ اس دنیا کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور جانتا ہے کہ اگر اس نے اس مصیبت پر صبر کیا اور حمد و شکر کیا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کا بدلہ نوازشوں، رحمت و ہدایت، اجر اور گناہوں کے کفارے کے ساتھ دے گا۔ وہ راضی رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کرتا ہے۔ جب رضا کا مرتبہ مستحب کا ہے تو پھر شکر کا مرتبہ تو بدرجہ اولی مستحب ہوگا۔

صبر کے پہلوں میں سے ایک اور پہلو بھی ہے اور وہ ہے لوگوں سے معاملہ کرتے وقت صبر سے کام لینا کیونکہ انسان جب لوگوں سے معاملہ کرتا ہے تو اس کا ایسے طبقے سے واسطہ پڑتا ہے جو احترام نہیں کرتا۔ دوسروں کو تکلیف دینا اور ان پر رعب جمانا پسند کرتا ہے۔ یہ جاہلوں کا طبقہ ہے۔ ان کی تکلیف پر صبر کرنا چاہیے، ان کا بدلہ برائی سے نہیں دینا چاہیے اور ان کی جہالت سے اعراض کرنا چاہیے۔

لہٰذا مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اپنے آپ کو معاشرے کے اس قسم کے لوگوں سے صبر کا عادی بنائے اور جو تکلیف اسے گھر کے اندر بیوی یا اولاد یا ماں یا بھائی سے یا کسی قریبی رشتہ دار سے پہنچے تو اس پر

بھی صبر کرے اور جاہل سے اعراض کرے۔ اگر ممکن ہو تو برائی کا بدلہ بھلائی سے دے۔ یہ سب سے کامل اور افضل بات ہے۔

اے اللہ! ہمیں ان صبر کرنے والوں میں سے بنا جن سے تو محبت کرتا ہے۔ہمیں اپنی رضا والے اعمال کی توفیق عطا فرما اور اپنی نافرمانی سے دور فرما۔ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو معاف فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل و اصحاب پر۔

درس 28

زکاۃ الفطر (صدقہ فطر) کے احکام

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو جلال و بقا اور عظمت و کبریائی میں یکتا ہے اور درود وسلام ہو اس کے رسول محمد ﷺ پر جو سب انبیاء میں بلند شان والے ہیں اور آپ کی آل اور مکرم وممتاز اصحاب پر۔ امابعد:

تمھارا مہینہ اختتام کی طرف بڑھ رہا ہے اور بہت تھوڑا اس میں سے باقی رہ گیا ہے۔ اس مہینے کے باقی دنوں میں خوب عبادت کی کوشش کرو اور جس کام میں اللہ جل جلالہ کا تقرب ہو، اس کا اہتمام کرو۔

پیارے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کے آخر میں رحمت اور احسان فرماتے ہوئے ایسی عبادات مشروع فرمائی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک زکاۃ الفطر ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے چھوٹے بڑے، مرد وعورت، آزاد اور غلام سب مسلمانوں پر فرض فرمایا۔

اس کے مشروع ہونے کی حکمت یہ ہے کہ اس میں فقراء و مساکین پر احسان ہے تاکہ وہ مالداروں کے ساتھ عید کی خوشی میں شریک ہوں تاکہ عید کا دن سب کے لیے خوشی اور مسرت کا باعث بنے۔

اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ روزے دار کے نقص اور خلل کو پورا کرے کیونکہ روزے دار کے روزے کو اس مہینے میں کوئی نقص اور خلل لاحق ہو ہی جاتا ہے اور ہر گناہ جو روزے دار سے ہوتا ہے تو اس سے روزے کا اجر کم ہو جاتا ہے۔ اس نقص وخلل کو دور کرنے کے لیے زکاۃ الفطر مشروع کی گئی ہے۔

اسی طرح اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ہے کہ اس نے روزے دار کو اس مہینے تک پہنچایا اور اسے نیک اعمال کرنے کی توفیق دی۔

زکاۃ الفطر کو رسول اللہ ﷺ نے خوراک کی صورت میں فرض کیا، جیسے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا:

«فَرَضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ»

"رسول اللہ ﷺ نے زکاۃ الفطر (صدقہ فطر) ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو فرض قرار دی تھی۔ غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے تمام مسلمانوں پر۔" (صحيح بخاري، حديث: 1503، صحیح مسلم، حدیث: 984)

خوراک صحابہ کے زمانے میں کھجور، گندم، جَو، کشمش اور پنیر تھی۔ کھانے کی یہی پانچ قسمیں نبی کریم ﷺ کے زمانے میں رائج تھیں۔

اہل علم فرماتے ہیں: زکاۃ الفطر نکالنے میں واجب یہ ہے کہ کھانے میں سے وہ کھانا نکالے جو شہر کے لوگوں کی اکثریت کھانے میں استعمال کرتی ہے، لہٰذا ہمارے اس دور میں چاول نکالنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کا شمار کھانے میں ہوتا ہے۔ اس کو لوگ کھانے میں کھاتے ہیں، اور یہ طیب کھانا ہے۔

نقدی دینے سے فطرانہ ادا نہیں ہوگا۔ جمہور فقہاء کے قول کے مطابق کھانے کی صورت میں نکالنا واجب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے کھانے کی صورت میں نکالنے کا حکم دیا، حالانکہ آپ ﷺ کے زمانے میں نقدی (درہم و دینار) موجود تھی، اس لیے کہ یہ فریضہ نمایاں ہو اور مال وغیرہ کی زکاۃ سے الگ ہوجائے۔ کھانے کی صورت میں نکالنے کو چھوٹے بڑے اور سب لوگ دیکھیں گے جس سے یہ معاشرے میں ایک ظاہری فریضے کی حیثیت اختیار کر جائے گا اور اگر اس کو نقدی کی صورت میں نکالا جائے تو اس میں اور مال کی زکاۃ میں کوئی فرق نظر نہیں آئے گا۔

اس کی مقدار صاعِ نبوی کے مطابق ایک صاع ہے، جو تقریباً سوا دو کلو گرام چاول کی مقدار کے مساوی ہے جب چاول سے نکالی جائے۔ اگر مسلمان مقدار میں اختلاف سے نکلنے کے لیے احتیاطا تین کلوگرام نکال لے تو یہ احتیاط کرنا زیادہ بہتر ہے اور جو واجب سے زیادہ ہو، اس کے صدقے کی نیت کر لے۔

زکاۃ الفطر نکالنے کا فرض وقت: عید کی رات سورج کے غروب ہونے سے یہ فرض ہو جاتی ہے چنانچہ اگر سورج غروب ہونے سے پہلے کوئی انسان فوت ہو جائے تو اس کی طرف سے زکاۃ الفطر نکالنی واجب نہیں ہوگی اور اگر عید کی رات سورج غروب ہونے کے بعد فوت ہوا اگرچہ ایک منٹ بعد ہی کیوں نہ ہو تو اس کی طرف

سے زکاۃ الفطر نکالنی واجب ہوگی۔

اسی طرح اگر ایک شخص نے شادی کی اور عید کی رات سورج غروب ہونے سے پہلے خلوت ہوگئی تو اس پر اپنی بیوی کی طرف سے زکاۃ الفطر نکالنا ضروری ہوگا اور اگر عید کی رات سورج غروب ہونے کے بعد خلوت ہوئی تو پھر اس پر اپنی بیوی کی کی طرف سے زکاۃ الفطر نکالنا ضروری نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی انسان کے گھر بچہ پیدا ہوا تو عید کی رات سورج غروب ہونے سے پہلے تو اس کی طرف سے زکاۃ الفطر نکالنی واجب ہوگی اور اگر عید کی رات سورج غروب ہونے کے بعد پیدا ہوا تو زکاۃ الفطر نکالنی واجب نہیں ہوگی، تاہم علماء مستحب سمجھتے ہیں کہ جو بچہ پیٹ میں ہے، اس کی طرف سے زکاۃ الفطر نکالی جائے اگر اس کی عمر چار مہینے یا اس سے زیادہ ہو۔

جہاں تک تعلق ہے اس کے جائز وقت کا تو عید سے ایک دن یا دو دن پہلے زکاۃ الفطر نکالنی جائز ہے۔ اس بنا پر زکاۃ الفطر نکالنے کا اول وقت اٹھائیس (28) رمضان کی رات سورج غروب ہونے کے بعد ہے۔

زکاۃ الفطر نکالنے کا وقت نماز عید تک ہوتا ہے۔ افضل یہ ہے کہ زکاۃ الفطر عید کے دن نماز سے پہلے نکالی جائے، مگر عید کی نماز کے بعد نکالنا جائز نہیں کیونکہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

«فَمَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ»

”چنانچہ جس نے اسے نماز (عید) سے پہلے پہلے ادا کر دیا تو یہ ایسی زکاۃ ہے جو قبول کر لی گئی اور جس نے اسے نماز کے بعد ادا کیا تو یہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔“ (سنن أبي داود، حديث: 1610، سنن ابن ماجه، حديث: 1827، الحاكم، حديث: 1488 اور فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے بخاری کی شرط پر ہے، لیکن بخاری ومسلم نے اس کو روایت نہیں کیا اور ذہبی نے الحاکم سے اتفاق کیا ہے (یعنی اس حدیث کی تصحیح میں۔)

اس کے مستحق وہی فقراء اور مساکین ہیں۔ یہ اسے بھی دینا جائز ہے جو اسے قبول کر لے اور وہ ظاہری طور پر مالدار نہ ہو۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ اسے دے دیتے تھے جو بھی ان سے لے لیتا تھا۔

کئی لوگوں کا فطرانہ ایک مسکین کو دینا جائز ہے اور ایک آدمی کا فطرانہ کئی مسکینوں کو دینا جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکالنے کی مقدار ایک صاع مقرر کی ہے اور مسکینوں کی تعداد مقرر نہیں کی۔

مسلمان کو دلی خوشی کے ساتھ اسے نکالنا چاہیے اور سب سے بہتر کھانا اختیار کرے اور دینے کے بعد احسان جتلائے، نہ تکلیف دے۔ یہ سال میں ایک صاع ہی تو ہے، اس کے نکالتے ہوئے سنت کی تطبیق بجا آوری پر توجہ مرکوز رہنی چاہیے۔

اے اللہ! رمضان کے مہینے کا اپنی رضا کے ساتھ اختتام فرما، اس میں اپنے عذاب اور جہنم سے پناہ دے اور ہم پر اپنے فضل و رحمت اور احسان کی بارش فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 29

توبہ کی فضیلت

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو عظیم حلم والا ہےاو اس نے پردہ پوشی فرمائی اور اس نے اپنے ہاتھ کثرت عطا کے ساتھ پھیلا رکھے ہیں۔ درود وسلام ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر جو انسانوں میں سب سے افضل ہیں اور آپ کی آل اور اصحاب کرام پر۔ اما بعد:

انسانوں میں کامل ہونا ناممکن ہے کیونکہ وہ فرشتوں کی طرح تو نہیں ہیں جس کا وصف ہی یہ ہے:

﴿لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾

’’جو حکم اللہ تعالیٰ انہیں دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجا لاتے ہیں۔‘‘ (سورۃ التحریم: 66، آیت: 6)

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں بھی فرشتوں کی طرح بنا دیتا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی صفت پر پیدا کیا ہے کہ ان سے خطا اور تقصیر سرزد ہوتی ہے اور وہ اپنے رب غفور و رحیم سے معافی طلب کرتے ہیں تو وہ انہیں معاف کر دیتا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا لَذَهَبَ اللهُ بِكُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُونَ فَيَسْتَغْفِرُونَ اللهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ»

’’اگر تم (لوگ) گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تم کو (اس دنیا سے) لے جائے اور (تمہارے بدلے میں) ایسی قوم کو لے آئے جو گناہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگیں تو وہ ان کی مغفرت فرمائے۔‘‘ (صحیح مسلم، حدیث: 2749 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی جنت اور مغفرت کی طرف دعوت دیتا ہے:

﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ﴾

''اور اللہ جنت کی طرف اور اپنی بخشش کی طرف اپنے حکم سے بلاتا ہے۔'' (سورة البقرة: 2، آيت: 221)

﴿يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾

''وہ تمہیں اس لیے بلا رہا ہے کہ تمہارے تمام گناہ معاف فرما دے اور ایک مقرر وقت تک تمہیں مہلت عطا فرمائے۔'' (سورة إبراهيم: 14، آيت: 10)

اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے:

«يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ»

''میرے بندو! تم دن رات گناہ کرتے ہو اور میں ہی سب کے سب گناہ معاف کرتا ہوں، سو مجھ سے مغفرت مانگو، میں تمہارے گناہ معاف کروں گا۔'' (صحيح مسلم، حديث: 2577 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

اللہ تعالیٰ ہر رات جب آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو وہ اپنے بندوں کو آواز دیتا ہے:

«مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ»

''کوئی مجھ سے دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اسے دوں، کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں۔'' (صحيح البخاري، حديث: 7494 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

اس کے لیے خوش بختی ہے جس نے پہچان لیا کہ اس کا رب رحیم وغفور اور کریم ہے، توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گنہگار جب اخلاص اور صدق سے اس سے معافی مانگتے ہیں تو وہ انہیں معاف کر دیتا ہے۔ اللہ عزوجل نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۝﴾

''بے شک اللہ ان سے محبت کرتا ہے جو بہت توبہ کرنے والے ہیں اور ان سے محبت کرتا ہے جو بہت

پاک رہنے والے ہیں۔'' (سورة البقرة: 2، آیت: 222)

اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے یہ پسند کرتا ہے کہ جب بھی اس سے کوئی گناہ سرزد ہو تو وہ توبہ کرے۔ صحیحین میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْبًا، فَقَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، فَقَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْبًا، فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ، ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْبًا، فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ، ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْبًا، فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ، قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِي، فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ»

''ایک بندے نے گناہ کیا، اس نے کہا: اے اللہ! میرا گناہ بخش دے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے گناہ کیا ہے، اس کو پتہ ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے، اس بندے نے پھر گناہ کیا تو کہا: میرے رب! میرا گناہ بخش دے، تو (اللہ) تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے گناہ کیا ہے تو اسے معلوم ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور (چاہے تو) گناہ پر پکڑ لیتا ہے، اس بندے نے پھر گناہ کیا اور کہا: میرے رب! میرے لیے میرا گناہ بخش دے، تو (اللہ) تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے گناہ کیا تو اسے معلوم ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور (چاہے تو) گناہ پر پکڑ لیتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا ہے، اب وہ جو چاہے کرے۔'' (صحيح البخاري، حديث: 7507، صحيح مسلم، حديث: 2758 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

لہٰذا جب بندہ گناہ کرنے کے بعد توبہ کی شروط کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے لیکن اگر نفس کی کمزوری کی وجہ سے دوسری بار پھر گناہ ہو جاتا ہے، پھر سچی توبہ کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اس طرح اگرچہ کتنی بار بھی گناہ سرزد ہو جائے اور توبہ بھی اپنی پوری

شروط کے ساتھ بار بار ہوتو اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول فرماتا ہے۔ افضل یہ ہے کہ جب بندے سے گناہ ہوجائے تو وہ وضو کرے، پھر دو رکعت نماز پڑھے، پھر استغفار کرے اور توبہ کرے، آپ ﷺ کے اس فرمان کے مطابق:

«مَا مِنْ عَبْدٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا فَيُحْسِنُ الطُّهُورَ ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللهَ إِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ»

''کوئی بندہ ایسا نہیں جو کوئی گناہ کر بیٹھے، پھر اچھی طرح وضو کرے، پھر کھڑا ہو اور دو رکعتیں پڑھے اور اللہ سے استغفار کرے مگر اللہ اسے معاف کر دیتا ہے۔'' (سنن أبي داود، حديث: 1521، جامع الترمذي، حديث: 406، اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے تذكرة الحفاظ میں کہا: 14/1: ''اس کی سند حسن ہے۔'')

توبہ کی قبولیت کی تین شرطیں ہیں:

① گناہ چھوڑ دینا، اس کی توبہ صحیح نہیں جو گناہ پر ڈٹا ہوا ہے۔

② جو گناہ کیا ہو اس پر نادم وشرمندہ ہونا، حدیث میں آیا ہے: «النَّدَمُ تَوْبَةٌ» ''ندامت ہی توبہ ہے۔''

(مسند أحمد، حديث: 3568، سنن ابن ماجه، حديث: 4252 ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے، اور اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں اسے صحیح کہا ہے حديث: 612، اور ابن حجر نے فتح الباري میں اسے حسن قرار دیا ہے، حديث: 471/13)

پھر یہ بھی کہ ندامت سچی توبہ کی دلیل ہے۔

③ پختہ ارادہ کرنا کہ دوبارہ گناہ کی طرف نہیں لوٹے گا۔ اگر توبہ اس حال میں کر رہا ہے کہ دل میں گناہ کی طرف لوٹنے کا ارادہ ہے تو اس کی توبہ صحیح نہیں ہوگی کیونکہ وہ توبہ کرنے میں سچا نہیں ہے۔

اگر گناہ کا تعلق کسی شخص سے ہو تو چوتھی شرط کا اضافہ ہوگا اور وہ یہ کہ اگر ممکن ہو تو حقدار کو اس کا حق لوٹائے یا اس سے معافی مانگ لے۔

بندہ جب توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس خوشی کو یوں بیان فرمایا:

«لَلّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِأَرْضِ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَأَيِسَ مِنْهَا فَأَتَى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا قَدْ أَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَبَيْنَا هُوَ كَذَلِكَ إِذَا هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهُ

فَأَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ اللَّهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ»

''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر، جب وہ (بندہ) اس کی طرف توبہ کرتا ہے، تم میں سے کسی ایسے شخص کی نسبت کہیں زیادہ خوش ہوتا ہے جو ویران اور بیابان علاقے میں اپنی سواری پر (سفر کر رہا) تھا تو وہ اس کے ہاتھ سے نکل (کر گم ہو) گئی، اس کا کھانا اور پانی اسی (سواری) پر ہے۔ وہ اس (کے ملنے) سے مایوس ہو گیا تو ایک درخت کے پاس آیا اور اس کے سائے میں لیٹ گیا۔ وہ اپنی سواری (ملنے) سے ناامید ہو چکا تھا، وہ اسی عالم میں ہے کہ اچانک وہ (اونٹنی) اس کے پاس آ کھڑی ہوئی، اس نے اس کو نکیل کی رسی سے پکڑ لیا، پھر بے پناہ خوشی کی شدت میں کہہ بیٹھا: اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ خوشی کی شدت کی وجہ سے غلطی کر گیا۔'' (صحیح مسلم، حدیث: 2747 انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کونسی خوشی اس بندے کی خوشی کے برابر ہوسکتی ہے؟ اور اگر کائنات میں اس خوشی سے بڑی کوئی خوشی ہوتی تو نبی کریم ﷺ اس کی مثال بیان فرماتے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کو بندے کی توبہ پر اس آدمی کی سواری ملنے پر خوشی سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔'' (طریق الهجرتین اور باب السعادتین، ص: 234)

یہ کرم الٰہی اس رب کریم کی طرف سے ہے جو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے بندے کی توبہ پر اتنی بڑی خوشی اس کی اپنے بندوں پر عظیم رحمت، درگزر کرنے کی محبت، اس کے عظیم فضل وجود و کرم اور احسان کی بہت بڑی دلیل ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے غنی ہے لیکن اس کے اپنے بندے پر عظیم احسان اور معاف کرنے کی محبت کی وجہ سے وہ بندے کی توبہ سے اتنا زیادہ خوش ہوتا ہے جس طرح نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا۔

اے ہمارے رب! ہمیں معاف فرما دے اور ہماری توبہ قبول فرما، یقیناً تو توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ اے اللہ! ہمارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما جو ہم نے چھپا کر کیے اور جو ظاہر کیے، اور جو تو ہم سے زیادہ جانتا ہے۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 30

رمضان کا اختتام اور الوداع

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے اس دنیا کے رہنے والوں کے لیے فنا کا فیصلہ کیا ہے اور وہ تنہا باقی رہنے والا ہے، اس کے ملک کو نہ زوال آتا ہے اور نہ اِدبار ہی۔ درود وسلام ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل اور نیکوکار اصحاب پر۔ اما بعد:

ہم کل قریب ہی اس مبارک مہینے کا استقبال کر رہے تھے اور اب اسے ہم الوداع کر رہے ہیں، رات اور دن کتنی جلدی سے گزر رہے ہیں اور اسی طرح عمر گزرتی ہے اور ختم ہوتی ہے۔ سعادت مند وہ ہے جو اپنے وقت کو آخرت میں نفع دینے اور اپنے رب عزوجل کا تقرب حاصل کرنے والے اعمال کے لیے غنیمت جانتا ہے کیونکہ حقیقی زندگی تو آخرت کا گھر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۝﴾

”اس دن انسان کو سمجھ آئے گی مگر آج اس کے سمجھنے کا فائدہ کہاں۔ وہ کہے گا: کاش! میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔“ (سورۃ الفجر: 89، آیات: 23-24)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾

”البتہ آخرت کے گھر کی زندگی حقیقی زندگی ہے، کاش! یہ جانتے ہوتے۔“ (سورۃ العنکبوت: 29، آیت: 64)

یہ مہینہ اپنے اختتام کے قریب پہنچ گیا ہے اور جو اعمال ہم نے اس میں کیے ہیں، وہ ہمارے لیے یا ہمارے خلاف گواہ ہیں۔ جس نے نیک اعمال جمع کیے، وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اسے اچھے بدلے

کی بشارت ہو۔

یقیناً اللہ تعالیٰ نیک عمل کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا اور جس نے برے عمل جمع کیے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرے اور سچی توبہ کرے کیونکہ جو توبہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

مسلمان کے لیے ان اعمال پر قائم رہنا ضروری ہے جو وہ رمضان کے مہینے میں کر رہا تھا، کچھ لوگ رمضان کے مہینے میں بہت زیادہ عبادت میں محنت کرتے ہیں اور جب رمضان کا مہینہ گزر جاتا ہے تو وہ محنت چھوڑ دیتے ہیں اور اسی سستی کی طرف لوٹ جاتے ہیں جس پر وہ رمضان سے پہلے تھے۔

سلف میں کسی سے سوال ہوا کہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کو صرف رمضان ہی میں پہچانتے ہیں، تو انہوں نے کہا: ''یہ بہت برے لوگ ہیں جو صرف رمضان ہی میں اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہیں'' حالانکہ جو رمضان کا رب ہے، وہی شوال کا اور دوسرے مہینوں کا رب ہے۔ اگرچہ رمضان کا مہینہ گزر گیا ہے لیکن موت سے پہلے مومن کے عمل کی کوئی انتہا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝﴾

''اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔'' (سورۃ الحجر: 15، آیت: 99)

اگر رمضان کے روزے گزر گئے ہیں تو سال بھر میں نفلی روزے کھلے ہیں، سوائے عید کے دو دن اور ایام تشریق کے۔ ان نفلی روزوں میں سے شوال کے چھ روزے ہیں، سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ، كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ»

''جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ (پورا سال) مسلسل روزے رکھنے کی طرح ہے۔'' (صحیح مسلم، حدیث: 1164)

ان میں سے ہر مہینے تین دن روزے رکھنا بھی ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«أَوْصَانِي خَلِيلِي بِثَلَاثٍ»

''مجھے میرے جگری دوست (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین چیزوں کی وصیت کی۔''

اس میں سے ایک یہ ذکر کی:

«صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ»

''ہر مہینہ میں سے تین دن کے روزے۔''[1] (صحيح البخاري، حديث: 1178 ، صحيح مسلم، حديث: 721)

اسی میں سے سوموار کا روزہ بھی ہے، اس کے بارے آپ ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

«ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ، وَيَوْمٌ بُعِثْتُ - أَوْ أُنْزِلَ عَلَيَّ»

''یہ دن ہے جب میں پیدا ہوا اور جس دن مجھے (رسول بنا کر) بھیجا گیا یا مجھ پر (قرآن) نازل کیا گیا۔'' (صحیح مسلم، حدیث: 1162 ابو قتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

یوم عرفہ (9 ذوالحجہ) کے روزے کے بارے آپ ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

«يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ»

''یہ گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔'' (سابق حوالہ)

عاشورہ (10 محرم) کے روزے کے متعلق آپ ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

«يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ»

''وہ گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔''

آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سے روزے رمضان کے مہینے کے بعد افضل ہیں تو آپ نے فرمایا:

«أَفْضَلُ الصِّيَامِ، بَعْدَ رَمَضَانَ، شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ»

''رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے ''محرم'' کے ہیں۔'' (صحیح مسلم، حدیث: 1163 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

---

[1] مکمل حدیث «أَوْصَانِي خَلِيلِي بِثَلَاثٍ لَا أَدَعُهُنَّ حَتَّى أَمُوتَ: صَوْمِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَصَلَاةِ الضُّحَى، وَنَوْمٍ عَلَى وِتْرٍ» ''مجھے میرے جگری دوست (نبی کریم ﷺ) نے تین چیزوں کی وصیت کی: ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھنے، چاشت کی دو رکعت نماز پڑھنے اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی۔'' (از مترجم)

اگرچہ رمضان کا قیام گزر گیا ہے لیکن سارا سال راتوں کا قیام مسنون ہے۔ صحیحین میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ يَقُولُ مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ»

''ہمارا پروردگار بلند با برکت ہے، ہر رات کو اس وقت آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے، وہ کہتا ہے: کوئی مجھ سے دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اسے دوں، کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں۔'' (صحيح البخاري، حديث: 1145، صحيح مسلم، حديث: 758)

جو رکعتیں فرائض کے تابع ہیں، وہ بارہ ہیں: چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں اس کے بعد، دو رکعتیں مغرب کے بعد، دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعتیں فجر سے پہلے ہیں۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

«مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّي لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيضَةٍ إِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ»

''کوئی ایسا مسلمان بندہ نہیں جو ہر روز اللہ کے لیے فرائض کے علاوہ بارہ رکعات سنتیں ادا کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے۔'' (صحيح مسلم، حديث: 728)

اسی طرح باقی اعمال صالحہ جن کا ایک مسلمان رمضان میں عادی ہوتا ہے، انہیں رمضان کے بعد بھی اسے جاری رکھنا چاہیے۔

مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ رمضان کے اختتام پر اللہ تعالیٰ سے قبولیت کا سوال کرتا رہے کیونکہ اس امت کے سلف صالحین بڑے اعمال صالحہ کرتے تھے اور ڈرتے تھے کہ کہیں ان سے یہ قبول نہ ہوں۔

سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رمضان کے مہینے کی آخری رات میں فرماتے:

”کاش ہمیں معلوم ہو جائے کہ کس کے اعمال قبول ہوئے ہیں، ہم اسے مبارک دیں اور کون ہے جو محروم ہے، اس سے تعزیت کریں۔“ (لطائف المعارف، ص: 210)

روزے دار کو اس مہینے کے اختتام پر توبہ اور استغفار کی کثرت کرنی چاہیے۔ ان دونوں اعمال پر اعمال صالحہ کا اختتام ہوتا ہے۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے شہر کے لوگوں کو حکم جاری کیا کہ رمضان کے مہینے کا اختتام استغفار اور صدقہ فطر سے کیا جائے۔ (لطائف المعارف، ص: 214)

مطلق تکبیرات (ہر وقت کہی جانی والی تکبیرات) کا وقت عید کی رات سورج غروب ہونے سے لے کر عید کی نماز تک ہے۔ یہ تکبیرات عید الاضحیٰ کی رات اور ذوالحجہ کے دس دنوں کی تکبیرات سے زیادہ مؤکد ہیں کیونکہ ان تکبیرات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝﴾

”اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائی بیان کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔“ (سورة البقرة: 2، آیت: 185)

اس اسلامی شعیرے کے اظہار کے لیے مناسب اوقات میں سے ایک وقت اذان اور اقامت کا درمیانہ وقت ہے۔

مسلمان کو عید کی نماز پڑھنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ یہ فرض کفایہ ہے۔ اس میں زینت اختیار کرے اور سب سے بہتر لباس پہنے۔

نبی ﷺ دونوں عیدوں کے دن زینت اختیار کرتے اور سب سے بہتر لباس پہننے کا اہتمام فرماتے۔

سنت یہ ہے کہ مسلمان عیدگاہ جانے سے پہلے طاق عدد میں کھجوریں کھائے اور جب عید گاہ کے لیے جائے تو ایک راستے سے جائے اور دوسرے راستے سے واپس آئے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ (صحيح البخاري، حديث: 986)

اے اللہ! رمضان کے مہینے کو ہمارے لیے اپنی رضا پر اختتام فرما۔ ہم پر اپنا فضل اور احسان فرما۔ ہم پر رمضان کو بہت برسوں تک لوٹاتے رہنا اس حال میں کہ ہم آپ کی اطاعت پر قائم ہوں۔ ہمیں ان میں سے

بنانا جنہوں نے رمضان کے روزے اور قیام ایمان کے ساتھ اور ثواب کے لیے کیا تو تونے ان کے گناہ معاف کر دیے۔ ہمیں ان میں سے بنا جن کو تو نے آگ سے آزاد فرمایا اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس کی نعمت سے تمام نیک کام پایۂ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 31

توحید کی اہمیت اور عقیدہ کی پاکیزگی

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو عطا اور احسان اور جود وسخا والا ہے اور صلاۃ وسلام اس کے رسول محمد ﷺ پر جو صاحبِ مقامِ محمود اور حوض کوثر والے ہیں، آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر بہت زیادہ سلامتی ہو۔

یقیناً سب سے بڑا واجب اور سب سے اہم ترین عمل خالص ایک اللہ کی عبادت کرنا ہے۔ توحید کو ثابت کرنے لیے اللہ عزوجل نے رسول بھیجے اور کتابیں نازل فرمائیں۔ یہ توحید بندوں پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝﴾

”میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔“ (سورۃ الذاریات: 51، آیت: 56)

اور فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ۝﴾

”آپ سے پہلے جو رسول بھی ہم نے بھیجا، اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔“ (سورۃ الأنبیآء: 21، آیت: 25)

یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ رسولوں کو بھیجنے کی حکمت توحید کا اثبات اور اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرنا ہے۔ یہی دین انبیاء کا اصل دین ہے اگرچہ ان کی شریعتیں مختلف تھیں۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

بَيْنَمَا أَنَا رَدِيفُ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «يَا مُعَاذُ!» قُلْتُ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، ثُمَّ قَالَ

مِثْلَهُ ثَلَاثًا: «هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللهِ عَلَى الْعِبَادِ؟ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا» ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، فَقَالَ: «يَا مُعَاذُ!» قُلْتُ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: «هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللهِ إِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ؟ أَلَّا يُعَذِّبَهُمْ»

''میں رسول اللہ ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے سوار تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے معاذ!'' میں نے کہا: لَبَّيْكَ وَ سَعْدَيْكَ. (حاضر ہوں اور آپ کی اطاعت کے لیے تیار ہوں۔) پھر آپ ﷺ نے تین مرتبہ مجھے اسی طرح مخاطب کیا اور اس کے بعد فرمایا: ''تمہیں معلوم ہے کہ بندوں پر اللہ کا کیا حق ہے؟ (پھر خود ہی جواب دیا:) یہ کہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔'' پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلتے رہے اور فرمایا: ''اے معاذ!'' میں نے عرض کی: لَبَّيْكَ وَ سَعْدَيْكَ. فرمایا: ''تمہیں معلوم ہے کہ جب وہ یہ کرلیں تو اللہ پر بندوں کا کیا حق ہے؟ (پھر خود ہی جواب دیا:) یہ کہ انہیں عذاب نہ دے۔'' (صحيح البخاري، حديث: 6267، صحيح مسلم، حديث: 30)

جب ہم پہلی امتوں کے احوال پر غور کرتے ہیں جن کی طرف انبیاء اور رسول مبعوث کیے گئے، تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو خالق، رازق اور اس کائنات کا مدبر مانتے تھے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾

''اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً جواب دیں گے: اللہ نے، پھر یہ کہاں الٹے جاتے ہیں۔'' (سورة الزخرف: 43، آيت: 87)

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

''آپ کہیے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ ''اللہ'' تو ان سے کہیے کہ

پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۔'' (سورۃ یونس: 10، آیت: 31)

لیکن ان امتوں کے ہاں عقیدے کا انحراف تھا تو اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے اور کتابیں نازل فرمائیں تاکہ ان کے عقائد کی درستی ہو اور ان کو شرک سے پاک کیا جائے۔

ان انحرافات میں سے یہ تھا کہ ان امتوں نے بت اور مجسمے بنا رکھے تھے جن کا وہ عبادت کی مختلف قسموں کے ذریعے سے تقرب حاصل کرتے تھے۔ وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ واسطے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی شفاعت کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝﴾

''اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔'' (سورۃ یونس: 10، آیت: 18)

اور فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾

''اور جن لوگوں نے اس کے سوا اولیاء بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کرا دیں۔'' (سورۃ الزمر: 10، آیت: 3)

اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے جنہوں نے بیان کیا کہ یہ واسطے بنانا جائز نہیں اور اللہ اور بندوں کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

ہمارے دور حاضر میں کئی ملکوں میں شرک اکبر کے یہی مظاہر نظر آتے ہیں لیکن ان لوگوں نے عبادات کی مختلف اقسام کے ذریعے سے بتوں کے تقرب کو قبر والوں کا تقرب حاصل کرنے میں بدل دیا ہے۔ کوئی ان

میں سے قبروں کا طواف کرتا ہے اور ان سے مدد اور حاجات پوری کرنے اور مصیبتیں دور کرنے کا سوال کرتا ہے۔ وہ ان قبروں کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ بناتے ہیں اور یہ ہی بڑا شرک ہے۔

کچھ ان میں سے جادوگروں اور شعبدہ بازوں، یا غیب کی خبریں دینے والوں اور نجومیوں کے پاس جاتے ہیں اور غیر اللہ کے لیے ذبح کر کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں اور اسی طرح کی دوسری مخالفتیں کرتے ہیں جو توحید کی بنیاد کے خلاف ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں شرک سے ڈرایا اور بتلایا ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾

"یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کردی ہے، اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے۔" (سورۃ المآئدۃ:5، آیت:72)

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ۝﴾

"یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مقرر کرے، اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔" (سورۃ النسآء4، آیت48)

﴿وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝﴾

"اور جب کہ لقمان نے وعظ کرتے ہوئے اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرے پیارے بچے! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا، بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔" (سورۃ لقمان:31، آیت:13)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«مَنْ لَقِيَ اللهَ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ لَقِيَهُ يُشْرِكُ بِهِ دَخَلَ النَّارَ»

"جو کوئی اس حالت میں اللہ سے ملے کہ وہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا، وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو اللہ سے اس حالت میں ملا کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہراتا تھا، وہ آگ میں

داخل ہوگا۔'' (صحیح مسلم، حدیث:93)

جس کی موت توحید پر ہوئی، اس کا انجام جنت ہوگا، حتی کہ اگر وہ آگ میں داخل ہوا بھی اور اس میں اسے عذاب دیا گیا، اس میں ہمیشہ نہیں رہے گا بلکہ اس سے نکل جائے گا اور اللہ ارحم الراحمین کی رحمت سے جنت میں داخل ہو جائے گا۔

اہل سنت و الجماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ کبیرہ گناہ کے مرتکب، جو اہل توحید میں سے ہوں گے وہ آگ میں ہمیشہ نہیں رہیں گے۔

جس نے توحید کا اثبات کرلیا تو وہ خیر پر اور خیر کی طرف جا رہا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرمایا:

«وَ مَنْ لَقِيَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطِيئَةً لَا يُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَقِيتُهُ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً»

''اور جو مجھ سے پوری زمین کی وسعت بھر گناہوں کے ساتھ ملاقات کرتا ہے (اور) میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتا، میں اتنی ہی مغفرت کے ساتھ اس سے ملاقات کرتا ہوں۔'' (صحیح مسلم، حدیث: 2687 ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

لیکن مصیبت اس کی ہے جو شرک کر رہا ہے کیونکہ اس پر جنت میں داخل ہونا حرام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾

''یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کردی ہے، اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے۔'' (سورۃ المآئدۃ:5، آیت:72)

اے اللہ! ہمیں ظاہری اور مخفی شرک سے محفوظ فرما۔ جس طرح تجھے پسند اور محبوب ہے، ہمیں توحید کے اثبات کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے لیے آسانی فرما اور ہمیں مشکلات سے محفوظ فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 32

احسان کے ثمرات

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جو بڑا کریم جود سخا والا ہے۔ وہ بادشاہ جو خلق و ایجاد میں بے مثال ہے۔ درود و سلام ہو بندوں میں سب سے بہتر محمد ﷺ اور آپ کی آل اور اصحاب پر قیامت تک اور جس نے ان کی ہدایت کو اپنا راستہ بنایا۔ امابعد:

وہ امور جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا اور خبر دی کہ جو ان کو اپنائے گا، وہ اس سے محبت کرتا ہے، ان میں سے ایک وہ احسان ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔'' (سورة النحل: 16، آیت: 90)

اور فرمایا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾

''اور یقیناً اللہ نیکو کاروں سے محبت کرتا ہے۔'' (سورة البقرة: 2، آیت: 195)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾

''اور اللہ نیکو کاروں سے محبت کرتا ہے۔'' (سورة آل عمران: 3، آیت: 134)

قرآنِ عظیم میں پانچ مرتبہ دہرایا گیا ہے۔ یہ احسان کی فضیلت اور دین میں اس کے عظیم مقام کی دلیل ہے اور یہ کہ مسلمان کو اس سے متصف ہونا چاہیے یہاں تک کہ وہ ان احسان کرنے والوں میں شامل ہو جائے

جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ ان سے محبت کرتا ہے۔

احسان اللہ تعالیٰ کی عبادت میں بھی ہوتا ہے اور مخلوق کے ساتھ معاملات میں بھی ہوتا ہے۔ جو احسان عبادت میں ہوتا ہے، اس کا ذکر اس لمبی حدیثِ جبریل علیہ السلام میں آیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے کہا:

«مَا الْإِحْسَانُ ؟» قَالَ: «أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ»

''احسان کیا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''احسان یہ کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو تو پھر یہ سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔'' (صحيح البخاري، حديث: 4777، صحيح مسلم، حديث: 9 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

اللہ تعالیٰ کی عبادت میں احسان کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبے ذکر کیے ہیں:

پہلا مرتبہ: طلب وسوال کا مرتبہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کر جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے۔ بندہ اللہ تعالیٰ کے اس کی نگرانی ونگہبانی کرنے اور اس پر مطلع ہونے کو سامنے رکھے، مثلاً: جب نماز کے لیے کھڑا ہو تو اسے خوب خشوع سے پڑھنے کی کوشش کرے جیسے وہ اللہ عزوجل کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہے۔ رکوع کے دوران وہ اللہ کے لیے جھکنے کو یاد کرے اور سجدہ کے دوران وہ اللہ تعالیٰ کے لیے تعظیم اور خشوع وتذلل کو سامنے رکھے۔

دوسرا مرتبہ: مرتبۂ خوف۔ یہ پہلے مرتبے سے کم ہے، یعنی اگر تم اِس سے عاجز ہو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو تو تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس نظریے سے کرو کہ اللہ تعالیٰ تمھیں دیکھ رہا ہے اور وہ تم پر مطلع ہے۔ نتیجتاً اللہ کی نظر سے تمھیں حیا آئے گی۔

پھر جب تم برائی کا ارادہ کرو گے تو تمھیں یاد آئے گا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں دیکھ رہا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے ڈر سے تم برائی چھوڑ دو گے۔

بعض سلف کا قول ہے:

''اللہ تعالیٰ کو اپنی طرف دیکھنے والوں میں سب سے کم تر نہ سمجھنا۔''

نماز میں خشوع نہ ہونے یا کم ہونے کا بڑا سبب: اس چیز کا نمازی کو یاد نہ ہونا ہے، ورنہ جو نمازی نماز اس خیال سے پڑھے گا کہ گویا وہ اپنے سامنے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور وہ یہ خیال کرے گا کہ وہ ربُّ العالمین کے سامنے مناجات کے عظیم مقام پر ہے تو وہ ضرور اپنی نماز خشوع سے پڑھے گا۔

رہی بات مخلوق کے ساتھ احسان کی تو مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کو جتنی اس کی استطاعت ہے اپنے علم، مال، منصب اور بدن کے ساتھ خرچ کرنے اور عطا کرنے کا عادی بنائے۔ ضرورت مندوں، یتیموں، فقیروں اور بیواؤں عورتوں کے ساتھ احسان کرنے کی زیادہ تاکید ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«السَّاعِي عَلَى الأَرْمَلَةِ وَالمِسْكِينِ، كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَكَالقَائِمِ لَا يَفْتُرُ، وَكَالصَّائِمِ لاَ يُفْطِرُ»

''بیواؤں اور مسکینوں کے لیے کوشش کرنے والا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے اور اس شخص کی مانند ہے جو نماز میں کھڑا رہتا ہے، تھکتا ہی نہیں اور روزے دار جیسا ہے جو مسلسل روزے رکھے چلا جاتا ہے، افطار ہی نہیں کرتا۔'' (صحيح البخاري، حديث: 6007، صحيح مسلم، حديث: 2982 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

یتیموں کی کفالت کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«أَنَا وَكَافِلُ اليَتِيمِ فِي الجَنَّةِ هَكَذَا» وَقَالَ بِإِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالوُسْطَى.

''میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔'' اور آپ ﷺ نے شہادت والی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا۔ (صحيح البخاري، حديث: 6005 سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں:

«جَاءَتْنِي مِسْكِينَةٌ تَحْمِلُ ابْنَتَيْنِ لَهَا فَأَطْعَمْتُهَا ثَلَاثَ تَمَرَاتٍ فَأَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا تَمْرَةً وَرَفَعَتْ إِلَى فِيهَا تَمْرَةً لِتَأْكُلَهَا فَاسْتَطْعَمَتْهَا ابْنَتَاهَا فَشَقَّتْ التَّمْرَةَ الَّتِي كَانَتْ تُرِيدُ أَنْ تَأْكُلَهَا بَيْنَهُمَا فَأَعْجَبَنِي شَأْنُهَا فَذَكَرْتُ الَّذِي صَنَعَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ اللهَ قَدْ أَوْجَبَ لَهَا بِهَا الْجَنَّةَ أَوْ أَعْتَقَهَا بِهَا مِنْ النَّارِ»

''میرے پاس ایک مسکین عورت آئی جس نے اپنی دو بیٹیاں اٹھائی ہوئی تھیں، میں نے اس کو تین کھجوریں دیں، اس نے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک کھجور دی، (بچی ہوئی) ایک کھجور کھانے کے

لیے اپنے منہ کی طرف لے گئی، تو وہ بھی اس کی دو بیٹیوں نے کھانے کے لیے مانگ لی، اس نے وہ کھجور بھی جو وہ کھانا چاہتی تھی، دو حصے کر کے دونوں بیٹیوں کو دے دی۔ مجھے اس کا یہ کام بہت اچھا لگا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بتایا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ نے اس (عمل) کی وجہ سے اس کے لیے جنت پکی کر دی ہے یا (فرمایا:) اس وجہ سے اسے آگ سے آزاد کر دیا ہے۔'' (صحیح مسلم، حدیث: 2630)

اللہ تعالیٰ کا جود و احسان اپنے بندوں پر کتنا ہی عظیم ہے! ایک کھجور کے عوض جو اس مسکین عورت نے اپنی دونوں بیٹیوں کو دی، اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت واجب کر دی۔

اسی طرح مقروض شہریوں کے حق میں احسان کی تاکید ہے۔ جن پر قرض جمع ہو گیا اور وہ جیلوں میں ڈال دیے گئے اور وہ اپنے اہل و عیال سے منقطع ہو گئے۔ ان کی ساری تدابیر ختم ہو گئیں اور خود ان کے نفس ان پر تنگ پڑ گئے۔ بسا اوقات کئی ان میں سے سال ہا سال جیلوں میں پڑے رہتے ہیں۔ اس کے لیے بہت بڑا اجر ہے جو احسان کرے اور اپنی ذات، منصب یا سفارش کے ذریعے ان کے قرض کی آدائیگی کرے اور اس مسکین باپ کو اپنے اہل و عیال کے پاس لوٹا دے۔ اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ قرض دینے والا خود اس تنگدست پر احسان کرے، اس سے درگزر کرے اور جو قرض اس کے ذمہ ہے، اللہ تعالیٰ سے اجر چاہتے ہوئے اسے معاف کر دے۔ سیدنا ابو مسعود البدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

«حُوسِبَ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مِنَ الْخَيْرِ شَيْءٌ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ رَجُلًا مُوسِرًا وَكَانَ يُخَالِطُ النَّاسَ وَكَانَ يَأْمُرُ غِلْمَانَهُ أَنْ يَتَجَاوَزُوا عَنِ الْمُعْسِرِ فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ نَحْنُ أَحَقُّ بِذٰلِكَ مِنْهُ تَجَاوَزُوا عَنْهُ»

''تم سے پہلی امتوں میں سے ایک آدمی کا (اس کی موت کے بعد) حساب لیا گیا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ملی، سوائے اس کے کہ وہ ایک مال دار آدمی تھا، لوگوں سے لین دین کرتا تھا اور اپنے خادموں کو حکم دیتا تھا کہ (تقاضے کے وقت) تنگ دست سے درگزر کریں، اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں سے) فرمایا: ہم اس سے زیادہ اس (معاف کر دینے) کے حقدار ہیں، تم اسے معاف کر دو۔'' (صحیح مسلم، حدیث: 1561)

احسان کی تاکید اس شخص کے لیے بھی ہے جس کے ماتحت خادم، مزدور اور ڈرائیور وغیرہ ہوتے ہیں۔ کچھ

لوگ ان کو حقیر جانتے اور ان کے ساتھ بدتمیزی، سختی اور بدخلقی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور کبھی کبھی ان کی حق تلفی بھی کر دیتے ہیں۔ یہ جو ان سے برا سلوک کرتا ہے، ممکن ہے کہ اس کے ظلم اور برے سلوک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس پر مصیبتیں اور مشکلات مسلط کر دے۔ جب اللہ تعالیٰ نے غلاموں کے ساتھ، جو خریدے اور بیچے جاتے ہیں، احسان کرنے کا حکم دیا ہے تو ان آزاد مسلمانوں کے بارے میں کیا خیال ہے جنہیں فقر اور حاجت مندی نے تیرے پاس کام کرنے پر مجبور کر دیا۔ غلاموں پر احسان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔''

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک:

﴿وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَاۨ﴾

''اور ان سے (احسان کرو) جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں (غلام، کنیز)۔'' (سورة النسآء: 4، آیت: 36)

جس نے کسی مزدور کا حق مارا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا دشمن ہوگا۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں:

«قَالَ اللهُ ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِ أَجْرَهُ»

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تین طرح کے لوگ ایسے ہوں گے جن کا قیامت کے دن میں مدعی بنوں گا، ایک وہ شخص جس نے میرے نام پر عہد کیا اور توڑ دیا، وہ شخص جس نے کسی آزاد انسان کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور وہ شخص جس نے کوئی مزدور اجرت پر رکھا، اس سے پوری طرح کام لیا لیکن اس کی مزدوری نہیں دی۔'' (صحيح البخاري، حديث: 2227 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

احسان کرنے کے مختلف طریقے ہیں: گفتگو کے ذریعے احسان، فعل کے ساتھ احسان، اور مال کے ساتھ احسان۔

قول کے ساتھ احسان یہ ہے کہ انسان اچھے انداز سے گفتگو کرے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ﴾

''اور میرے بندوں سے کہہ دیجیے کہ وہ بہت ہی اچھی بات منہ سے نکالا کریں کیونکہ شیطان آپس میں فساد ڈلواتا ہے۔'' (سورۃ بنی اسرائیل: 17، آیت:53)

انسان اپنی زبان کو عادی بنائے کہ وہ تمام لوگوں کے ساتھ اچھے طریقے سے بات کرے۔ ان لوگوں کے بارے میں اس کی اور زیادہ تاکید ہے جن کا اس پر حق ہے جیسے والدین، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○﴾

''اور ان کے ساتھ ادب و احترام سے بات کرنا۔'' (سورۃ بنی اسرائیل: 17، آیت: 23)

فعل کے ساتھ احسان کا معنی یہ ہے: انسان لوگوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرے جیسا وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ معاملہ کریں۔ جیسے وہ چاہتا ہے کہ لوگ اس سے عزت و احترام کا برتاؤ کریں تو وہ بھی ان کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرے۔

مال کے ساتھ احسان یہ ہے: ضرورت مندوں، فقراء، مسکینوں اور بیواؤں کی مدد کی جائے۔

رمضان المبارک میں احسان کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ ہے کہ روزے داروں کے روزے افطار کرائے جائیں، لہٰذا جو افطاری کی قیمت ادا کرے، وہ بھی محسن ہے اور جو افطار کے دسترخوان کی خدمت اور نگرانی کرتا ہے، وہ بھی محسن ہے۔

اے اللہ! ہمیں محسنین میں سے بنا جن سے تو محبت کرتا ہے۔ ہمیں ایسے اقوال اور اعمال کی بھی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہیں اور ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو معاف فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 33

تقویٰ کے ثمرات

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے تقویٰ کو سارے جہانوں کی نجات کا ذریعہ بنایا، اولین اور آخرین کو اس کی وصیت فرمائی اور یہ خبر دی کہ وہ متقین سے محبت رکھتا ہے۔ درود و سلام ہو ہمارے نبی امام المتقین محمد ﷺ پر اور آپ کی آل اور منتخب اصحاب۔ اما بعد:

یقیناً تقویٰ کی اللہ تعالیٰ نے اولین اور آخرین کو وصیت فرمائی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ﴾

”واقعی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے تھے اور تم کو بھی یہی حکم کیا ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔“ (سورۃ النسآء: 4، آیت: 131)

اسی تقویٰ کی رسولوں نے اپنی قوموں کو سب سے پہلے دعوت دی، جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے بارے میں ذکر فرمایا:

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝﴾

”جب ان کے بھائی نوح (علیہ السلام) نے کہا کہ کیا تمہیں اللہ کا ڈر نہیں۔“ (سورۃ الشعرآء: 26، آیت: 106)

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝﴾

”جب ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا کہ کیا تم ڈرتے نہیں۔“ (سورۃ الشعرآء: 26، آیت: 124)

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝﴾

”جب ان سے ان کے بھائی لوط (علیہ السلام) نے کہا: کیا تم اللہ کا ڈر نہیں رکھتے۔“ (سورۃ الشعرآء: 26، آیت: 161)

﴿إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝﴾

''جب ان سے شعیب (علیہ السلام) نے کہا کہ کیا تمہیں ڈر خوف نہیں؟'' (سورة الشعرآء: 26، آیت: 177)

اسی تقویٰ کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ﴾

''اے نبی! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کی باتوں میں نہ آجانا۔'' (سورة الأحزاب: 33، آیت: 1)

نبی کریم ﷺ نے اپنے خطبوں اور وعظ میں اپنے اصحاب کو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیتے تھے۔

تقویٰ کا قرآن کریم میں بہت زیادہ ذکر آیا ہے، یہاں تک کہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی عمل کو اتنی کثرت سے بیان نہیں کیا جتنا تقویٰ کو بیان کیا۔

اے میرے مسلمان بھائی! تم پر جتنے دن بھی گزریں گے، تم تقویٰ کا حکم سنتے رہو گے قرآن کریم کی تلاوت کے دوران یا حدیث نبویہ کے مطالعے کے دوران یا جمعہ کے خطبے میں یا دوسرے مواقع پر۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تقوی کا تکرار، اس کا بار بار تذکرہ، اس پر اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ اور رسولوں کا اپنی قوموں کو اس کی دعوت دینے پر اتفاق یہ اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ مسلمان اس پر رک کر غور وفکر کرے اور اس کی فضیلت اور متقین کی صفات کے بارے میں جانے، ممکن ہے کہ وہ بھی متقین اور کامیاب ہونے والوں میں سے ہو جائے۔

تقویٰ کا معنی یہ ہے کہ بندہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے غضب و ناراضی اور عذاب، جس سے وہ ڈرتا ہے، اس کے درمیان ڈھال بنالے اس طرح کہ امید اور خوف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو ماننے اور اس کے منع کردہ کاموں سے باز رہے۔

اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی بندے کو ہر وقت اور ہر جگہ ضرورت ہوتی ہے، اس لیے نبی ﷺ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ اور ہر مومن اور مومنہ کو فرمایا:

«اتَّقِ اللَّهِ حَيْثُمَا كُنْتَ»

''تم جہاں بھی رہو، اللہ سے ڈرو۔'' (جامع الترمذي، حديث: 1987 اور کہا: حدیث حسن صحیح ہے۔)

اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی جگہ دل ہے، جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«التَّقْوَى هَاهُنَا» وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ.

"تقویٰ یہاں ہے۔" اور آپ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا۔ (صحیح مسلم، حدیث: 2564 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی راویت سے۔)

لیکن اس کا اثر اعضاء پر ظاہر ہوتا ہے۔ اس سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جو یہ گمان رکھتے ہیں کہ تقویٰ صرف دل میں مخفی شعور کا نام ہے، جس کا اعضاء سے کوئی تعلق نہیں۔ تم اس گمان والے کو دیکھو گے کہ وہ اطاعت والے کاموں میں کوتاہی کرے گا اور مختلف قسم کی برائیوں کا ارتکاب کرے گا، پھر جب اسے کہا جائے کہ تقویٰ اختیار کر تو وہ اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے کہے گا: تقویٰ یہاں ہے۔ یہ بات تو حق ہے لیکن اس سے غلط مراد لی جاتی ہے کیونکہ جو دل میں ہوتا ہے، اس کا اعضاء پر بھی اثر ضرور ہوتا ہے، جیسے مقولہ ہے: جو برتن میں ہوتا ہے، وہی باہر آتا ہے۔

لہٰذا جس کا دل تقویٰ سے معمور ہوگا تو اس کا اثر اس کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں، کردار وطرز عمل میں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ معاملات کرنے میں، اعضاء پر ضرور ظاہر ہوگا۔

جب اللہ کا تقویٰ دلوں میں قرار پکڑے گا اور اقوال واعمال اور احوال میں ظاہر ہوگا تو نتیجتاً بہت سارے فضائل اور فوائد وثمرات ظاہر ہوں گے جس سے دنیا اور آخرت سنور جائے گی۔

تقویٰ کے چند نمایاں ثمرات یہ ہیں:

① تقویٰ کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کر لیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝﴾

"یقیناً اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔" (سورة التوبة: 9، آیت: 4)

② اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت مل جاتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ ۙ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝﴾

''پرہیزگاروں کو اللہ تعالیٰ اسی طرح بدلہ عطا فرماتا ہے۔ وہ جن کی جانیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک صاف ہوں، کہتے ہیں کہ تمہارے لیے سلامتی ہی سلامتی ہے، جاؤ جنت میں اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے۔'' (سورة النحل: 16، آیت: 31-32)

③ تقویٰ گناہوں کی مغفرت اور اعمال کی اصلاح کے عظیم اسباب میں سے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝﴾

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی (سچی) باتیں کیا کرو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف فرما دے اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا، اس نے بڑی مراد پالی۔'' (سورة الأحزاب: 33، آیت: 70-71)

④ تقویٰ والے اولیاء اللہ ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝﴾

''خبردار! اللہ کے ولیوں پر نہ ڈر ہے اور نہ وہ پریشان ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (برائیوں سے) پرہیز رکھتے ہیں۔ ان کے لیے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے، اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کچھ فرق نہیں ہوا کرتا۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔'' (سورة یونس: 10، آیات: 62-64)

اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں خوشخبری ہے:

جو آخرت کی بشارت ہے: اس سے مراد جنت ہے جس میں وہ سب ہوگا جو نفسوں کی خواہش کے مطابق ہوگا اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث بنے گا۔ اور جو دنیا کی بشارت ہے تو یہ بہت سے امور پر مشتمل ہے، چند یہ ہیں:

اچھی شہرت اور لوگوں کی محبت۔ آپ ﷺ سے کہا گیا: آپ کی اس آدمی کے بارے میں کیا رائے ہے جو نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں تو فرمایا:

«تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ»

”یہ مومن کے لیے (دنیا میں) فوری بشارت ہے۔“(صحیح مسلم، حدیث: 2642 ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

مومن کے لیے دنیا میں فوری بشارت یہ بھی ہے کہ اللہ عزوجل لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتا ہے اور لوگ اس کی توقیر اور احترام کرنے لگتے ہیں۔

فوری بشارت میں سے یہ بھی ہے کہ مومن خود سچے خواب دیکھتا ہے یا اس کے لیے کسی اور کو دکھائے جاتے ہیں۔

فوری بشارت میں سے یہ بھی ہے کہ مومن کے امور میں آسانی ہو جاتی ہے اور رزق وہاں سے آتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔

⑤ تقویٰ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت وکرامت کا میزان ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾

”اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔“(سورۃ الحجرات: 49، آیت: 13)

عزت کا معیار حسب ونسب نہیں اور نہ مال ہی ہے بلکہ تقویٰ ہے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، پوچھا گیا یا رسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ فرمایا: «أَتْقَاهُمْ» ”جو ان میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔“(صحیح البخاري، حدیث: 3353، صحیح مسلم، حدیث: 2378)

⑥ رزق میں وسعت، اللہ تعالیٰ متقی کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

”اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لیے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے، اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو۔“(سورۃ الطلاق: 65، آیات: 2-3)

⑦ اللہ تعالیٰ متقی کے رزق میں برکت ڈال دیتا ہے اور آسمان وزمین سے اس پر برکات نازل ہوتی ہیں،

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾

''اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔'' (سورۃ الأعراف: 7، آیت: 96)

⑧ تقویٰ مشکل کو آسان کرنے اور مصیبت کو دور کرنے کا سبب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ۝﴾

''اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لیے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے۔'' (سورۃ الطلاق: 65، آیت: 2)

﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ۝﴾

''اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا، اللہ اس کے (ہر) کام میں آسانی کر دے گا۔'' (سورۃ الطلاق: 65، آیت: 4)

تقویٰ کے حصول کے لیے روزے فرض ہوئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝﴾

''مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔'' (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 183)

ہمارے رب تبارک وتعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اس نے تقویٰ حاصل کرنے کے لیے روزے فرض کیے۔

اے اللہ! ہمیں متقی بندوں میں سے بنا۔ ہمیں اپنی اطاعت میں استعمال فرما اور اپنے ذکر و شکر اور حسنِ عبادت میں ہماری مدد فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 34

استقامت اور ثابت قدمی کے اسباب

سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں اور بہتر انجام متقین کا ہے۔ درود وسلام ہوں ہمارے نبی محمد ﷺ پر جو اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور رحمت للعالمین بنا کر مبعوث کیے گئے اور آپ کی طیب و طاہر آل اصحاب پر۔ اما بعد:

کچھ لوگوں کے بارے میں ہم سنتے ہیں کہ وہ خیر، نیکی اور استقامت پر تھے۔ جب آپ انہیں دیکھتے ہیں تو آپ کو ان کے کردار، احوال اور نیکی پر قائم رہنے پر تعجب ہوتا ہے، پھر کچھ مدت بعد اچانک آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ ان کے احوال بدل جاتے ہیں اور وہ استقامت کے رستے سے پھسل کر ان لوگوں سے جا ملتے ہیں جو گنہگار ہوتے ہیں تو ان لوگوں کے پلٹنے اور حالات کے تبدیل ہونے کا کیا سبب ہے؟ یہ ایک فتنہ ہے۔ کبھی انسان خیر اور استقامت کے راستے سے بھی آزمایا جاتا ہے۔

ہم جس زمانے میں زندگی گزار رہے ہیں، اس میں مختلف قسم کے فتنے اُبھر رہے ہیں: شہوات کے فتنے اور شبہات کے فتنے۔ نبی کریم ﷺ نے بہت ساری احادیث میں فتنوں کے بارے میں خبر دی ہے، یہ بھی خبر دی کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک فتنوں کا ظہور ہے، اس لیے یہ موضوع بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ مسلمان کو ان فتنوں کی حقیقت اور ان سے بچنے کے راستے معلوم کرنے چاہیں۔

استقامت پر ثابت رہنے کے لیے نمایاں اسباب یہ ہیں:

① **قرآن کی تلاوت اور اس کے معانی میں غور وفکر:** اللہ تعالیٰ نے مومنین صادقین کے بارے میں فرمایا:

﴿وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا﴾

’’اور جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں۔‘‘ (سورۃ الأنفال: 8، آیت: 2)

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’بندے کے لیے اس کی معاش اور معاد کے اعتبار سے سب سے زیادہ نفع بخش چیز اور اس کی نجات کے سب سے قریب قرآن مجید میں تدبر، خوب غور وفکر اور اس کی آیات میں پوری طرح انہماک کرنا ہے۔ یہ بندے کو خیر اور شر کے تمام نشانات سے آگاہ کرتا ہے اور خیر وشر کے راستے، ان کے اسباب، ان کی غایت، ان کے ثمرات اور ان کے کرنے والوں کے انجام کی بھی اطلاع دیتا ہے۔‘‘ (مدارج السالکین: 2/84)

② **نیک صحبت کے ساتھ جڑنا:** انسان طبعی طور پر اپنی ساتھیوں اور جو اس کے اردگرد ہیں، ان سے متاثر ہوتا ہے، اس لیے اگر انسان نیک ساتھیوں کو اختیار کرتا ہے تو ان کی نیکی سے ضرور متاثر ہوگا اور اگر وہ برے لوگوں کے ساتھ بیٹھتا ہے تو ان سے بھی ضرور متاثر ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ کوئی بھی انسان پانچ سے زیادہ لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے متاثر ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال یوں بیان فرمائی:

«إِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً»

’’نیک ساتھی اور بُرے ساتھی کی مثال مُشک ساتھ رکھنے والے اور بھٹی دھونکنے والے کی طرح ہے، مُشک ساتھ رکھنے والا یا تم کو ہدیے میں مشک دے دے گا یا تم اس سے خرید لو گے، ورنہ کم از کم تمہیں اس سے اچھی خوشبو آئے گی اور بھٹی دھونکنے والا یا تو (چنگاریوں سے) تمہارے کپڑے جلائے گا یا تمہیں (اس سے) بدبُو آئے گی۔‘‘ (صحیح البخاری، حدیث: 5534، صحیح مسلم، حدیث: 2628 ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

③ حدیث میں جو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«احْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ»

’’تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا۔‘‘ (جامع الترمذي، حديث: 2516
اور کہا: ’’حدیث حسن صحیح ہے‘‘ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے۔)

اللہ تعالیٰ کی حفاظت اس کی اطاعت کرنے اور اس کی نافرمانی سے اجتناب کرنے سے ہوگی، یعنی اس کو اپنے دین میں سچا ہونا چاہیے۔ جو شخص اللہ عزوجل کے ساتھ اپنے دین میں سچا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے دین اور دنیا کے امور میں اس کی حفاظت فرمائے گا۔ دین کی حفاظت دنیا کی حفاظت سے بہت بلند ہے۔ اس کے دین کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدم اور فتنوں سے محفوظ رکھتا ہے، اس لیے زیادہ لوگ جو فتنوں میں پڑ جاتے ہیں، ان کے دین میں خلل ہوتا ہے، ورنہ اگر وہ اپنے رب کے ساتھ سچے ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کے دین کی حفاظت کرتا اور ان کو فتنوں سے بچا لیتا۔

④ **اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر:** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝﴾

’’اے ایمان والو! اللہ کا ذکر بہت کیا کرو۔‘‘ (سورة الأحزاب: 33، آیت: 41)

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لاَ يَذْكُرُ رَبَّهُ، مَثَلُ الحَيِّ وَالمَيِّتِ»

’’اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور اس کی مثال جو اپنے رب کو یاد نہیں کرتا، زندہ اور مردہ جیسی ہے۔‘‘ (صحيح البخاري، حديث: 6407)

اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنا بندے کو اس کے رب سے جوڑ دیتا ہے اور اس کا دنیا سے تعلق کم ہو جاتا ہے جو اس کو استقامت پر ثابت رہنے میں مدد دیتا ہے۔

⑤ **دعا:** مسلمان کو ہر روز اپنے دین پر ثابت قدمی کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا چاہیے اور یہ کہنا چاہیے:

«يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ، وَيَا مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ، صَرِّفْ قَلْبِي عَلَى طَاعَتِكَ، اَللَّهُمَّ ثَبِّتْنِي بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ، رَبِّ لَا تُزِغْ قَلْبِي بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنِي وَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الوَهَّابُ»

’’اے دلوں کو پلٹنے والے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ، اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنی اطاعت کی طرف پھیرے رکھ، اے اللہ! مجھے قولِ ثابت (کلمہ توحید) کے ساتھ دنیا اور آخرت میں ثابت قدم رکھ۔ اے میرے رب! مجھے ہدایت دینے کے بعد میرے دل کو ٹیڑھا نہ کرنا اور مجھے اپنی طرف سے رحمت عطا فرما، بے شک تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے۔‘‘

اسی طرح فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ»

’’تمام فتنوں سے جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ ہیں، اللہ کی پناہ مانگو۔‘‘ (صحيح مسلم، حديث: 2867 زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

انسان چونکہ کمزور ہے، اس لیے وہ غیر شعوری طور پر فتنے میں پڑ سکتا ہے، چنانچہ مسلمان کو اللہ عزوجل کے آگے گڑگڑاتے رہنا چاہیے اور اس سے ثابت قدمی اور فتنوں سے محفوظ رہنے کا سوال کرتا رہے۔

⑥ **فتنوں سے اعراض:** فتنوں سے اور ان کے اسباب سے دور رہنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«سَتَكُونُ فِتَنٌ الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي، وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي، وَمَنْ يُشْرِفْ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ، وَمَنْ وَجَدَ مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهِ»

’’عنقریب فتنوں کا دور آئے گا، تو اس میں بیٹھنے والا کھڑا رہنے والے سے بہتر ہوگا، کھڑا رہنے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا، جو ان میں جھانکے گا، فتنے اسے اچک لیں گے۔ اس وقت جسے جہاں بھی پناہ مل جائے بس وہ پناہ پکڑ لے (تاکہ اپنے دین کو فتنوں سے بچا سکے)۔‘‘ (صحيح البخاري، حديث: 3601، صحيح مسلم، حديث: 2886 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

«وَمَنْ يُشْرِفْ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ»

’’اور جو ان میں جھانکے گا، فتنے اسے اچک لیں گے۔‘‘

یعنی جو فتنوں کے قریب جائے گا، ان میں گر جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ سَمِعَ بِالدَّجَّالِ، فَلْيَنْأَ عَنْهُ»

''جو شخص دجال کے متعلق سنے تو اس سے دور رہے۔'' (سنن أبي داود، حديث: 4319، الحاکم نے المستدرك میں: 4/513 اور کہا: ''یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، مسلم کی شرط مطابق ہے، لیکن بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔'')

یہ فتنوں سے دور رہنے کا بنیادی قاعدہ ہے۔ مسلمان کو فتنوں سے دور رہنا چاہیے۔ وہ ان کے قریب بھی نہ جائے اور نہ ان کی طرف جھانکے۔

⑦ **رات کا قیام:** رات کا قیام مسلمان کے لیے روحانی غذاء ہے۔ وہ اپنے رب سے خلوت میں مناجات کرتا ہے، اسے پکارتا ہے اور اس سے استغفار کرتا ہے۔ یہ قیام ہمیشہ کرتے رہنا دین پر ثابت قدمی کے سب سے بڑے اسباب میں سے ہے۔

اے ہمارے رب! جب تو نے ہمیں ہدایت دے دی تو اس کے بعد ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ کرنا اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، تو بڑا عطا فرمانے والا ہے اور ہمیں دنیا اور آخرت میں کلمہ توحید پر ثابت قدم فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 35

مسلمان عورت رمضان میں

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو کبیر و بلند و بالا ہے، جس نے عورتوں کو مردوں کی مثل بنایا۔ درود و سلام ہمارے نبی محمد ﷺ اور کی آل واصحاب پر جو بڑے فضیلت والے ہیں۔ اما بعد:

یقیناً اسلام نے عورت کو عزت دی اور اس کے حقوق کی حفاظت کی ہے جبکہ وہ جاہلیت میں غیر محفوظ اور حقارت سے دیکھی جاتی تھی۔ وہ اسے وراثت سے محروم رکھتے تھے۔ اللہ عزوجل نے اسے دین اسلام کے ذریعے سے عزت بخشی، اسے ماں کا درجہ دیا جس کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کرنا واجب قرار دیا۔ اسے بیٹی، بہن، پھوپھی اور خالہ بنایا جن کے ساتھ حسن سلوک کرنا لازمی ٹھہرایا۔ اسے بیوی بنایا اور اس کے ساتھ معروف اور بہتر انداز سے زندگی بسر کرنا واجب قرار دیا۔

جیسے جیسے عورت کی عمر بڑھتی جاتی ہے، مسلم معاشرہ میں اس کا احترام زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ عید کے دنوں میں تم بڑی عمر کی عورت کو دیکھو، کس طرح اس کی اولاد، پوتے پوتیاں اور رشتہ دار اس کو عزت وتکریم دے رہے ہوتے ہیں۔ عورتیں مردوں کے مثل ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جو عبادات مردوں پر فرض ہیں، وہی ان عورتوں پر بھی فرض ہیں مگر جسے دلیل خاص کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے نماز، زکاۃ، روزہ، حج اور دوسری عبادات مردوں اور عورتوں دونوں پر فرض کی ہیں۔

روزے کے احکام کی تفصیل میں عورت مرد کے ساتھ شریک ہے اور حیض اور نفاس کا خون نکلنے پر روزے کے چھوڑنے کے وجوب میں اس سے الگ ہے۔ عورت جب بھی حیض اور نفاس کا خون دیکھے تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ یہ دن کے شروع یا آخر میں ہو یہاں تک کہ سورج غروب ہونے سے ایک لمحہ قبل ہی کیوں نہ ہو، لیکن اگر عورت حیض کے اثرات محسوس کرے مگر خون سورج غروب ہونے کے بعد ظاہر ہو تو اس کا روزہ صحیح ہوگا۔

دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت دونوں اگر ضرورت محسوس کریں تو ان کے لیے رمضان کے دن روزہ ترک کرنا جائز ہے۔ جو روزے وہ ترک کریں، ان کی وہ قضا دیں گی اور راجح قول کے مطابق ان پر کھانا کھلانا لازم نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾

''جو بیمار ہو یا مسافر ہو، اسے دوسرے دنوں یہ گنتی پوری کرنی چاہیے۔'' (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 185)

یہی قول شیخ ابن باز رحمہ اللہ (دیکھیں: مجموع فتاویٰ ابن باز: 223/15، 227) اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ (دیکھیں: مجموع فتاویٰ ورسائل ابن عثیمین: 159/19-160) نے اختیار کیا ہے۔

مرد کی طرح عورت کے لیے بھی نماز تراویح مشروع ہے۔ عورت کا گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق:

«وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَهُنَّ»

''مگر ان کے گھر ان کے لیے بہتر ہیں۔'' (سنن أبي داود، حدیث: 567 ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے۔ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو صحیح کہا، حدیث: 1684، اور نووی نے خلاصۃ الاحکام میں حدیث: 2351)

لیکن اگر عورت کو گھر کے بجائے مسجد میں نماز میں خشوع زیادہ آتا ہو تو پھر اس کے لیے مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے، کیونکہ کبھی مفضول کے ساتھ ایسے حالات پیش آتے ہیں جو اسے فاضل سے افضل بنا دیتے ہیں۔ عورت کے خاوند کو اسے مسجد میں جانے سے روکنا نہیں چاہیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللهِ مَسَاجِدَ اللهِ»

''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں میں آنے سے مت روکو۔'' (صحیح البخاري، حدیث: 900، صحیح مسلم، حدیث: 442 ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے۔)

عورت پر فرض ہے کہ وہ مہذب اور ساتر لباس جو اس کے جسم کے حصوں کو ظاہر نہ کرے، اس کا اہتمام کرے۔ عورت کا جمال اس کے پردے، ستر اور پاک دامنی میں ہے۔

اس لیے جب عورت کی تعریف کی جاتی ہے تو یوں کہا جاتا ہے: فلاں عورت پردے کا اہتمام کرتی ہے اور جب عورت کے عیوب ذکر کیے جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے: فلاں عورت پردہ کرنے میں سست ہے۔

شریعت اسلامی نے عورت کے پردے کے معاملے میں بہت زیادہ توجہ اور اہمیت دی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے بوڑھی عورتوں کو پردہ نہ کرنے کی اجازت دی تو ان کے لیے یہ شرط لگائی کہ وہ زینت ظاہر نہیں کریں گی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝﴾

''بڑی بوڑھی عورتیں جنہیں نکاح کی امید (اور خواہش ہی) نہ رہی ہو تو وہ اگر اپنے (پردے کے) کپڑے اتار رکھیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ اپنا بناؤ سنگار ظاہر کرنے والیاں نہ ہوں تاہم اگر ان سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے بہت افضل ہے۔'' (سورۃ النور:24، آیت:60)

جب یہ بڑی بوڑھی عورتوں کا معاملہ ہے جنہیں نکاح کی خواہش ہی نہیں رہی، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں اس شرط پر پردہ نہ کرنے کی اجازت دی کہ وہ اپنی زینت ظاہر نہیں کریں گی، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا:

﴿وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ﴾

''اور ان کا اس سے بھی بچنا ان کے لیے بہت بہتر ہے۔''

تو پھر باقی عورتوں کے لیے پردہ کس قدر ضروری ہوگا۔

مسلمان عورت کو یہ ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ پردہ عبادت ہے جس کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتی ہے، یہ محض عادت نہیں ہے۔

رمضان کے مہینے میں عورت سے متعلق جو مسائل ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے:

عورت زیادہ وقت کھانا تیار کرنے میں مشغول رہتی ہے اور نیک نیتی کی وجہ سے اسے اس پر اجر بھی ملتا ہے لیکن اسے چاہیے کہ وہ کھانا تیار کرنے کے ساتھ اس وقت میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کو غنیمت سمجھے، اپنے آپ کو تسبیح «سُبْحَانَ اللهِ»، تحمید «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ»، تہلیل «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ» اور تکبیر «اَللهُ أَكْبَرُ» میں مشغول رکھے خصوصاً رمضان میں۔ اگر وہ ایسا کرے گی تو اسے ذکر کا اجر اور اپنے خاوند اور اولاد کے کام کاج میں

مشغول رہنے کا اجر ملے گا۔

عورت سے متعلق مسائل میں سے یہ بھی ہے کہ عورت کو اگر رمضان میں حیض یا نفاس آ جائے تو وہ ان عبادات سے نہ رکے جو منع نہیں ہیں۔ حیض والی عورت رمضان میں بھی اسی طرح ہے جیسے غیر حیض والی عورت ہے مگر نہ وہ روزہ رکھے گی اور نہ نماز ہی پڑھے گی لیکن دوسرے اذکار، مثلاً: تسبیح، تحمید، تہلیل تکبیر، درود اور دعا وغیرہ میں اپنے آپ کو مشغول رکھے۔ اسی طرح قرآن کی تلاوت بھی کرے کیونکہ راجح قول کے مطابق حائضہ عورت کے لیے قرآن کی تلاوت منع نہیں ہے لیکن عورت قرآن کو چھوتے وقت کپڑا یا دستانے استعمال کرے۔

اے اللہ! ہماری عورتوں میں برکت فرما۔ انہیں نیکوکار فرماں بردار بنا۔ ہماری اولاد اور ہماری عمروں میں برکتیں فرما اور ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو معاف فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 36

نماز کی اہمیت اور دین میں اس کا عظیم مرتبہ

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے نماز کو دین کا ستون بنایا اور اس کی حفاظت کرنے والوں کے لیے بہت زیادہ ثواب اور پورے اجر کا وعدہ کیا۔ درود وسلام ہوں انسانوں میں سے سب سے افضل (ہمارے نبی محمد ﷺ پر) اور آپ کی آل اور معزز اصحاب پر۔ اما بعد:

یقیناً نماز شہادتین کے بعد دین اسلام کا ستون اور اس کے بڑے ارکان میں سے ہے۔ بندے سے قیامت کے دن اس کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اگر یہ صحیح ہوئی تو اس کے سارے اعمال صحیح ہوں گے اور اگر یہ صحیح نہ ہوئی تو دوسرے اعمال بھی صحیح نہیں ہوں گے۔

نماز اللہ تعالیٰ کو اعمال میں سے سب سے زیادہ محبوب ہے، صحیحین میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا: کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَلصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا»

''وقت پر نماز پڑھنا۔'' (صحيح البخاري، حديث: 527، صحيح مسلم، حديث: 85)

یہ نماز بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تعلق اور رابطہ ہے۔ جس نے یہ رابطہ قطع کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے لیے جمعے یا جماعت کی کوئی رکعت نہ پڑھی تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا ۝ اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾

''پھر ان کے بعد ایسے برے لوگ پیدا ہوئے کہ انہوں نے نماز ضائع کردی اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گے، سو ان کا نقصان ان کے آگے آئے گا۔ بجز ان کے جوتوبہ کرلیں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں۔'' (سورة مريم: 19، آیت: 59-60)

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کرو: ﴿وَ اٰمَنَ﴾ اس میں اشارہ ہے کہ جس نے نماز کو ضائع کر دیا تو وہ مومن نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

«الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ»

''ہمارے اور کافروں کے درمیان نماز کا معاہدہ ہے، جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔'' (جامع الترمذي، حديث: 2621، سنن النسائي، حديث: 463، سنن ابن ماجه، حديث: 1079 بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔ اور ترمذی نے کہا: ''حدیث حسن صحیح ہے۔'' اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اسے صحیح کہا ہے حدیث: 1454، اور الحاکم نے المستدرك میں حدیث: 11)

اور فرمایا:

«إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكَ الصَّلَاةِ»

''بے شک آدمی اور شرک و کفر کے درمیان (فرق ختم کرنے والی چیز) نماز کا ترک ہے۔'' (صحيح مسلم، حديث: 82 جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

عبداللہ بن شفیق بڑے جلیل القدر تابعی ہیں، وہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب سے نقل کرتے ہیں کہ وہ اعمال میں صرف نماز ترک کرنے کو کفر سمجھتے تھے۔ (جامع الترمذي، حديث: 2622)

امام اسحاق بن راہویہ نے صحابہ کے زمانے سے لے کر اپنے زمانے تک تارک صلاۃ کے کفر پر اجماع نقل کیا ہے۔ (دیکھیں: تعظيم قدر الصلاة: 2/929)

اگر کوئی غور کرے کہ شریعت نے اس عبادت (نماز) کو کتنی اہمیت دی ہے تو اسے اس بات پر کوئی تعجب نہیں ہوگا کہ جس نے مطلق نماز ترک کر دی تو اس نے کفر کیا اور وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا۔

جو شخص کبھی نماز پڑھتا ہے اور کبھی ترک کر دیتا ہے تو راجح قول کے مطابق اس کی تکفیر نہیں ہوگی لیکن اس کا

شمار نماز سے غفلت کرنے والوں میں ہوگا جن کو اللہ عزوجل نے اپنے اس قول سے ڈرایا ہے:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝﴾

"ان نمازیوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔" (سورة الماعون: 107، آیت: 4-5)

شریعت نے اس عظیم عبادت کو خاص اہمیت دی ہے کہ یہ سب سے پہلے آسمان میں فرض ہوئی۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصی تک رات کو سفر کرایا گیا، پھر آسمان پر لے جایا گیا، یہاں تک کہ آپ ساتوں آسمانوں سے تجاوز فرما گئے اور سدرۃ المنتہیٰ پہنچے، وہاں اللہ عزوجل نے آپ پر اور آپ کی امت پر اس عظیم عبادت کو فرض کیا۔ جب اللہ عزوجل نے آپ پر اور آپ کی امت پر اسے فرض کیا تو یہ دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض تھی، پھر اللہ تعالیٰ کی اس امت پر رحمت ہوئی کہ اس نے موسی علیہ السلام کو مامور کیا، انھوں نے ہمارے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«خَمْسِينَ صَلَاةً فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ، قَالَ مُوسَى: إِنِّي قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ، وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ، وَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَطِيقُ ذَلِكَ، فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ»

"ہر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کیں۔" موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اس سے پہلے میرا واسطہ لوگوں سے پڑ چکا ہے اور بنی اسرائیل کا مجھے تلخ تجربہ ہے، آپ کی امت (کے لوگوں) کے پاس اس کی طاقت نہ ہوگی، اپنے رب کے پاس واپس جائیں اور اس سے تخفیف کی درخواست کریں۔"

اس میں اس امت پر رحمت تھی اور یہ موسی علیہ السلام کا ہمارے نبی کریم ﷺ کو عظیم مشورہ تھا۔ ہمارے نبی کریم ﷺ اپنے رب جل جلالہ کی طرف لوٹ گئے اور اپنی امت کے لیے تخفیف کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے دس کم کر دیں، پھر آپ ﷺ اپنے رب سے رجوع کرتے رہے یہاں تک کہ دن اور رات میں پانچ نمازیں رہ گئیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اپنے رب کی طرف لوٹیے اور مزید کمی کی درخواست کیجیے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«سَأَلْتُ رَبِّي حَتَّى اسْتَحْيَيْتُ، وَلَكِنِّي أَرْضَى وَأُسَلِّمُ، فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادَى مُنَادٍ أَمْضَيْتُ فَرِيضَتِي، وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِي، وَأَجْزِي الْحَسَنَةَ عَشْرًا»

’’رب تعالیٰ سے میں بہت سوال کر چکا اور اب مجھے شرم آتی ہے، میں بس اسی پر راضی ہوں اور تسلیم کرتا ہو، (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ) پھر جب میں وہاں سے گزرنے لگا تو ندا آئی: میں نے اپنا فریضہ جاری کر دیا اور اپنے بندوں پر تخفیف کر چکا اور میں ایک نیکی کا بدلہ دس گنا دیتا ہوں۔‘‘(صحيح البخاري، حديث: 3207، 3887 مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

یہ نمازیں پڑھنے میں پانچ ہیں اور میزان میں پچاس ہیں۔ جو تخفیف ہوئی، وہ فعل میں ہے۔ اجر وثواب میں تخفیف نہیں ہوئی۔ ہم جو یہ پانچ نمازیں پڑھتے ہیں، ان کا اجر پچاس نمازوں کا ہے، پھر اس کے بعد اجر دگنا ہوجاتا ہے، ایک نیکی دس کے برابر ہے اور اس سے بھی کئی گنا زیادہ۔

اس عبادت پر اتنی بڑی عنایت دیکھیے، اس کی کئی وجوہات ہیں:

پہلی وجہ: جب یہ فرض ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہ راست ہمارے نبی کریم ﷺ پر فرض ہوئی جبکہ اس اسلام کے باقی فرائض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے نبی کریم ﷺ پر جبریل علیہ السلام کے ذریعے سے فرض ہوئے۔

دوسری وجہ: یہ جب فرض ہوئی تو دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں اور پچاس نمازیں چوبیس گھنٹے میں پڑھنے میں انسان کا بڑا وقت لگتا ہے لیکن یہ اللہ عزوجل کی عبادت کی اس قسم سے محبت کی دلیل ہے۔

تیسری وجہ: یہ اس بلند و بالا مقام پر فرض ہوئی جو سب سے بلند و بالا جگہ ہے جہاں بشر پہنچا۔

چوتھی وجہ: جب تخفیف ہوئی تو فعل میں تخفیف ہوئی اور اجر وثواب میں کمی نہیں ہوئی۔

صحابہ کرام نماز کے بارے میں انتہا درجے کا اہتمام کرتے تھے۔ انھیں اس بات کا علم تھا کہ اسلام میں نماز کا کتنا بلند مقام ومرتبہ ہے، اسلام میں نماز کی عظیم شان اور اس کا مقام ہے، یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی مریض ہوتا تو وہ جماعت ترک کرنے میں معذور ہوتا لیکن دو آدمیوں کے سہارے اسے لایا جاتا اور صف میں کھڑا کر دیا جاتا، جیسے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

«وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُومُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتَى بِهِ يُهَادَى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتَّى يُقَامَ فِي الصَّفِّ»

’’اور ہم (صحابہ) نے دیکھا کہ ہم میں سے کوئی (بھی) جماعت سے پیچھے نہ رہتا تھا، سوائے ایسے منافق

کے جس کا نفاق سب کو معلوم ہوتا (بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ) ایک آدمی کو اس طرح لایا جاتا کہ اسے دو آدمیوں کے درمیان سہارا دیا گیا ہوتا، حتی کہ صف میں لا کھڑا کیا جاتا۔'' (صحيح مسلم، حديث: 654)

سبحان اللہ! آدمی مریض ہے، چل کر مسجد نہیں آ سکتا، اس کے باوجود وہ مسجد میں آنے کا اصرار کرتا ہے اور (بقول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:)

«يُهَادَى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ»

''اسے دو آدمیوں کے درمیان سہارا دیا گیا ہوتا۔''

یعنی اس کو دائیں اور بائیں سے پکڑا جاتا اور صف میں کھڑا کر دیا جاتا تاکہ وہ مسجد میں باجماعت نماز ادا کر سکے۔

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو صحابہ نے نماز قطع نہیں کی تھی بلکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں آگے کر دیا تھا تو انہوں نے نماز میں تخفیف کر کے مکمل کی۔ (صحيح البخاري، حديث: 3700)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جس نے نماز ترک کر دی، اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔'' (مالک نے الموطأ میں: 51)

آپ رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کو لکھتے تھے:

''میرے نزدیک تمہارے سب امور میں سب سے اہم نماز ہے۔ جس نے اس کی حفاظت کی اور اس پر مداومت اختیار کی تو اس نے اپنے دین کی حفاظت کر لی اور جس نے اسے ضائع کیا تو وہ اس کے علاوہ (دیگر کاموں) کو بھی ضائع کرے گا۔'' (مالک نے الموطأ میں: 6)

شیطان انسان کے لیے گھات لگائے ہوئے ہے۔ وہ سب سے پہلے انسان پر نماز کی اہمیت کم کرنے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ نماز چھوڑ دیتا ہے۔ جب نماز چھوڑ دیتا ہے تو شیطان آرام سے بیٹھ جاتا ہے۔ اگر انسان نماز ترک نہیں کرتا تو شیطان اس پر مسجد میں باجماعت نماز کی اہمیت کم کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اس پر باجماعت نماز یا بعض نمازیں بوجھل ہو، جیسا کہ فجر کی نماز۔ اگر اس سے بھی عاجز ہو جاتا ہے تو نماز کے لیے جلدی جانے کی اہمیت اس کے نزدیک کم کر دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اس سے پیچھے رہ جاتا ہے، پھر وہ اگر اس سے بھی عاجز ہو جاتا ہے تو وہ اسے وسوسوں میں مبتلا کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے نماز میں الجھا دیتا ہے جس

سے اس کا خشوع نہیں رہتا۔

نماز میں سستی کا اصل سبب جس سے دوسرے اسباب بھی پیدا ہوتے ہیں، وہ اس کا زیادہ اہتمام نہ کرنا ہے، ورنہ انسان نماز کا سب سے زیادہ اہتمام کرے تو وہ ضرور اس کی حفاظت کرے گا مگر جب انسان کی زندگی میں نماز کی اہمیت ہی نہیں ہوگی تو وہ اسے سائیڈ پر رکھ دے گا۔ اگر اسے وقت ملا تو پڑھ لی، ورنہ نہیں یا اس کا وقت نکلنے کے بعد پڑھی تو یہ کبھی اس کی حفاظت نہیں کرے گا بلکہ وہ اسے بوجھل اور اس میں سستی محسوس کرے گا۔ اس کہ باوجود یہی انسان تمہیں اپنے دنیا کے امور کا بڑا حریص ملے گا، اپنے کام سے پیچھے نہیں رہے گا، رزق اکٹھا کرنے کے اسباب میں بڑا چاک چوبند ہوگا لیکن اگر تم اس کی نماز کے معاملے میں غور کرو گے تو اس میں بڑی کوتاہی اور سستی پاؤ گا۔

یا اللہ! ہمیں اور ہماری اولاد کو نماز پڑھنے والا بنا۔ ہماری دعا کو قبول فرما،ہمیں، ہمارے والدین اور تمام فوت شدہ اور زندہ مسلمانوں کو معاف فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 37

قصۂ خلق انسان

تمام تعریفیں اللہ رحمٰن کے لیے ہیں جس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا اور درود وسلام اس کے رسول محمد ﷺ پر اور آپ کی آل اور اصحاب پر جو علم اور قران کے حامل تھے۔ اما بعد:

قرآن کریم میں جن موضوعات کا بار بار تذکرہ کیا گیا ہے، ان میں سے ایک انسان کی تخلیق کی ابتدا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے متعدد مقامات پر تفصیل اور اجمال کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں کو اس کی خبر دی جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّى جَاعِلٌ فِى ٱلْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوٓا۟ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ ٱلدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّىٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝﴾

''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو انہوں نے کہا کہ ایسے شخص کو کیوں پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے، ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح اور پاکیزگی بیان کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔'' (سورة البقرة: 2، آیت: 30)

جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے باپ آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی رفعت اور فضیلت کو دو چیزوں سے ظاہر کرنا چاہا:

پہلی چیز: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھائے، پھر انہیں فرشتوں پر پیش کیا:

﴿وَعَلَّمَ ءَادَمَ ٱلْأَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ فَقَالَ أَنۢبِـُٔونِى بِأَسْمَآءِ هَٰٓؤُلَآءِ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ۝ قَالُوا۟ سُبْحَٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَآ ۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْعَلِيمُ ٱلْحَكِيمُ ۝ قَالَ يَٰٓـَٔادَمُ أَنۢبِئْهُم بِأَسْمَآئِهِمْ ۖ فَلَمَّآ أَنۢبَأَهُم بِأَسْمَآئِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّىٓ أَعْلَمُ

﴿غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام نام سکھا کر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا: اگر تم سچے ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ ان سب نے کہا: اے اللہ! تیری ذات پاک ہے، ہمیں تو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا رکھا ہے، پورے علم وحکمت والا تو تو ہی ہے۔ اللہ نے کہا: اے آدم! تو انھیں ان چیزوں کے نام بتادے، چنانچہ جب اس نے انھیں ان چیزوں کے نام بتادیے تو اللہ نے کہا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بے شک میں آسمان اوز مین کے غیب جانتا ہوں اور وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔'' (سورة البقرة: 2، آيات: 31-33)

اللہ تعالیٰ نے ہمارے باپ آدم علیہ السلام کے شرف کی سب سے بلند صفت، یعنی علم سے اظہار فرمایا۔

دوسری چیز: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم علیہ السلام کی تکریم کے لیے سجدے کا حکم دیا:

﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا﴾

''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔'' (سورة البقرة: 2، آيت: 34)

پھر فرشتوں نے انہیں سجدہ کیا اور ابلیس نے تکبر کیا اور کہا:

﴿خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝﴾

''آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا۔'' (سورة الأعراف: 7، آيت: 12)

اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت فرمائی اور اسے نکال دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾

''اور تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت و پھٹکار ہے۔'' (سورة ص: 38، آيت: 78)

پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پسلی سے ان کی بیوی حواء پیدا کی اور دونوں کو جنت میں سکونت اختیار کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ اس میں سے جہاں سے چاہیں بافراغت کھائیں:

﴿وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۖ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۝﴾

''اور جہاں کہیں سے چاہو بافراغت کھاؤ پیو،لیکن اس درخت کے قریب بھی نہ جانا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔'' (سورۃ البقرۃ:2، آیت:35)

ان کو یہ بھی بتایا کہ شیطان ان دونوں کا دشمن ہے:

﴿اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى۝﴾

''بے شک یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے (خیال رکھنا) ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے پھر تو مصیبت میں پڑ جائے۔'' (سورۃ طٰہٰ:20، آیت:117)

اللہ تعالیٰ کے دونوں کو اس ڈرانے کے باوجود شیطان ان دونوں کے پاس خباثت اور مکر کے ساتھ آیا۔ یہی اسلوب وہ بنی آدم کے ساتھ استعمال کرتا ہے۔ وہ انسان کی کمزوری، جو طمع اور حرص ہے، کو بھانپ لیتا ہے، فرمایا:

﴿مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ۝﴾

''تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے محض اس وجہ سے منع فرمایا ہے کہ تم دونوں کہیں فرشتے ہوجاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہوجاؤ۔'' (سورۃ الأعراف:7، آیت:20)

اسی پر اس نے اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے لیے عظمت والے اللہ کی قسم کھائی کہ وہ ان کا خیر خواہ ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ۝﴾

''اور اس نے ان دونوں کے رو برو قسم کھالی کہ یقین جانیے میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔'' (سورۃ الأعراف:7، آیت:21)

﴿فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ﴾

''سو ان دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا۔'' (سورۃ الأعراف:7، آیت:22)

یعنی ان دونوں کو دھوکے اور فریب میں مبتلا کر دیا، تو انہوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا۔ جب انہوں نے اس کا پھل کھا لیا تو ان کا جنت کا لباس اتر گیا، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا﴾

”پس ان دونوں نے جب درخت کو چکھا تو دونوں کی شرم گاہیں ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہوگئیں۔“ (سورۃ الأعراف:7، آیت:22)

اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿بَدَتْ﴾ کا معنی ہے: ظاہر ہوگئیں اور ﴿سَوْاٰتُهُمَا﴾ سے ان کی شرمگاہیں مراد ہیں۔ شرمگاہ کو ”سوأۃ“ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے اپنی شرم گاہ کے ظاہر ہونے کو ناپسند کرتا ہے۔ ان کی شرمگاہیں ظاہر ہوگئیں تو دونوں گھبرائے۔

﴿وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ﴾

”اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے۔“ (سورۃ الأعراف:7، آیت:22)

یعنی وہ دونوں جنت کے پتے لے کر اپنی شرمگاہوں کو چھپانے لگے اور وہ دونوں پہچان گئے کہ اس لعین خبیث ابلیس نے ان کو دھوکا دیا۔ وہ ندامت کے ساتھ رونے لگے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ توبہ کیسے کریں، پھر آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے جنہیں وہ اور حواء علیہا السلام کہتے رہتے تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی توبہ قبول فرمائی۔ اور وہ یہ کلمات تھے:

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝﴾

”اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔“ (سورۃ الأعراف:7، آیت:23)

وہ دونوں اسے کہتے رہے اور دہراتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی توبہ قبول فرمالی۔

اس لیے سب سے افضل کلمات جو توبہ کرنے والا کہتا ہے وہ یہ کلمات ہیں:

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝﴾

”اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔“ (سورۃ الأعراف:7، آیت:23)

اللہ تعالیٰ نے آدم اور حواء عَلَیْہِمَا السَّلَام کی توبہ قبول فرمائی مگر ابلیس پر لعنت کی اور اسے نکال دیا کیونکہ ابلیس نے

سرے توبہ طلب ہی نہیں کی بلکہ اس نے صرف آدم علیہ السلام کو دھمکایا اور اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی تا کہ آدم علیہ السلام اور اس کی اولاد کو گمراہ کرے کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ اس پر لعنت اور نکالے جانے کا سبب وہ ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے فرمایا: ﴿اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا﴾ ''تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔'' (سورة البقرة: 2، آیت: 38) اور یہ خطاب آدم اور حواء علیہما السلام اور ابلیس کو ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سیارے یعنی زمین کو اختیار کیا۔ اس سے پہلے اس نے سیارے کو بنی آدم کی سکونت دینے کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ اللہ عزوجل نے ہمارے باپ آدم اور ماں حوا علیہما السلام کو زمین پر اتارا اور ابلیس بھی ان کے ساتھ تھا، پھر اس کے بعد نسل انسانی شروع ہوگئی۔

یہ ہے مخلوق کی ابتدا کا قصہ جو اللہ عزوجل نے ہمارے لیے اپنی کتاب کریم میں کھول کر بیان کیا، ہمیں چاہیے کہ اس سے درس اور عبرت حاصل کریں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

- شیطان کی انسان کے ساتھ عداوت پرانی ہے۔ شیطان انسان کا دشمن ہے۔ وہ اس کے لیے خیر نہیں چاہتا بلکہ وہ اسے گمراہ کر کے اپنے ساتھ آگ میں لے جانا چاہتا ہے۔
- شیطان بنی آدم کے لیے مکر وفریب کے اسلوب اختیار کرتا ہے۔ وہ انسان کو معصیت میں ڈالنے کے لیے سیدھے طریقے سے نہیں آتا بلکہ مکر وفریب سے آتا ہے اور اس کی کمزوری دیکھ کر اس کے ذریعے سے اسے گمراہ کرتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝﴾

''یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے اس کو دشمن بنا کر رکھو، وہ تو اپنے گروہ کو صرف اس لیے ہی بلاتا ہے کہ وہ سب جہنم واصل ہوجائیں۔'' (سورة فاطر: 35، آیت: 6)

- نصیحت کرنے کا ہر دعوے دار ناصح نہیں ہوتا۔ ابلیس نے آدم اور حوا علیہما السلام کو قسم دے کر باور کرایا تھا کہ میں آپ کے لیے خیرخواہ اور ناصح ہوں۔
- کسی کا کتنا بھی بڑا گناہ ہو اگر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا

ہے۔ آدم اور حوا علیہما السلام نے جب درخت سے کھالیا تو اُنہوں نے اللہ سے توبہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول فرمالی۔

❀ معصیت کی نحوست ہوتی ہے۔ آدم اور حواء علیہما السلام جنت میں طرح طرح کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور جیسے ہی وہ درخت سے کھا کر گناہ میں مبتلا ہوئے تو ان کا جنت کا لباس اتر گیا اور ان کی شرم گاہیں ظاہر ہوگئیں اور وہ جنت کے پتوں سے انہیں ڈھانپنے لگے۔

اے اللہ! ہمیں شیطان سے پناہ دے اور اپنے ذکر، اپنے شکر اور اچھی عبادت کرنے پر ہماری مدد فرما۔

اور اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 38

قیامت کے دن اعمال کا وزن

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ رازوں اور پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا ہے۔جس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ وہ جانتا ہے جو ان کے آگے اور پیچھے ہے اور مخلوق اس کے علم کا احاطہ نہیں کرسکتی۔ درود وسلام اس کے رسول محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر بہت زیادہ سلام ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝﴾

”قیامت کے دن ہم لا رکھیں گے ٹھیک ٹھیک تولنے والی ترازو کو، پھر کسی پر کچھ ظلم بھی نہ کیا جائے گا۔ اور اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہوگا، ہم اسے لا حاضر کریں گے اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے۔“ (سورة الأنبیآء:21، آیت:47)

اس آیت میں ہمارا رب ہمیں اس میزان کے بارے میں خبر دے رہا ہے جس میں بندوں کے اعمال تولے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾

”قیامت کے دن ہم لا رکھیں گے ٹھیک ٹھیک تولنے والی ترازو کو۔“

یعنی قیامت کے دن عدل کا ترازو رکھیں گے اور وہ ترازو بہت زیادہ دقیق ہوگا جو ہر چھوٹی اور بڑی چیز کا وزن کرے گا۔

آج لوگ دنیا میں سب سے زیادہ سونے کی ترازو کو دقیق (باریک) سمجھتے ہیں تو قیامت کا ترازو اس سے بھی باریک ہوگا۔ وہ رائی کے دانے کا بھی وزن کرے گا۔ ﴿وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ۝﴾ ''اور اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہوگا ہم اسے لا حاضر کریں گے اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے۔'' وہ ترازو ذرے کا بھی وزن کرے گا:

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۝﴾

''اور جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی، وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔'' (سورۃ الزلزال: 99، آیات: 7-8)

سنت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اعمال کے ترازو کے دو حقیقی پلڑے ہیں۔ ایک پلڑے میں نیکیاں رکھی جائیں گی اور دوسرے پلڑے میں برائیاں رکھی جائیں گی، پھر وزن کیا جائے گا۔ اگر نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوا، چاہے ایک نیکی ہی سے ہوتو وہ جنت والوں میں سے ہوگا اور اگر برائیوں کا پلڑا بھاری ہوا، چاہے ایک برائی ہی سے تو وہ جہنم والوں میں سے ہوگا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرمائے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ۝﴾

''جس شخص کا پلا بھاری ہوگا، سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔ اور جس شخص کا پلا ہلکا ہوگا، سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنا نقصان کرلیا بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔'' (سورۃ الأعراف: 7، آیت: 8-9)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ؕ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ؕ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ؕ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ۝﴾

''پھر جس کے پلڑے بھاری ہونگے۔ وہ دل پسند آرام کی زندگی میں ہوگا۔ جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے، اس کا ٹھکانا ہاویہ (جہنم) ہے۔ تجھے کیا معلوم کہ وہ کیا ہے، وہ تند و تیز آگ ہے۔'' (سورۃ القارعة: 101، آیات: 6-11)

اے میرے مسلمان بھائی! ہر نیکی کرنے پر اس بات کو یاد رکھو کہ تم یہ امید رکھتے ہو کہ یہ نیکیوں کے پلڑے میں ہوگی اور اس کے مقابل یہ بھی یاد رکھو کہ تم جس برائی کو بھی کرتے ہو، وہ برائیوں کے پلڑے میں ہوگی۔

یہ یاد رکھنا مسلمان کو مزید نیکیاں کرنے پر ابھارتا ہے۔ وہ ہر دن مزید نیک اعمال اپنی نیکیوں کے پلڑے میں ڈالنے کا اہتمام کرے گا تاکہ وہ بھاری ہو جائے۔ یہ یاد رکھنا مسلمان کے لیے گناہوں سے رکنے کا سبب بنے گا تو پھر وہ اہتمام کرے گا کہ وہ گناہوں کے پلڑے میں گناہ اور برائیاں نہ ڈالے جس سے برائیوں کا پلڑا بھاری ہوجائے۔

جس کا نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا، وہ کامیاب ہوگا اور کامیابی کا یہ درجہ اس کے اعمال کے مطابق ہوگا۔ وہ یا تو جنت کے بلند وبالا درجات میں ہوگا یا پھر سب سے کم تر درجہ میں ہوگا یا ان دونوں کے درمیان ہوگا۔ اگر برائیوں کا پلڑا بھاری ہوگیا تو وہ خسارہ پانے والا ہوگا اور یہ نقصان بھی اس کے اعمال کے مطابق ہوگا۔ یا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوگا یا جہنم والوں میں سےسب سے کم تر عذاب والا ہوگا یا ان دونوں کے درمیان ہوگا۔

میزان کے پاس لوگوں کی مختلف اقسام ہوں گی:

- ان میں کچھ لوگوں کا نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا تو وہ جنت میں ہوں گے۔
- کچھ لوگ وہ ہوں گے جن کا برائیوں کا پلڑا بھاری ہوگا تو وہ آگ کے عذاب کے مستحق ہوں گے مگر یہ کہ اللہ جسے چاہے ان میں سے معاف فرما دے۔
- ان میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی تو ایک نیکی کے ساتھ بھی نیکیوں کا پلڑا بھی بھاری نہیں ہوگا اور نہ ایک برائی کے ساتھ بھی برائیوں کا پلڑا بھاری ہوگا۔ یہ اعراف والے ہوں گے جو ایک بلند و بالا مقام پر ہوں گے، آگ اور جنت کو دیکھ رہے ہوں گے، وہاں وہ رہیں گے جب تک اللہ چاہے گا اور آخر میں ارحم الراحمین کی رحمت سے جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کمال عدل ہے کہ وہ جنت والوں کے برابر نہیں ہوں گے جو جنت میں نیکیوں کا پلڑا بھاری ہونے سے داخل ہوئے تھے بلکہ یہ ان سے پیچھے رہیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں سورۂ اعراف میں بیان فرمایا۔

اعمال کا وزن اس قدر باریکی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بہت ہی عظیم عدل پر دلالت کرتا ہے۔ آخرت میں انسان ہر چیز کو اس دنیا میں جو عمل اس نے کیے، اس کے مطابق ترتیب دیا ہوا دیکھے گا اور اللہ تعالیٰ کا کمال عدل دیکھے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۝﴾

”آج ہر نفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا، آج (کسی قسم کا) ظلم نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔“ (سورۃ المؤمن: 40، آیت: 17)

لہٰذا دار الآخرہ، دار الجزا ہے اور مطلق عدل کا گھر ہے مگر دنیا عدل کا گھر نہیں ہے بلکہ اس میں ظالم و مظلوم ہیں کیونکہ یہ بدلے کا گھر نہیں۔

نیکیوں کے پلڑے کو بھاری کرنے میں نیک اعمال بھی مختلف ہوں گے۔ قیامت کے دن بندے ترازو میں کچھ اعمال سب سے زیادہ بھاری ہوں گے، ان میں سے چند یہ ہیں:

توحید خالص، سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي عَلَى رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَتُنْكِرُ مِنْ هَذَا شَيْئًا ؟ أَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُونَ ؟ فَيَقُولُ: لَا يَا رَبِّ، فَيَقُولُ: أَفَلَكَ عُذْرٌ؟ فَيَقُولُ: لَا يَا رَبِّ فَيَقُولُ: بَلَى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً، فَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ، فَتَخْرُجُ بِطَاقَةٌ فِيهَا: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ مَا هَذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هَذِهِ السِّجِلَّاتِ، فَقَالَ: إِنَّكَ لَا تُظْلَمُ، قَالَ: فَتُوضَعُ السِّجِلَاتُ فِي كِفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِي كِفَّةٍ، فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ، فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَيْءٌ»

”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میری امت کے ایک شخص کو سارے لوگوں کے سامنے چھانٹ کر نکالے گا۔ اس کے سامنے (اس کے گناہوں کے) ننانوے دفتر پھیلائے جائیں گے۔ ہر دفتر حدنگاہ تک ہوگا، پھر

اللہ عزوجل پوچھے گا: کیا تو اس میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ کیا تم پر میرے محافظ کاتبوں نے ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا: نہیں، اے میرے رب! پھر اللہ کہے گا: کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ تو وہ کہے گا: نہیں، اے میرے رب! اللہ تعالیٰ کہے گا: تیری ایک نیکی میرے پاس ہے۔ آج کے دن تجھ پر کوئی ظلم و زیادتی نہیں ہوگی، پھر ایک پرچہ نکالا جائے گا جس پر «أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ» لکھا ہوگا۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! ان دفتروں کے سامنے یہ پرچہ کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اللہ فرمائے گا: تمہارے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا: پھر وہ تمام دفتر (رجسٹر) ایک پلڑے میں رکھ دیئے جائیں گے اور وہ پرچہ دوسرے پلڑے میں، وہ سارے (رجسٹر) ایک پلڑے میں رکھ دیے جائیں گے اور وہ پرچہ دوسرے پلڑے میں تو وہ سارے دفتر اڑہ جائیں گے (ہلکے ثابت ہوں گے) اور پرچہ بھاری ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ (یعنی اس کے مقابلہ میں) جب کوئی چیز بھی تولی جائے گی تو وہ چیز اس سے بھاری ثابت نہیں ہوسکتی۔" (جامع الترمذي، حديث: 2639، سنن ابن ماجه، حديث: 4300، مسند أحمد، حديث: 6994 اور امام ترمذی نے کہا: "حدیث حسن ہے۔" اور ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں صحیح کہا، حدیث: 225، اور الحاکم نے المستدرك میں، حدیث: 9)

توحید کی عظمت کو دیکھو اور یہ کہ یہ سب سے بڑی چیز ہے جس سے قیامت کے دن بندے کا پلڑا بھاری ہوگا۔

❀ ان اعمال میں سے حسن خلق ہے، سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول ﷺ نے فرمایا:

«أَثْقَلُ شَيْءٍ فِي الْمِيزَانِ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْخُلُقُ الْحَسَنُ»

"میزان میں حسن خلق سے بڑھ کر اور کوئی چیز بھاری نہیں ہوگی۔" (سنن أبي داود، حديث: 4799، جامع الترمذي، حديث: 2002، مسند أحمد، حديث: 27496 اور یہ لفظ مسند احمد کی روایت کا ہے۔ اور امام ترمذی نے کہا: "حدیث حسن صحیح ہے۔")

یعنی حسن اخلاق میزان میں سب سے بھاری چیزوں میں سے ہوگا کیونکہ اس کے ساتھ کثرت سے دوسرے نیک اعمال بھی ہوتے ہیں، جیسے سلام کرنا، اچھا سلوک کرنا، تکلیف نہ دینا اور مسلمانوں کے حقوق کو پورا کرنے کے لیے کوشش کرنا وغیرہ۔

❀ اور انھی اعمال میں سے ذکر ہے جو ترازو کو بھاری کر دیں گے، خاص کر تسبیح وتحمید، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ»

''دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو بہت ہی پسند ہیں، جو زبان پر ہلکے ہیں اور قیامت کے دن ترازو میں بھاری ہوں گے، (وہ کلمات مبارکہ یہ ہیں:) «سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ» ''پاک ہے اللہ تعالیٰ اپنی تعریف کے ساتھ، پاک ہے اللہ تعالیٰ عظمت والا۔'' (صحيح البخاري، حديث: 7563 اور صحيح مسلم، حديث: 2694)

سیدنا ابومالک اشعریٰ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ، وَ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ أَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ»

''پاکیزگی نصف ایمان ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں) ترازو کو بھر دیتا ہے اور سُبْحَانَ اللهِ (پاک ہے اللہ تعالیٰ) اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ آسمانوں سے زمین تک کی وسعت کو بھر دیتے ہیں۔'' (صحيح مسلم، حديث: 223)

اے اللہ! اے جہانوں کے پالنے والے! ہمارے ترازو کو نیک اعمال کے ساتھ وزنی اور بھاری کر دے۔ ہمارے چہروں کو منور کر دے۔ ہمیں جنت میں داخل کر دے۔ ہمیں جہنم سے پناہ دے دے اور ہمیں، ہمارے والدین اور تمام زندہ اور فوت شدہ مسلمانوں کی مغفرت فرما دے۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 39

جنت کا بیان

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے جنت کو اپنے مومن بندوں کی ضیافت کے لیے بنایا اور ان کے لیے مختلف اعمال صالحہ مشروع کیے تاکہ وہ جنت میں اپنا ٹھکانہ بنائیں۔ اللہ کی رحمتیں ہوں اس کے رسول ﷺ اور آپ کی آل اور اصحاب پر بہت زیادہ سلام ہو۔ امابعد:

دعوت کے لیے سب سے عظیم اسلوب جو قرآن کریم نے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت پر لگانے کے لیے اختیار کیا، وہ ترغیب اور ترہیب کا انداز ہے جس کو دو بڑے گھروں کے ساتھ جوڑا گیا جو انسانیت کا آخری انجام ہے اور وہ جنت اور جہنم ہیں۔

اس درس میں جنت کے اوصاف بیان ہوں گے، اور اگلے درس میں جہنم کے اوصاف بیان کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یقیناً جنت اور جو اس میں نعمتیں، سرور، فرحت، اور خوشی ہے، اسے بیان کرنا بیان کرنے والوں کو عاجز کر دیتا ہے۔ اللہ کی قسم! وہ اس کے مستحق ہے کہ اس کے لیے عمل کرنے والے عمل کریں اور مقابلہ کرنے والے مقابلہ کریں اور انسان اس کی طلب میں پوری عمر لگا دے۔ اس میں ایسی نعمتیں ہیں جن کا انسانی عقل تصور اور تخیل کرنے سے عاجز ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّآ أُخۡفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعۡيُنٖ جَزَآءَۢ بِمَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ۝﴾

”کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لیے پوشیدہ کر رکھی ہے، جو کچھ

کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے۔'' (سورة السجدة: 32، آیت: 17)

نبی کریم ﷺ نے ان نعمتوں کو یوں بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

«أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ»

''میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کیا ہے جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور کسی کان نے نہیں سنا اور کسی انسان کے دل پر ان کا خیال تک نہیں گزرا۔'' (صحيح البخاري، حديث: 3244، صحيح مسلم، حديث: 2824 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کو اس طرح بیان فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ۝ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ يَلْبَسُونَ مِنْ سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِينَ ۝ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ ۝ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ۝ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝﴾

''بے شک (اللہ سے) ڈرنے والے امن چین کی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ باریک اور ریشم کے لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ یہ اسی طرح ہے اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کردیں گے۔ دل جمعی کے ساتھ وہاں ہر طرح کے میووں کی فرمائشیں کرتے ہوں گے۔ وہاں وہ موت نہیں چکھیں گے سوائے پہلی موت کے (جو وہ مر چکے) انہیں اللہ تعالیٰ نے دوزخ آگ سزا سے بچا دیا۔ یہ صرف تیرے رب کا فضل ہے، یہی ہے بڑی کامیابی۔'' (سورة الدخان: 44، آیات: 51-57)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَّثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ﴾

''اس جنت کی صفت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو

کبھی باسی نہیں ہوگا۔"

یعنی اس کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوگا:

﴿وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ﴾

"اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہیں بدلے گا۔"

یعنی اس کا ذائقہ نہ کھٹا ہوگا اور نہ خراب ہوگا۔

﴿وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ﴾

"اور شراب کی نہریں ہیں جن میں پینے والوں کے لیے بڑی لذت ہے۔"

یعنی نہ سر میں درد ہوگا اور نہ ہی عقل زائل ہوگی۔

﴿وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى﴾

"اور نہریں ہیں صاف شدہ شہد کی۔"

یہ نہریں کھدائی اور چلانے والوں کے بغیر چلیں گی اور جنتی انہیں جدھر چاہیں گے، لے جائیں گے۔

﴿وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ﴾

"اور ان کے لیے جنت میں ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے۔"

(سورۃ محمد: 47، آیت: 15)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۚ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۚ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۚ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝﴾

"میرے بندو! آج تم پر نہ کوئی خوف (و ہراس) ہے اور نہ تم (بددل اور) غمزدہ ہوگے۔ اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور تھے بھی وہ (فرماں بردار) مسلمان۔ تم اور تمھاری بیویاں ہشاش بشاش

(راضی خوشی) جنت میں چلے جاؤ۔ ان کے چاروں طرف سے سونے کے برتن اور سونے کے گلاسوں کا دور چلایا جائے گا، ان کے جی جس چیز کی خواہش کریں اور جس سے انکی آنکھیں لذت پائیں، سب وہاں ہوگا اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ یہی وہ جنت ہے کہ تم اپنے اعمال کے بدلے اس کے وارث بنائے گئے ہو۔ یہاں تمہارے لیے بکثرت میوے ہیں جنہیں تم کھاتے رہو گے۔'' (سورة الزخرف: 43، آيات: 68-73)

جنت کی صفات اور اس کی نعمتوں کے بارے میں بہت زیادہ آیات ہیں۔

جنت کی کچھ صفات اور اس کی نعمتیں حدیث میں بھی آئیں ہیں جن میں سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ أَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالَّذِينَ يَلُونَهُمْ عَلَى أَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً لَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ وَلَا يَتْفُلُونَ أَمْشَاطُهُمْ الذَّهَبُ وَرَشْحُهُمْ الْمِسْكُ وَمَجَامِرُهُمْ الْأَلُوَّةُ[1] وَأَزْوَاجُهُمْ الْحُورُ الْعِينُ أَخْلَاقُهُمْ عَلَى خُلُقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ عَلَى صُورَةِ أَبِيهِمْ آدَمَ سِتُّونَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ»

''پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا، ان کے چہرے اس طرح (چمکتے) ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے، پھر ان کے بعد داخل ہونے والوں کے چہرے آسمان پر سب سے زیادہ روشن ستارے کی طرح ہوں گے۔ وہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ۔ وہ نہ تھوکیں گے اور نہ ناک سنکیں گے۔ ان کی کنگھیاں سونے کی اور ان کا پسینہ کستوری (کی طرح خوشبودار) ہوگا۔ ان کی انگیٹھیوں میں (جلانے کے لیے) خوشبودار لکڑی ہوگی۔ ان کی بیویاں موٹی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔ سب کے اخلاق وعادات ایک ہی آدمی کے اخلاق وعادات پر ہوں گے۔ اپنے باپ آدم علیہ السلام کی شکل وصورت پر بلندی (قد) میں وہ ساٹھ ہاتھ (لمبے) ہوں گے۔'' (صحيح البخاري، حديث: 3327، صحيح مسلم، حديث: 2834)

---

[1] الْأَلُوَّة: ہمزہ کے فتح اور ہمزہ پر پیش بھی جائز ہے، اور لام کے پیش اور واو کی تشدید سے، اس سے مراد: وہ خوشبودار لکڑی ہے جو خوشبو کے لیے جلائی جاتی ہے۔ فتح الباري: 6/324.

ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

«لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ قُلُوبُهُمْ قَلْبٌ وَاحِدٌ يُسَبِّحُونَ اللهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا»

''ان کے درمیان نہ کسی قسم کا کوئی اختلاف ہوگا، نہ باہمی بغض ہوگا، ان سب کے دل ایک دل (کی طرح) ہوں گے، وہ صبح وشام اپنے اللہ کی تسبیح کرتے ہوں گے۔'' (صحيح البخاري، حديث: 3245، صحيح مسلم، حديث: 2834 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَأْكُلُونَ فِيهَا وَيَشْرَبُونَ وَلَا يَتْفُلُونَ وَلَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ قَالُوا فَمَا بَالُ الطَّعَامِ؟ قَالَ جُشَاءٌ وَرَشْحٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ، يُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالتَّحْمِيدَ كَمَا يُلْهَمُونَ النَّفَسَ»

''جنتی جنت میں کھائیں پئیں گے لیکن نہ تھوکیں گے، نہ پیشاب کریں گے، نہ انھیں قضائے حاجت کی ضرورت ہوگی اور نہ ناک سے ریزش (رینٹ) نکلے گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے پوچھا: پھر ان کے کھانے کا کیا بنے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک ڈکار اور پسینہ ہوگا'' مشک کے پسینے کی مانند (ڈکار بھی خوش گوار ہوگی یا پسینہ مشک کی طرح ہوگا)۔ ان کے اندر تسبیح وتحمید (کا ورد) اس طرح ڈال دیا جائے گا جیسے سانس ان کے اندر ڈالا جائے گا۔'' (صحيح مسلم، حديث: 2835)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَلَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ لَأَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا، وَلَمَلَأَتْهُ رِيحًا، وَلَنَصِيفُهَا[1] عَلَى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا»

''اور اگر جنت کی کوئی عورت زمین کی طرف جھانک لے تو آسمان سے زمین تک کی وسعتوں کو وہ منور کر دے اور خوشبو سے اس کو معطر کر دے، اس کے سر کا دوپٹہ بھی دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے

[1] «وَلَنَصِيفُهَا» ''أي: خمارها''، یعنی: اس کا دوپٹہ۔ دیکھیں: فتح الباري: 15/6.

بڑھ کر ہے۔'' (صحيح البخاري، حديث: 2796)

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، قَالَ: يَقُولُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: تُرِيدُونَ شَيْئًا أَزِيدُكُمْ؟ فَيَقُولُونَ: أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوهَنَا؟ أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ، وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ، فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَى رَبِّهِمْ عزوجل»

''جب جنت والے جنت میں داخل ہو جائیں گے، (اس وقت) اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: تمہیں کوئی چیز چاہیے جو تمہیں مزید عطا کروں؟ وہ جواب دیں گے: کیا تو نے ہمارے چہرے روشن نہیں کیے؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نجات نہیں دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چنانچہ اللہ تعالیٰ پردہ اٹھا دے گا تو انہیں کوئی چیز ایسی عطا نہیں کی گئی ہوگی جو انہیں اپنے رب عز وجل کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو۔'' (صحيح مسلم، حديث: 181)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''جنت میں دنیا کی کوئی چیز نہیں ہوگی سوا ناموں کے۔'' (اسے ہناد نے الزهد، حديث: 8 میں اور بیہقی نے البعث اور النشور، حديث: 332 میں روایت کیا ہے اور منذری نے الترغيب و الترهيب، حديث: 4/560 میں کہا: ''اسے بیہقی نے اچھی سند کے ساتھ موقوفاً روایت کیا ہے۔'') نام تو وہی ہوگا لیکن چیز الگ ہوگی۔ جنت میں ہر پھل کے دو جوڑے ہوں گے۔ اس میں پھل، کھجور اور انار ہوں گے لیکن یہ دنیا کے پھل، کھجور اور انار کی طرح نہیں ہوں گے۔ صرف نام میں مشابہت ہوگی اور حقیقت میں مختلف ہوں گے۔ اس کے گچھے جھکا کر نزدیک کر دیے گے ہوں گے۔ اگر کھڑا ہو گا تو آسانی سے اسے اتار لے گا۔ اگر بیٹھا ہوگا تو آسانی سے اسے اتار لے گا اور اگر لیٹا ہوگا تو بھی آسانی سے اسے اتار لے گا۔ جب بھی کوئی پھل اس سے اترا جائے گا تو دوسرا اس کی جگہ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوا هٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا﴾

''جب کبھی وہ اس میں سے پھلوں کا رزق دیئے جائیں گے تو کہیں گے یہ وہی ہے جو ہم اس سے پہلے دیے گئے تھے۔'' (سورة البقرة: 2، آيت: 25)

یعنی رنگ اور شکل میں ملتے جلتے ہوں گے لیکن ذائقے میں مختلف ہوں گے:

﴿وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝﴾

''ان کے لیے وہاں صبح شام ان کا رزق ہوگا۔'' (سورۃ مریم: 19، آیت: 62)

جنت والے موت، بڑھاپے، بیماری اور ہر خوف اور اپنی نعمتوں میں ہر قسم کے نقص یا زوال سے محفوظ ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۝﴾

''لیکن جو نیک بخت ہونگے، وہ جنت میں ہونگے جہاں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین باقی رہے مگر جو تیرا پروردگار چاہے، یہ بے انتہا بخشش ہے۔'' (سورۃ ھود: 11، آیت: 108)

یقیناً دنیا کی نعمتیں جیسی بھی ہوں، وقت گزرنے کے ساتھ انسان ان سے اکتا جاتا ہے اور اس کا دل بھر جاتا ہے لیکن جنت کی نعمتوں سے نہ ان کا دل بھرے گا، نہ اکتائیں گے اور نہ وہ اس جگہ کو بدلنا چاہیں گے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ۝﴾

''اس جگہ کو بدلنے کا کبھی ان کا ارادہ ہی نہیں ہوگا۔'' (سورۃ الکھف: 18، آیت: 108)

جنت والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے کمال میں سے یہ بھی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایک خاندان کے مختلف افراد، جو سب اہل جنت ہوں گے اور ان کے درجے ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے، کو جوان میں سب سے اعلیٰ درجے پر ہوگا، اس کے ساتھ اکٹھا فرما دے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو ان تک پہنچا دیں گے اور ان کے عمل سے ہم کچھ کم نہ کریں گے۔'' (سورۃ الطور: 52، آیت: 21)

اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کے ساتھ ان کو بلند درجے میں ملا دے گا اور بلند درجے والے کا اجر کم نہیں ہوگا، اس لیے فرمایا:

﴿وَمَآ أَلَتۡنَٰهُم مِّنۡ عَمَلِهِم مِّن شَيۡءٖ﴾

''اور ان کے عمل سے ہم کچھ کم نہ کریں گے۔''

اللہ تعالیٰ محض انہیں اپنے فضل و کرم اور احسان سے بلند درجے عطا فرمائے گا تاکہ نعمتوں کے گھر میں ان کے انس اور نعمتوں کی تکمیل ہوجائے۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو جنت میں ہمیشہ باقی رہنے کے بارے غور وفکر کرے گا (تو اس کو یہ معلوم ہوگا) کہ (وہ) بغیر گندگی کے صفائی ہے، لذتیں ہیں جو منقطع نہ ہوں گی، نفس کی ہر خواہش کی وہاں تکمیل ہے، زیادتی اور اضافہ ہے اس میں جسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا، کسی دل پر اس کا خیال نہیں گزرا ہوگا۔ جو کبھی بدلے گا نہیں اور نہ زوال پذیر ہوگا۔ یہ نہیں کہا جائے گا دس لاکھ سال اور نہ دس کروڑ بلکہ اگر کوئی انسان ہزارہا ہزار سال کی گنتی کرے تو اس کی گنتی پوری ہوجائے گی اور اس کی انتہا ہوجائے گی لیکن آخرت کی بقا ختم ہونے والی نہیں ہے مگر یہ حاصل تب ہوگی جب انسان اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے گا اور اپنی زندگی کی قیمت اعمال کی شکل میں ادا کرے گا۔'' (صيد الخاطر، ص:355)

يَا سِلْعَةَ الرَّحْمٰنِ لَسْتِ رَخِيصة ... بَلْ أَنْتِ غَالِية عَلَى الكَسْلَانِ

''اے رحمٰن کے سودے! تو سستا نہیں بلکہ تو سُست کے لیے مہنگا ہے۔''

يَا سِلْعَةَ الرَّحْمٰنِ ليسَ يَنَالها ... فِي الأَلْفِ إِلَّا وَاحدٌ لا اثْنَانِ

''اے رحمٰن کے سودے! تجھے نہیں پاسکے گا ہزار میں سے مگر صرف ایک، دو نہیں۔''

يَا سِلْعَةَ الرَّحْمَنِ مَاذَا كُفْؤها ... إِلَّا أُولُوا التَّقْوَى مَعَ الإِيمَانِ

''اے رحمٰن کے سودے! تیرا ہم پلہ، صرف ایمان کے ساتھ تقویٰ والا ہی ہوگا۔''

يَا سِلْعَةَ الرَّحْمَن أينَ المُشتري ... فَلَقَدْ عُرِضْتِ بِأَيسرِ الأَثْمَانِ

''اے رحمٰن کے سودے! کہاں ہیں خریدار تجھے تو بہت کم قیمت پر پیش کیا گیا ہے۔''

يَا سِلْعَةَ الرَّحْمنِ هَلْ مِن خَاطِبٍ   فَالْمَهَر قَبل المَوت ذُو إمْكانِ

''اے رحمٰن کے سودے! کیا کوئی تجھے چاہنے والا ہے، موت سے پہلے مہر دینا ممکن ہے۔'' (نونية ابن القيم ''الكافية الشافية'' ص: 354-355)

جنت کی نعمتیں بہت ہی عظیم نعمتیں ہیں۔ جہاں ان نعمتوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا ہے۔ اس میں نہ مرض ہوگا، نہ پریشانی، نہ غم، نہ تھکاوٹ، نہ اکتاہٹ اور نہ موت ہوگی بلکہ مسلسل لذتیں ہوں گی جس کا کوئی اختتام نہیں ہوگا۔ اس میں وہ راحت وآسائش میں ہوگا اور اسے وہاں کبھی تکلیف نہیں آئے گی۔ اس جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جس کی نفس خواہش کرے گا اور جس سے آنکھیں لذت حاصل کریں گی۔

مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اعمال صالحہ کے ذریعے سے اپنے آپ کو تیار کرے اس امید کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کردے۔ اس پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ جنت میں داخل ہونے اور جہنم سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے ہر روز سوال کرتا رہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ سَأَلَ اللهَ الْجَنَّةَ ثَلَاثًا، قَالَتِ الْجَنَّةُ: اللَّهُمَّ أَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، وَمَنِ اسْتَعَاذَ بِاللهِ مِنَ النَّارِ ثَلَاثًا، قَالَتِ النَّارُ: اللَّهُمَّ أَعِذْهُ مِنَ النَّارِ»

''جو تین بار اللہ عزوجل سے جنت کا سوال کرتا ہے تو جنت کہتی ہے: اے اللہ! اس شخص کو جنت میں داخل کردے اور جو جہنم سے تین مرتبہ پناہ مانگتا ہے تو جہنم کہتی ہے: اے اللہ! اسے جہنم سے پناہ دے دے۔'' (مسند أحمد، حديث: 13173، جامع الترمذي، حديث: 2572 صحیح سند کے ساتھ۔ اور یہ لفظ احمد کی روایت کا ہے، انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

اے اللہ! ہم آپ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور جہنم سے پناہ مانگتے ہیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور جہنم سے پناہ مانگتے ہیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور جہنم سے پناہ مانگتے ہیں۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 40

جہنم کا بیان

سب تعریفیں اللہ حیی قیوم کے لیے ہیں، جس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے لیے خیر اور شر کا راستہ واضح فرما دیا تو ایک جماعت نعمتوں کے گھر میں اور ایک جماعت جلتی ہوئی آگ میں ہوگی۔ اللہ کی رحمتیں ہوں اس کے رسول ﷺ اور آپ کی آل و اصحاب پر بہت زیادہ سلام ہو۔ اما بعد:

ہمارے رب تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہمیں جہنم سے ڈرایا ہے اور اس کے مختلف قسم کے عذاب کی خبر دی ہے جس سے جگر پھٹ جاتے ہیں اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور عقلیں حیران ہو جاتی ہیں۔ اللہ کی قسم! وہ ذلت اور رسوائی اور عذاب اور ناکامی کا گھر ہے، وہ چیخنے چلانے، آہیں بھرنے، آنسو بہانے اور رونے کا گھر ہے۔ وہ گھر جس کے رہنے والے لوگ ناچار، بدبخت، شرمندہ اور رونے والے ہوں گے۔

جہنم کا جو ذکر قرآن کریم میں آیا ہے، اس میں سے کچھ یہ ہے:

اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿إِذَآ أُلْقُوا۟ فِيهَا سَمِعُوا۟ لَهَا شَهِيقًا وَهِىَ تَفُورُ ۝ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ ٱلْغَيْظِ﴾

’’جب یہ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کی بڑے زور کی آواز سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہو گی۔‘‘ (سورة الملك: 67، آیات: 7-8)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝﴾

''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں۔'' (سورۃ التحریم: 66، آیت: 6)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝﴾

''یقیناً دوزخ چنگاریاں پھینکتی ہے جو مثل محل کے ہیں۔ گویا کہ وہ زرد اونٹ ہیں۔'' (سورۃ المرسلات: 77، آیت: 32-33)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۝﴾

''آپ اس دن گنہگاروں کو دیکھیں گے کہ زنجیروں میں ملے جلے ایک جگہ جکڑے ہوئے ہوں گے۔ ان کے لباس گندھک کے ہوں گے اور آگ ان کے چہروں پر چڑھی ہوئی ہوگی۔'' (سورۃ إبراهيم: 14، آیات: 49-50)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝١٩ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۝ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ۝ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝﴾

''کافروں کے لیے تو آگ کے کپڑے کاٹے جائیں گے اور ان کے سروں کے اوپر سے سخت کھولتا ہوا پانی بہایا جائے گا۔ جس سے ان کے پیٹ کی سب چیزیں اور کھالیں گلا دی جائیں گی۔ اور ان کی سزا کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہیں۔ یہ جب بھی وہاں کے غم سے نکل بھاگنے کا ارادہ کریں گے وہیں لوٹا دیئے جائیں گے اور (کہا جائے گا:) جلنے کا عذاب چکھو۔'' (سورۃ الحج: 22، آیات: 19-22)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۝ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝﴾

’’اور جو لوگ کافر ہیں، ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے، نہ تو ان کی قضا ہی آئے گی کہ مر ہی جائیں اور نہ دوزخ کا عذاب ان سے ہلکا کیا جائے گا، ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اس طرح چلائیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم کو نکال لے، ہم اچھے کام کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو کیا کرتے تھے (اللہ کہے گا:) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا، سو مزہ چکھو کہ (ایسے) ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔‘‘ (سورۃ فاطر: 35، آیات: 36-37)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝﴾

’’جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا، انہیں ہم یقیناً آگ میں ڈال دیں گے، جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھتے رہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ غالب، حکمت والا ہے۔‘‘ (سورۃ النسآء: 4، آیت: 56)

جہنم اور اس کے مختلف قسم کے دردناک دائمی عذاب کے متعلق بہت ساری آیات ہیں۔

احادیث میں جہنم کے اوصاف کے بارے میں سے کچھ یوں ذکر ہوا ہے:

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّونَهَا»

’’اس (قیامت کے) روز جہنم کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔‘‘ (صحيح مسلم، حديث: 2842)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے:

«إِذْ سَمِعَ وَجْبَةً[1] فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ تَدْرُونَ مَا هَذَا قَالَ قُلْنَا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ هَذَا حَجَرٌ رُمِيَ بِهِ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِينَ خَرِيفًا فَهُوَ يَهْوِي فِي النَّارِ الْآنَ حَتَّى انْتَهَى إِلَى قَعْرِهَا»

’’اچانک آپ نے کسی بہت وزنی چیز کے گرنے کی آواز سنی۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’کیا تم جانتے ہو یہ کیسی آواز تھی؟‘‘ کہا: ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’یہ ایک پتھر تھا جس کو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا۔ یہ اب اس میں گر رہا ہے، یہاں تک کہ اس کی گہرائی تک پہنچ گیا ہے۔‘‘ (صحيح مسلم، حديث: 2844)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَوْ أَنَّ قَطْرَةً مِنَ الزَّقُّومِ قُطِرَتْ فِي دَارِ الدُّنْيَا لَأَفْسَدَتْ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا مَعَايِشَهُمْ فَكَيْفَ بِمَنْ يَكُونُ طَعَامَهُ»

’’اگر زقوم (تھور) کا ایک قطرہ بھی دنیا کی زمین میں ٹپکا دیا جائے تو دنیا والوں کی معیشت بگڑ جائے، بھلا اس آدمی کا کیا ہوگا جس کی غذا ہی زقوم ہو۔‘‘ (جامع الترمذي، حديث: 2585 اور کہا: ’’حديث حسن صحيح ہے‘‘ اور مسند أحمد، حديث: 3136، اور اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں اسے صحیح کہا، حديث: 7470)

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَنْ لَهُ نَعْلَانِ وَشِرَاكَانِ[2] مِنْ نَارٍ، يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ كَمَا يَغْلِ الْمِرْجَلُ،[3] مَا يَرَى أَنَّ أَحَدًا أَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا وَ إِنَّهُ لَأَهْوَنُهُمْ عَذَابًا»

---

[1] (وَجْبَة) أي: سقطةً. یعنی: گرنا۔ شرح صحیح مسلم از نووی: 179/17۔ [2] (شِرَاكَانِ: مثنى و مفرده): شراك: أَحَدُ سُيُورِ النَّعل. (شراکان تثنیہ ہے اس کا مفرد): شراک ہے: جوتے کا ایک تسمہ۔ شرح صحیح مسلم از نووی: 3/86۔ [3] (الْمِرْجَلُ) أي: القِدر. یعنی: ہنڈیا۔ شرح صحیح مسلم از نووی: 3/86۔

”دوزخیوں میں سے سب سے ہلکے عذاب والا شخص وہ ہوگا جس کے دونوں جوتے اور دونوں تسمے آگ کے ہوں گے، ان سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا جس طرح ہنڈیا کھولتی ہے، وہ نہیں سمجھے گا کہ کوئی بھی اس سے سخت عذاب میں ہے، حالانکہ حقیقت میں وہ ان میں سب سے ہلکے عذاب میں ہو گا۔“ (صحیح مسلم، حدیث: 213)

اللہ کی قسم! جہنم بدبختی، شقاوت اور عذاب شدید کا گھر ہے۔ وہ گھر جس کے رہنے والے اللہ کے ہاں سب سے زیادہ بری مخلوق شیاطین اور ان کے پیروکار ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا:

﴿قَالَ فَالْحَقُّ ۡوَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۝ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝﴾

”فرمایا: سچ تو یہ ہے، اور میں سچ ہی کہا کرتا ہوں، کہ میں تجھ سے اور تیرے تمام ماننے والوں سے (بھی) جہنم کو بھر دوں گا۔“ (سورۃ ص: 38، آیات: 84-85)

اگر تم اس کی جگہ پوچھتے ہو تو وہ سب سے نیچے والی جگہ میں ہے۔ اگر تم پوچھتے ہو کہ وہاں رہنے والوں کا کھانا کیا ہے تو وہ زقوم ہے جو ایک خبیث درخت ہے، کڑوا ذائقہ ہے، اس کا منظر برا ہے، نہ وہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک ہی مٹائے گا۔ جب انہیں بھوک لگے گی تو یہ ان کا کھانا ہے۔ جب وہ اسے کھائیں گے تو ان کے جگر پیاس سے جلنے لگیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ﴾

”اگر وہ فریاد رسی چاہیں گے تو ان کی فریاد رسی اس پانی سے کی جائے گی جو پانی پگھلے ہوئے تانبے جیسا ہوگا، وہ چہرے بھون دے گا۔“ (سورۃ الکہف: 18، آیت: 29)

﴿كَالْمُهْلِ﴾ سے مراد پگھلا ہوا تانبا ہے۔ ان کے چہروں کو بھون دے گا، یہاں تک کہ ان سے گوشت گر جائے گا۔

جب اس کو ناپسندیدگی اور پیاس کی وجہ سے پییں گے تو وہ ان کی انتڑیاں کاٹ دے گا، اور ان کی جلد

ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ یہ ہوگا ان کا پینا جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح گرم ہوگا اور خباثت، بدبو اور گندگی میں پیپ جیسا ہوگا۔ پینے والا اسے انتہائی مجبوری میں پیے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ○﴾

''وہ اسے بمشکل گھونٹ گھونٹ پیے گا، پھر بھی وہ اسے اپنے گلے سے اتار نہ سکے گا اور ہر جگہ موت اس کی طرف بڑھے گی لیکن وہ مرنے والا نہیں، اور اس کے آگے نہایت سخت عذاب ہوگا۔'' (سورۃ إبراھیم: 14، آیت: 17)

اگر تم ان کے لباس کے بارے پوچھتے ہو تو ان کا لباس بہت ہی برا اور عار والا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ﴾

''پس کافروں کے لیے تو آگ کے کپڑے ناپ کر کاٹے جائیں گے۔'' (سورۃ الحج: 22، آیت: 19)

﴿سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ○﴾

''ان کے لباس گندھک کے ہوں گے اور آگ ان کے چہروں پر چڑھی ہوئی ہوگی۔'' (سورۃ إبراھیم: 14، آیت: 50)

یہ لباس انہیں جہنم کی گرمی سے نہیں بچائے گا بلکہ یہ آگ اور گرمی کو اور زیادہ بھڑکائے گا اور نہ وہ اس لباس سے اپنے چہروں کو آگ کے شعلوں سے بچا پائیں گے۔ ان کا عذاب جہنم میں دائمی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ○﴾

''یہ عذاب کبھی بھی ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اسی میں مایوس پڑے رہیں گے۔'' (سورۃ الزخرف: 43، آیت: 75)

اور فرمایا:

﴿وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ﴾

''اور پکار پکار کر کہیں گے کہ اے مالک!''

اور مالک: جہنم کا داروغہ ہے۔

﴿لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ﴾

''تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کر دے۔''

تو وہ خلاصی بھی نہیں چاہیں گے کیونکہ اس کی تو ان کو سرے سے امید ہی نہیں ہوگی بلکہ وہ ختم ہونا چاہیں گے:

﴿قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ۝ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝﴾

''وہ کہے گا کہ تمہیں تو (ہمیشہ) رہنا ہے۔ ہم تو تمہارے پاس حق لے کر آئے لیکن تم میں اکثر لوگ حق سے نفرت رکھنے والے تھے۔'' (سورة الزخرف: 43، آیت: 77-78)

پیارے بھائیو! کیا کوئی ایک منٹ کے لیے اپنا ہاتھ یا اپنے جسم کا کوئی حصہ دنیا کی آگ میں ڈال سکتا ہے؟ خبردار جان لو! دنیا کی آگ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے، یعنی جہنم کی آگ دنیا کی آگ پر انہتر (69) گنا بڑھائی گئی ہے، ہر حصہ اس (دنیا کی آگ) کے مانند گرم ہے۔

جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«نَارُكُمْ هَذِهِ الَّتِي يُوقِدُ ابْنُ آدَمَ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ قَالُوا وَاللهِ إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَإِنَّهَا فُضِّلَتْ عَلَيْهَا بِتِسْعَةٍ وَسِتِّينَ جُزْءًا كُلُّهَا مِثْلُ حَرِّهَا»

''تمہاری یہ آگ جس کو ابن آدم روشن کرتا ہے، جہنم کی گرمی کے ستر حصوں میں سے ایک حصے (کی حرارت) کے برابر ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم! یہ بھی تو کافی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے انہتر حصے زیادہ رکھا گیا ہے، ہر حصہ اس (دنیا کی آگ) کے مانند گرم ہے۔'' (صحيح البخاري، حديث: 3265، صحيح مسلم، حديث: 2843)

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی کتاب کریم میں اس آگ سے بے حد ڈرایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں

اس سے ڈرایا۔ مسلمان کو اسے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھنا چاہیے، اس سے غافل نہیں ہونا چاہیے اور اس سے ڈرتے ہوئے اسے یاد رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی، جو اِس آگ سے ڈرتے رہتے ہیں، تعریف کی ہے، فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝﴾

''اور جو بدلے کے دن پر یقین رکھتے ہیں۔ اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔''

(سورۃ المعارج: 70، آیت: 26-27)

اللہ عزوجل نے جنت والوں کے بارے میں فرمایا:

﴿وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْۤ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ۝﴾

''اور وہ آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال کریں گے۔ کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم اپنے گھر والوں کے درمیان بہت ڈرا کرتے تھے۔''

یعنی ہم دنیا میں آگ کے عذاب سے خائف اور ڈرتے رہتے تھے:

﴿فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ۝﴾

''پس اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہمیں تیز و تند گرم ہواؤں کے عذاب سے بچا لیا۔ ہم اس سے پہلے ہی اس کی عبادت کیا کرتے تھے، بے شک وہ محسن اور مہربان ہے۔'' (سورۃ الطور: 52، آیات: 25-28)

اللہ تعالیٰ نے اپنے عقلمند بندوں کا ذکر کیا ہے کہ وہ دنیا میں آگ سے نجات کا سوال کیا کرتے تھے، فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝﴾

''اور جو یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہم سے دوزخ کا عذاب پرے ہی پرے رکھ کیونکہ اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے۔ بے شک وہ ٹھہرنے اور رہنے کے لحاظ سے بدترین جگہ ہے۔'' (سورۃ الفرقان: 25، آیت: 65-66)

﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝﴾

''اے ہمارے پالنے والے! تو جسے جہنم میں ڈالے یقیناً تو نے اسے رسوا کیا اور ظالموں کا مددگار کوئی نہیں۔'' (سورۃ آل عمران:3، آیت:192)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ سَأَلَ اللهَ الْجَنَّةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ الْجَنَّةُ: اللَّهُمَّ أَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَمَنِ اسْتَجَارَ مِنَ النَّارِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ النَّارُ: اللَّهُمَّ أَجِرْهُ مِنَ النَّارِ»

''جو اللہ تعالیٰ سے تین بار جنت مانگتا ہے تو جنت کہتی ہے: اے اللہ! اسے جنت میں داخل کردے اور جو تین مرتبہ جہنم سے پناہ مانگتا ہے تو جہنم کہتی ہے: اے اللہ اس کو جہنم سے نجات دے۔'' (جامع الترمذي، حديث: 2572، سنن النسائي، حديث: 5521، سنن ابن ماجه، حديث: 4340 صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

اے اللہ! ہمیں آگ سے پناہ دے۔ ہمیں اپنی رحمت کے ساتھ نیک متقین کے گھر سکونت عطا فرما اور ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو معاف فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔